اسلامی نفسِیہ کے لازمی اجزاء

حزب التحریر

مِنْ مُقَوِّمَاتِ النَّفْسِيَّه الاِسْلامیَّه

اسلامی نفسیہ کے لازمی اجزا

پہلا ایڈیشن: 1424ھ.....2004ء

اردو ترجمہ: 1430ھ.....2009ء

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (1) الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ
(2) وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (3) وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ
فَاعِلُونَ (4) وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُونَ (5) إِلَّا عَلٰٓى
أَزْوَاجِهِمْ أوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ (6) فَمَنِ
ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُونَ (7) وَالَّذِينَ هُمْ
لِأَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ (8) وَالَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ
يُحَافِظُونَ (9) أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ (10) الَّذِينَ يَرِثُونَ
الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ (11)

(المومنون)

تحقیق ایمان والوں نے فلاح پائی۔ جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے یا لونڈیوں سے کہ ان سے (مباشرت کرنے پر) انہیں ملامت نہیں۔ اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکلنے والے ہیں۔ اور جو امانتوں اور اقراروں کی پابندی کرتے ہیں۔ اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں۔ جو جنت کی میراث پائیں گے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

(سورۃ المومنون: 1-11)

فہرست

تمہید 8

شریعت کے التزام میں جلدی کرنا 13

قرآن کے ساتھ مضبوط تعلق 22

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت 29

اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ کی خاطر نفرت کرنا 40

کھلم کھلا اور مخفی طور پر اللہ سے ڈرنا 63

اللہ کے خوف اور اللہ کی یاد پر آہ وزاری کرنا 74

اللہ سے امید رکھنا اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا 80

مصیبت پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا 87

دعا، ذکر اور استغفار 102

توکل علی اللہ اور اللہ سبحانہ سے اخلاص 113

حق پر ثابت قدم رہنا 121

مومنین کے ساتھ نرمی وعاجزی اور کافروں کے ساتھ سختی 141

جنت کی خواہش رکھنا اور بھلائی کے کاموں میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرنا 155

اخلاق میں تم میں سب سے بہتر 197

اخلاقِ حسنہ کون سے ہیں: 199

(1)حیا: 199

(2)نرمی، حلم اور بردباری: 200

(3)دیانت داری وسچائی: 201

(4)تول کر بولنااور کسی واقعے کو ٹھیک ٹھیک بیان کرنا: 203

(5)اچھی بات کہنا: 203

(6)خندہ پیشانی سے ملنا: 204

(7)اچھی بات کے سوا کچھ نہ کہنا: 205

(9)اللہ کی خاطر ناراض ہونا: 208

(10)مومنین کے ساتھ حسن ظن رکھنا: 209

(11)اچھی ہمسائیگی: 209

(12)امانت داری: 212

(13)پرہیزگاری اختیار کرنااور شبہات کو ترک کرنا: 213

(14)علماء، بزرگوں اور نیکوکاروں کی تعظیم کرنا: 217

(15)ایثار: 219

(16)سخاوت اور بھلائی کے کاموں پر خرچ کرنا: 221

(17)جاہل لوگوں سے کنارہ کش ہو جانا: 226

(18)اطاعت: 226

اخلاق ذمیمہ: 227

(1)جھوٹ بولنا: 227

اول:التوریہ والمعاریض: 232

دوم: وہ جھوٹ جو جائز ہے: 234

(2)وعدہ خلافی کرنا: 235

(3)فحش اور بدگوئی: 235

(4)فضول بک بک کرنا: 237

(5)کسی مسلمان یا مسلمانوں کو حقیر سمجھنا: 238

(6)کسی مسلمان کا مذاق اڑانا: 238

(7)کسی مسلمان سے دشمنی ظاہر کرنا: 239

(8)غداری کرنا: 239

(9)احسان جتلانا: 242

(10)حسد: 243

(11)دھوکہ دہی: 244

(12)دغابازی: 245

(13)اللہ کے سوا کسی اور وجہ سے غصہ کرنا: 246

(14)مسلمانوں کے متعلق بُرا گمان رکھنا: 248

(15)دورُخا ہونا: 249

(16)ظلم: 249

(17)قول وفعل میں تضاد: 252

(18)دوسروں کو دکھانے کیلئے اپنا تزکیہ کرنا: 253

(19)لالچ اور بخیلی: 258

(20) قطع تعلق اور دشمنی: 259

(21) گالی دینا اور لعنت کرنا: 260

(22) چھوٹے گناہوں کو کر گزرنا: 264

(23) مطالبہ کے باوجود ایک امیر آدمی کا کسی کے حق کو ادا نہ کرنا: 265

(24) بری ہمسائیگی: 267

(25) خیانت: 269

(26) غیبت اور بہتان: 270

(27) چغل خوری: 274

(28) قطع رحمی کرنا: 275

(29) ریاکاری اور تسمیع: 277

(30) تکبر اور خود ستائشی: 287

بحث و تمحیص کے آداب 290

(1) تعلیم و تدریس کے آداب: 291

(2) آدابِ خطبہ: 300

(3) بحث و مباحثہ کے آداب: 302

ان اجنبیوں پر اللہ کی رحمت ہو جو اس چیز کی اصلاح کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا ہو گا 311

تمہید

ہر انسان کی شخصیت کے دو اجزاء ہوتے ہیں: ایک عقلیہ اور دوسرا نفسیہ۔ جسمانی خدوخال اور شکل و وجاہت یا ایسی کسی اور چیز کا انسان کی شخصیت میں کوئی عمل دخل نہیں۔ یہ سب ظاہری چیزیں ہیں۔ چنانچہ یہ نہایت سطحی بات ہو گی کہ اگر کوئی یہ گمان کرے کہ انسانی شخصیت میں ان چیزوں کا کوئی عمل دخل ہے یا یہ شخصیت پر اثرانداز ہوتی ہیں۔

عقلیہ اشیاء کی معرفت کا ذریعہ ہے، یعنی یہ اس قاعدے یا پیمانے کے مطابق کسی چیز پر حکم لگانا ہے جس پر انسان ایمان رکھتا ہو اور بھروسہ کرتا ہو۔ اگر حکم لگانے کے سلسلے میں اشیاء کے متعلق اس کی سمجھ کی بنیاد اسلامی عقیدہ ہو تو اس کی عقلیہ ایک اسلامی عقلیہ ہو گی۔

نفسیہ انسان کا اپنی جبلّتوں اور جسمانی حاجات کو پورا کرنے کے طریقے کا نام ہے۔ یعنی نفسیہ وہ انداز ہے کہ جس سے انسان اُس معیار کے مطابق اپنی جبلّتوں اور عضویاتی حاجات کو پورا کرتا ہے، جس پر وہ اعتقاد رکھتا ہے اور یقین کرتا ہے۔ اگر وہ اپنی جبلّتوں اور جسمانی حاجات کو اسلامی عقیدے کی بنیاد پر پورا کرے تو اس کی نفسیہ اسلامی نفسیہ ہو گی اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کی نفسیہ اسلامی نفسیہ کی بجائے کوئی اور نفسیہ ہو گی۔

اگر ایک شخص اپنی عقلیہ اور نفسیہ کیلئے ایک ہی معیار اختیار کرتا ہے تو اس کی شخصیت ایک منفرد اور باضابطہ شخصیت بن جاتی ہے۔ اگر اس کی عقلیہ اور نفسیہ کی بنیاد اسلامی عقیدہ ہے تو اس کی شخصیت اسلامی شخصیت ہے۔ اگر ایسا نہیں تو اس کی شخصیت ایک اسلامی شخصیت کی بجائے کوئی اور شخصیت ہے۔

لہٰذا یہ کافی نہیں کہ صرف انسان کی عقلیہ ہی اسلامی ہو، اور وہ اشیا اور اعمال کے متعلق احکامِ شریعت کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہو، حلال اور حرام کو جانتا ہو، اس کی فکر اور آگاہی میں پختگی ہو، وہ ایک مضبوط اور مؤثر انداز میں اپنے موقف کو بیان کر سکتا ہو اور واقعات کا ٹھیک ٹھیک تجزیہ کر سکتا ہو۔ صرف یہ کافی نہیں کیونکہ اس کیلئے لازم ہے کہ اس کی نفسیہ بھی اسلامی ہو یعنی وہ اپنی جبلّتوں اور عضویاتی حاجات کو اسلام کے مطابق پورا کرے، وہ نماز ادا کرے، روزہ رکھے، اپنے آپ کو پاک صاف کرے، حج ادا کرے، حلال عمل کرے اور

حرام سے اجتناب کرے۔ وہ ویسا بننے کی کوشش کرے جیسا بننا اللہ کو پسند ہے، ان فرائض کی ادائیگی کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرے جو اللہ نے اس پر عائد کیے ہیں اور وہ نافلہ اعمال کا شوقین ہو تاکہ وہ مزید اللہ کے نزدیک ہو سکے۔ حالات و واقعات کے متعلق اس کا رویہ حق پر مبنی اور مخلصانہ ہو، وہ معروف کا حکم دے اور منکر سے منع کرے، اللہ کی خاطر محبت کرے اور اللہ ہی کی خاطر نفرت کرے اور لوگوں کے ساتھ حسنِ خلق سے پیش آئے۔

اسی طرح یہ بھی کافی نہیں کہ ایک شخص کی نفسیہ تو اسلامی ہو جبکہ اس کی عقلیہ اسلامی نہ ہو۔ اللہ کی عبادت میں جہالت اور لا علمی انسان کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس دن روزہ رکھ لے جس دن روزہ رکھنا حرام ہے اور اس وقت نماز ادا کرے جس وقت نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ ممکن ہے کہ وہ جب کسی کو منکر کرتا دیکھے تو اس کا محاسبہ کرنے اور اسے منع کرنے کی بجائے وہ محض لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہنے پر اکتفا کرے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سود کا لین دین کرے اور اسے اس خیال سے صدقہ کر دے کہ اس عمل سے وہ اللہ کا قرب حاصل کر رہا ہے حالانکہ وہ دراصل گناہوں کی دلدل میں ڈوبا ہوا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ برا عمل کر رہا ہو جبکہ وہ گمان کرتا ہو کہ وہ کوئی نیک عمل سرانجام دے رہا ہے، اور وہ اپنی جبلّتوں اور عضویاتی حاجات کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے برخلاف پورا کرے۔

شخصیت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ اس کی عقلیہ اسلامی نہ ہو، تاکہ اسے ان احکامات کا علم ہو جن پر عمل کرنا اس کے لیے لازم ہے اور وہ شریعت کے متعلق اپنے علم میں حتی المقدور اضافہ کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی نفسیہ اسلامی ہو، وہ اسلام کے احکامات پر کاربند ہو نہ کہ وہ صرف انہیں جانتا ہو۔ وہ تمام تعلقات میں ان احکامات کا انطباق کرے خواہ اس کا یہ تعلق خالق کے ساتھ ہو یا خود اس کے اپنے ساتھ اور یا پھر دوسرے انسانوں کے ساتھ۔ اور یہ اس انداز سے ہونا چاہیے جو اللہ کو پسند ہے اور جس سے اللہ راضی ہوتا ہے۔

جب ایک شخص اپنی عقلیہ اور نفسیہ کو اسلام کے ضبط میں لے آتا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اسلامی شخصیت کا حامل ہے جو اسے لوگوں کے ہجوم میں بھی خیر کی طرف دھکیلتی ہے اور وہ اللہ کی خاطر کسی ملامت گر کی پرواہ نہیں کرتا۔

تاہم اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے کوئی لغزش نہیں ہو سکتی یا وہ راہِ حق سے کوئی انحراف نہیں کر سکتا۔ یہ لغزش اس کی شخصیت پر اثر انداز نہیں ہوتی جب تک کہ یہ استثنائی صورت حال ہو، نہ کہ روز مرہ کا معمول۔ کیونکہ انسان فرشتہ نہیں ہے، وہ خطا کرتا ہے اور مغفرت طلب کرتا ہے، توبہ کرتا ہے اور اپنی تصحیح کرتا ہے اور اللہ کے فضل و ہدایت پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہے۔

جوں جوں انسان اپنی عقلیہ کو تعمیر کرنے کیلئے اسلامی علم و ثقافت میں اضافہ کریگا اور جوں جوں وہ اپنی نفسیہ کو مضبوط بنانے کیلئے نافلہ اعمال میں اضافہ کرے گا، توں توں وہ رفعت و بلندی کے زینے پر چڑھتا جائے گا۔ نہ صرف وہ اس راستے پر محکم ہو جائے گا بلکہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقام کی طرف گامزن رہے گا۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی زندگی کو ٹھیک بنیادوں پر استوار کرتا ہے اور بطورِ مومن آخرت کے لیے کوشش کرتا ہے، وہ مسجد کے محراب سے منسلک ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ میدان جہاد کا ہیرو بھی ہوتا ہے۔ وہ اعلیٰ صفات کا حامل ہوتا ہے اور خالقِ کائنات باری تعالیٰ کی بندگی کرتا ہے۔

اس کتاب میں ہم تمام مسلمانوں کیلئے بالعموم اور حاملینِ دعوت کیلئے بالخصوص، اسلامی نفسیہ کے لازمی عناصر بیان کر رہے ہیں تاکہ خلافت کے قیام کیلئے کوشش کے دوران ایک حاملِ دعوت کی زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو، اس کا دل اللہ کے تقویٰ سے معمور ہو اور اس کے قدم اچھے اعمال کی طرف جلدی کریں۔ وہ قرآن کی تلاوت کرے اور اس پر عمل کرے، اللہ اور اس کے رسول اسے محبت کرے، اس کی محبت اور نفرت اللہ کی خاطر ہو، وہ اللہ کی رحمت کا امیدوار ہو اور اس کے عذاب سے ڈرنے والا ہو، وہ مصیبتوں پر صبر کرنے والا اور آخرت کے اجر کا طلب گار ہو، وہ مخلص اور اللہ پر بھروسہ کرنے والا ہو، وہ بلند پہاڑوں کی مانند حق پر ثابت قدم رہے۔ وہ مومنین کے ساتھ نرم و حلیم اور مہربان جبکہ کفار کے خلاف سخت اور مضبوط ہو اور اللہ کی خاطر کسی کی پرواہ نہ کرے۔ وہ اچھے اخلاق کا مالک ہو، وہ گفتار میں نرم جبکہ دلیل میں قوی ہو، وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے، وہ دنیا میں زندگی گزارے اور کام کرے لیکن اس کی آنکھیں ہر وقت اس جنت کی طرف لگی ہوں جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے اور جو اللہ نے اپنے متقی بندوں کیلئے تیار کر رکھی ہے۔

اس موقع پر ہم حاملینِ دعوت، خاص طور پر وہ لوگ جو خلافتِ راشدہ کے دوبارہ قیام کے ذریعے دنیا پر اسلامی زندگی کے از سرِ نو آغاز کیلئے کام کر رہے ہیں، کو اس میدانِ کارزار کی طرف متوجہ کرنا چاہیں گے جس میں وہ اس وقت سرگرمِ عمل ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کی موجوں کے تھپیڑوں میں گھرے ہوئے ہیں، اگر وہ دن رات اللہ کی قربت میں نہ ہوں تو پھر کس طرح وہ اس

اژدھام میں رستہ بنائیں گے؟ کس طرح وہ اس ہدف تک پہنچیں گے جس تک وہ پہنچنا چاہتے ہیں؟ کس طرح وہ بلند سے بلند تر ہو سکیں گے؟ کس طرح؟ کس طرح؟

آخر میں حاملینِ دعوت کو چاہیے کہ وہ اِن دو روشن احادیث پر غور کریں، جو اُن کے راستے کو منور کریں گی تاکہ وہ اپنے اہداف کو حاصل کر سکیں اور اپنے قدموں کی رفتار تیز کر سکیں:

اول:

«أول دينكم نبوة ورحمة ثم خلافة على منهاج النبوة... ثم تعود خلافة على منهاج النبوة»

''دین کا آغاز نبوت اور رحمت تھا پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہو گی... اور پھر دوبارہ نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت واپس لوٹے گی''۔

یہ حدیث اس بات کی بشارت دے رہی ہے کہ اللہ کے حکم سے خلافت دوبارہ لوٹے گی۔ لیکن اس کا لوٹنا اولین خلافت یعنی اصحابِ رسول ﷺ کی خلافتِ راشدہ کی مثل ہو گا۔ پس جو کوئی اس خلافت کے دوبارہ قیام کا مشتاق ہے اور اسے دیکھنے کا متمنی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ایک مومن کی مانند اس کیلئے کوشش کرے تاکہ وہ اصحابِ رسول ﷺ کی مانند بن جائے یا ویسا بننے کی کوشش کرے۔

دوم:

إن الله سبحانه قال: من أهان لي ولياً فقد بارزني في العداوة، ابن آدم لن تدرك ما عندي إلا بأداء ما افترضته عليك، ولا يزال عبدي يتحبب إلي بالنوافل حتى أحبه، فأكون قلبه الذي يعقل به، ولسانه الذي ينطق به، وبصره الذي يبصر به، فإذا دعاني أجبته، وإذا سألني أعطيته، وإذا استنصرني نصرته، وأحب عبادة عبدي إلي النصيحة» أخرجه الطبراني في الكبير.

بے شک اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میرے دوست کی اہانت کی اس نے مجھے عداوت کا چیلنج دیا۔ اے ابن آدم! جو باتیں میں نے تجھ پر فرض کی ہیں تو انہیں پورا کیے بغیر وہ حاصل نہیں کرے گا جو میرے پاس ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پھر میں اس کا قلب بن جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے، زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، نظر بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ پس جب وہ مجھے پکارتا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں، جب وہ مجھ سے کوئی چیز طلب کرتا ہے میں عطا کرتا ہوں، جب وہ میری مدد کا خواستگار ہوتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا

ہوں اور میرے بندے کی جو عبادت مجھے سب سے محبوب ہے وہ مخلص نصیحت ہے"۔(طبرانی نے الکبیر میں اس حدیث کو روایت کیا)

یہ حدیث اللہ کی فتح اور اللہ کی مدد و نصرت کے راستے کو واضح کرتی ہے یعنی اللہ کا قرب اختیار کرنا اور اس کی مدد کا خواستگار ہونا۔ وہ قوی اور عزیز ہے، جس کی وہ مدد کرتا ہے اسے کوئی رسوا نہیں کر سکتا اور جسے وہ رسوا کر دے اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں کے قریب ہے جب وہ اسے پکارتے ہیں، وہ ان کے سوال کا جواب دیتا ہے۔ وہ غالب ہے اپنے بندوں پر حاوی ہے اور جاننے والا اور مہربان ہے۔

پس اے بھائیو! اللہ کی رضا، اس کی مغفرت، جنت، اللہ کی نصرت اور دنیا و آخرت میں فلاح کے حصول کی طرف جلدی کرو۔

﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾

"رغبت کرنے والوں کو اسی کی رغبت کرنی چاہیے"۔(المطففین:26)

ooo

شریعت کے التزام میں جلدی کرنا

● اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَسَارِعُوٓا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾

”اور اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو، جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے“۔(آل عمران:133)

● اور فرمایا:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۞ وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُونَ ۞﴾

”مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے لوگ ہی مراد کو پہنچنے والے ہیں“۔(النور:51-52)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًا مُّبِينًا﴾

”اور کسی مومن مرد یا مومن عورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا“۔(الاحزاب:36)

● اور ارشاد ہوا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيمًا﴾

''(اے محمد ﷺ) آپ کے رب کی قسم! یہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک یہ آپ کو اپنے تمام باہمی اختلافات میں فیصلہ کرنے والا نہ بنالیں، پھر جب آپ فیصلہ کر دیں تو یہ اپنے اندر کوئی گرانی محسوس نہ کریں، بلکہ اس فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں''۔ (النساء:65)

● اور ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوٓا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾

''مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہلِ خانہ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جس پر تُند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔ اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور اسے پورا کرتے ہیں''۔ (التحریم:6)

● اور فرمایا:

﴿فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۞ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰى ۞ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيٓ أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ۞ قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۞﴾

''پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہو گا اور نہ تکلیف میں مبتلا ہو گا۔ اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا، میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (اللہ) فرمائے گا: ایسا ہی (ہونا چاہیے) تھا تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تُو نے انہیں بھلا دیا اسی طرح آج ہم بھی تجھے بھلا دیں گے''۔ (طٰہٰ:123-126)

● اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«بادروا بالأعمال فتناً كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمناً ويمسي كافراً، ويمسي مؤمناً ويصبح كافراً يبيع دينه بعرض من الدنيا» رواه مسلم عن أبي هريرة.

’’اچھے اعمال کے ذریعے فتنے کا پیشگی مقابلہ کرو جو اندھیری رات کے ٹکڑے کی مانند ہوں گے (اس وقت) ایک شخص صبح ایمان والا ہوگا اور شام کو کافر، یا وہ شام کو ایمان والا ہوگا اور صبح کو کافر اور وہ دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ دے گا‘‘۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

اللہ کی مغفرت اور جنت کی طرف لپکنے والے لوگ رسول اللہ ﷺ اور اس کے بعد کے ادوار میں موجود تھے۔ اور امت میں آج بھی ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جنھوں نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا اور اللہ کی خوشنودی کے عوض اپنی جان کا سودا کر دیا۔

- اور ایک متفق علیہ حدیث میں جابرؓ سے مروی ہے:

«قال رجل للنبي يوم أحد: أرأيت إن قتلت فأين أنا؟ قال: في الجنة فألقى تمرات في يده ثم قاتل حتى قتل»

’’ایک شخص نے اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: "اگر میں مارا گیا تو میں کدھر جاؤں گا‘‘ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ’’جنت میں‘‘، پس اس شخص نے کھجوریں اپنے ہاتھ سے پھینک دیں اور لڑائی میں کود گیا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا‘‘۔

- اور مسلم نے انسؓ سے روایت کیا:

: «فانطلق رسول الله وأصحابه حتى سبقوا المشركين إلى بدر وجاء المشركون، فقال رسول الله : قوموا إلى جنة عرضها السماوات والأرض، قال يقول عمير بن الحمام الأنصاري: يا رسول الله جنة عرضها السماوات والأرض؟ قال: نعم، قال بخ بخ، فقال رسول الله : ما يحملك على قول بخ بخ؟ قال: لا والله يا رسول الله إلا رجاءة أن أكون من

’’رسول اللہ ﷺ اور صحابہ مشرکین سے قبل بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ جب مشرکین پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے (اپنے صحابہؓ) سے کہا: اس جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔ عمیر بن الحمام الانصاری نے (تعجب سے) کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ جنت جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ عمیر نے کہا: کیا عجب بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کس وجہ سے تم نے ایسا کہا، اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم میں نے ایسا صرف اس وجہ

أهلها، قال فإنك من أهلها، فأخرج تمرات من قرنه، فجعل يأكل منهن، ثم قال: لئن أنا حييت حتى آكل تمراتي هذه إنها لحياة طويلة، قال: فرمى بما كان معه من التمر، ثم قاتلهم حتى قتل».

سے کہا کہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ میں بھی جنت کے مکینوں میں سے ہوں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم جنت کے مکینوں میں سے ہو۔ عمیر نے اپنے توشے میں سے کچھ کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے۔ پھر انہوں نے اپنے آپ سے کہا: اگر میں ان کھجوروں کے ختم ہونے تک زندہ رہا تو بے شک یہ ایک طویل عمر ہوگی۔ پس آپ نے اپنے ہاتھ سے باقی کھجوریں پھینک دیں اور کفار سے لڑنا شروع کر دیا اور یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے"۔

- انسؓ سے ایک متفق علیہ حدیث مروی ہے:

«غاب عمي أنس بن النضر عن قتال بدر، فقال يا رسول الله غبت عن أول قتال قاتلت المشركين، لئن الله أشهدني قتال المشركين، ليرين الله ما أصنع، فلما كان يوم أحد، وانكشف المسلمون، قال: اللهم إني أعتذر إليك مما صنع هؤلاء يعني الصحابة، وأبرأ إليك مما صنع هؤلاء يعني المشركين، ثم تقدم فاستقبله سعد بن معاذ، فقال: يا سعد بن معاذ الجنة ورب النضر إني أجد ريحها من دون أحد، قال سعد فما استطعتُ يا رسول الله ما صنع، قال أنس: فوجدنا به بضعاً وثمانين ضربة بالسيف أو طعنة برمح أو رمية بسهم، ووجدناه قد قتل، وقد مثل به المشركون، فما عرفه أحد إلا

"میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر میں شامل نہ تھے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس پہلی جنگ میں حاضر نہ تھا جو آپ نے مشرکین کے خلاف لڑی۔ اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے خلاف دوسری جنگ دیکھنے کا موقع دیا تو میں اللہ کو اپنی بہادرانہ لڑائی دکھاؤں گا۔ اُحد کے دن جب مسلمانوں نے منہ پھیرا اور بھاگے تو انس بن نضر نے کہا: اے اللہ میں تیرے سے ان کی مغفرت طلب کرتا ہوں جو اِن لوگوں یعنی صحابہ نے کیا اور میں اس سے بری ہوں جو ان لوگوں یعنی مشرکین نے کیا۔ جب وہ آگے بڑھے تو ان کی ملاقات سعد بن معاذؓ سے ہوئی۔ انسؓ نے کہا: اے سعد! جنت۔ نضر کے رب کی قسم، مجھے اُحد کی طرف سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ بعد میں سعد نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں وہ نہیں کر سکتا جو انس نے کر دکھایا۔ ہم نے دیکھا انس بن نضر کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسّی زخم تھے۔ ہمیں وہ اس حالت میں ملے کہ انہیں قتل کیا گیا تھا۔ مشرکین نے ان کے جسم کو اس برے طریقے سے مَسل دیا تھا کہ صرف ان کی بہن نے

أخته ببنانه» قال أنس كنا نرى أو نظن أن هذه الآية نزلت فيه وفي أشباهه ﴿**مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ**﴾	انہیں ان کی انگلیوں سے پہچانا۔ انس (راوی) بیان کرتے ہیں: ہم یہ سوچا کرتے تھے کہ یہ آیت انس بن نضر اور ان جیسے دیگر لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے ''مومنین میں سے ایسے لوگ ہیں، جنہوں نے جو عہد اللہ سے کیے تھے انہیں سچا کر دکھایا''۔ (الاحزاب: 23)

- بخاری نے ابو سروعۃ سے روایت کیا:

«صليت وراء النبي بالمدينة العصر فسلم، ثم قام مسرعاً، فتخطى رقاب الناس إلى بعض حجر نسائه، ففزع الناس من سرعته، فخرج عليهم، فرأى أنهم قد عجبوا من سرعته فقال: ذكرت شيئاً من تبر عندنا، فكرهت أن يحبسني، فأمرت بقسمته»	''میں نے عصر کی نماز مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی امامت میں ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپؐ جلدی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنوں کے درمیان میں گزرتے ہوئے اپنی ازواج کے حجروں میں سے ایک حجرے کی طرف لپکے۔ لوگ آپؐ کی اس سرعت پر پریشان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ آپؐ کی اس عجلت پر حیران ہیں، پس آپؐ نے ان سے فرمایا: مجھے یاد آیا کہ میرے پاس گھر میں سونے کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا ہے اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ اللہ کی عبادت سے میری توجہ پھیر دے، لہٰذا میں نے اسے صدقہ میں تقسیم کرنے کا حکم دیا''۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

«كنت خلفت في البيت تبراً من الصدقة، فكرهت أن أبيته»	''مالِ صدقہ میں سے میرے پاس گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا بچ گیا اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ میرے پاس پڑا رہے''۔

یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کو اس کام کو پورا کرنے کی طرف جلدی کرنی چاہیے جو اللہ نے ان پر فرض کیا ہے۔

- بخاری نے البراءؓ سے روایت کیا:

«لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوُجِّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ وَصَلَّى مَعَهُ رَجُلٌ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنْ الأَنصارِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ قَدْ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَانْحَرَفُوا وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلاةِ الْعَصْرِ»

''جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو انہوں نے سولہ یا سترہ ماہ تک نماز کیلئے بیت المقدس کی طرف رخ کیا۔ آپ ؐ کی خواہش تھی کہ وہ (نماز کے لئے) کعبہ کی طرف منہ کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''بے شک ہم آسمان کی طرف آپ ؐ کا منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں، پس ہم اسی قبلے کی طرف آپ ؐ کو منہ کرنے کا حکم دینگے، جس کو آپ ؐ پسند کرتے ہیں'' (البقرہ:144) پھر جب آپ ؐ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا تو ایک شخص آپ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ پھر وہ شخص باہر نکلا اور اس کا گزر انصار کے گروہ پر ہوا۔ اس شخص نے کہا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور انہیں کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔ پس وہ سب عصر کی نماز کے دوران حالتِ رکوع میں ہی کعبہ کی طرف پھر گئے''۔

- بخاری نے ابن ابی اوفیٰ سے روایت کیا:

«أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ لَيَالِيَ خَيْبَرَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَقَعْنَا فِي الْحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ فَانْتَحَرْنَاهَا فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُورُ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْفِئُوا الْقُدُورَ فَلا تَطْعَمُوا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ شَيْئًا قَالَ عَبْدُ اللهِ فَقُلْنَا إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لأَنَّها لَمْ تُخَمَّسْ قَالَ وَقَالَ آخَرُونَ حَرَّمَهَا أَلْبَتَّةَ وَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَرَّمَهَا أَلْبَتَّةَ»

''غزوہ خیبر کی راتوں میں ہم شدید بھوک کی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ خیبر کے دن ہمیں کچھ پالتو خچر ملے، پس ہم نے انہیں ذبح کر لیا۔ جب برتن جوش مارنے لگے تو رسول اللہ ﷺ کے منادی دینے والے نے ہمیں یہ منادی دی کہ اپنی ہانڈیاں الٹ دو اور گدھے کے گوشت میں سے کچھ مت کھاؤ۔ عبداللہ بیان کرتے ہیں: ہم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وجہ سے گوشت کھانے سے منع فرمایا کیونکہ اس (مالِ غنیمت) میں سے خمس الگ نہیں کیا گیا تھا، انہوں نے فرمایا کہ آپ ؐ نے گدھے کو حرام قرار دے دیا۔ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ ؐ نے اسے مطلقاً حرام قرار دے دیا تھا''۔

● بخاری نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا:

«كُنْتُ أَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ الأَنْصَارِيَّ وَأَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ شَرَابًا مِنْ فَضِيخٍ وَهُوَ تَمْرٌ فَجَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا أَنَسُ قُمْ إِلَى هَذِهِ الْجِرَارِ فَاكْسِرْهَا قَالَ أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلَى مِهْرَاسٍ لَنَا فَضَرَبْتُهَا بِأَسْفَلِهِ حَتَّى انْكَسَرَتْ».

''میں، ابو طلحہ الانصاری، ابو عبیدہ بن الجراح اور ابی بن کعب کو شراب پیش کر رہا تھا جو کہ کچی اور پکی کھجوروں سے تیار کی گئی تھی۔ جب آنے والا آیا اور کہا: بے شک شراب حرام قرار دے دی گئی تو ابو طلحہ نے کہا: اے انس اٹھو اور اس گھڑے کو توڑ ڈالو۔ میں اٹھا اور ایک نوکیلا پتھر پکڑا اور گھڑے کے نچلے حصے پر مارا اور اسے توڑ دیا''۔

● بخاری نے عائشہؓ سے روایت کیا:

«وَبَلَغَنَا أَنَّهُ لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى أَنْ يَرُدُّوا إِلَى الْمُشْرِكِينَ مَا أَنْفَقُوا عَلَى مَنْ هَاجَرَ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ وَحَكَمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ لَا يُمَسِّكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ أَنَّ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَيْنِ».

''ہم تک یہ بات پہنچی کہ جب اللہ نے یہ حکم نازل کیا کہ وہ مشرکین کو وہ واپس کر دیں جو مشرکین نے ان کی بیویوں پر خرچ کیا جنہوں نے ہجرت کی اور مسلمان غیر مسلم عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھیں تو عمر نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دے دی''۔

● بخاری نے عائشہؓ سے روایت کیا:

«يرحم الله نساء المهاجرات الأُوَل، لمـّا أنزل الله ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ شَقَقْنَ مروطهنّ فاختمرن بها».

''اللہ مہاجر عورتوں پہ رحمت نازل کرے، جب اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ: ''اور وہ اپنی اوڑھنیوں کو اپنے سینوں پر ڈال لیں'' (النور: 31) تو ان (مہاجر عورتوں) نے اپنے تہبندوں میں سے پھاڑ کر اپنے آپ کو ان سے چھپا لیا''۔

● ابوداؤد نے صفیہ بنت شیبہ سے روایت کیا، اور انہوں نے عائشہؓ سے یہ حدیث روایت کی:

«أنها ذكرت نساء الأنصار فأثنت عليهن وقالت لهن معروفاً، وقالت: لمّا نزلت سورة النور عَمِدْنَ إلى حجورٍ فشققنهن فاتخذنه خُمُراً».

''آپ (عائشہؓ) نے انصار کی عورتوں کا ذکر کیا،ان کی تعریف کی اور ان کے لیے اچھے الفاظ کہے اور فرمایا: جب سورۃ النور نازل ہوئی تو انہوں نے اپنے پردوں کو پھاڑ کر اس سے سر کی اوڑھنیاں بنالیں''۔

- ابنِ اسحاق نے بیان کیا:

وقَدِمَ على رسول الله الأشعث بن قيس في وفد كِنْدة. فحدثني الزهري أنه قدم في ثمانين راكباً من كندة، فدخلوا على رسول الله مسجدَه، قد رجّلوا جُمَمَهم (جمع جُمَّة وهي شعر الرأس الكثيف) وتكحَّلوا، عليهم جُبَبُ الحِبَرَة قد كفَّفوها بالحرير. فلما دخلوا على رسول الله قال لهم: «ألم تسلموا؟ » قالوا: بلى. قال: «فما بال هذا الحرير في أعناقكم؟» قال: فشقُّوه منها فألقَوْه.

''اشعث بن قیس بنو کِندہ کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، زُہری نے مجھے بتایا کہ وہ بنو کندہ کے اسّی سواروں کے ساتھ آیا تھا۔ جب وہ مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے تو ان کے بال لمبے تھے اور انہوں نے آنکھوں میں سرمہ لگار کھا تھا اور انہوں نے جبے پہن رکھے تھے جن کے کنارے ریشم کے تھے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے ان سے فرمایا: «**ألم تسلموا؟**» کیا تم لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں: آپؐ نے پوچھا: «**فما بال هذا الحرير في أعناقكم؟**» تو پھر یہ ریشم تمہاری گردنوں کے گِرد کیوں ہے؟ پس انہوں نے ریشم کو پھاڑ کر پھینک دیا''۔

- ابن جریر نے ابو بریدہ سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا:

بينا نحن قعود على شراب لنا ونحن على رملة ونحن ثلاثة أو أربعة، وعندنا باطية لنا ونحن نشرب الخمر حِلاًّ إذ قمت حتى آتي رسولَ الله فأسلم عليه إذ نزل تحريم الخمر ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ

''ہم تین یا چار لوگ ریت پر بیٹھے ہوئے تھے، اور ہمارے سامنے شراب کا برتن تھا جس سے ہم حلال شراب پی رہے تھے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ اس موقع پر شراب کی حرمت کی یہ آیات نازل ہوئیں ''اے ایمان والو! خمر اور میسر'' سے لے کر ''تو کیا تم باز آؤ گے'' تک یہ دو آیتیں۔ آپؐ اپنے صحابہؓ کے پاس آئے اور ان

وَالْمَيْسِرُ﴾ إلى آخر الآيتين ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾. فجئت إلى أصحابي فقرأتها عليهم إلى قوله ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾. قال: وبعض القوم شربته في يده قد شرب بعضها وبقي بعض في الإناء، فقال بالإناء تحت شفته العليا، كما يفعل الحجّام، ثم صبّوا ما في باطيتهم فقالوا: انتهينا ربَّنا).

کے سامنے یہاں تک تلاوت فرمائی: ''تو کیا تم باز آؤ گے'' اس وقت کچھ لوگوں نے اپنے ہاتھوں میں شراب اٹھا رکھی تھی جس کا کچھ حصہ وہ پی چکے تھے جب کہ کچھ ابھی باقی تھا، وہ اسے اپنے اُوپرے ہونٹ تک اٹھاتے جیسا کہ سینگی لگانے والا کرتا ہے۔ پھر انہوں نے برتن میں جو شراب باقی تھی اسے ضائع کر دیا اور کہا: ''اے اللہ ہم باز آئے''۔

- حنظلہ بن عامرؓ، غسیلِ ملائکہ نے اُحد کی جنگ کے موقع پر جب منادی سنی تو فوراً اس ندا پر لبیک کہا اور وہ اُحد کے دن شہید ہو گئے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اس شخص کو ملائکہ غسل دے رہے ہیں۔ اس کے گھر والوں سے پوچھو ایسا کیوں ہے۔ پس اس کی بیوی سے حنظلہؓ کے متعلق پوچھا گیا اور وہ اس رات حنظلہؓ کی دلہن تھیں۔ اس نے بتایا: حنظلہؓ نے جب منادی سنی تو وہ فوراً نکل کھڑے ہوئے جبکہ وہ حالتِ جنابت میں تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ اسے فرشتے غسل دے رہے ہیں۔

- امام احمد نے رافع بن خدیجؓ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیداوار کے تیسرے یا چوتھے حصے یا غذا کے بدلے کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ پھر ایک دن میرے رشتہ داروں میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کر دیا ہے۔ یہ سودا ہمارے لیے نفع کا باعث تھا مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہمارے لیے زیادہ نفع بخش تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم پیداوار کے تیسرے یا چوتھے حصے یا غذا کے بدلے زمین کاشت کریں۔ اور زمین کے مالک کو حکم دیا کہ وہ زمین کو کاشت کرے یا کسی اور کو دے دے جو اسے کاشت کرے اور آپ نے ہمارے طریقۂ کاشت اور اس جیسی دیگر صورتوں کو ناپسند فرمایا۔

ooo

باب نمبر 2

قرآن کے ساتھ مضبوط تعلق

قرآنِ کریم اللہ کا کلام ہے جس کے الفاظ اور معانی اللہ کی طرف سے اپنے رسول محمد ﷺ پر جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نازل کیے گئے۔ اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے اور یہ قرآن معجزہ ہے جو متواتر روایات کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، ارشاد ہے:

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾

"باطل اس میں نہ آگے سے داخل ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، اسے سب سے دانا اور قابلِ تعریف نے نازل کیا"۔ (فصّلٰت: 42)

- اور اللہ تعالٰی نے خود قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ﴾

"بلاشبہ ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔ (الحجر: 9)

قرآن سے نفس کو زندگی ملتی ہے اور قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو لوگوں کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جاتی ہے۔ جس نے قرآن کے مطابق بات کی اس نے حق بات کی اور جس نے اس پر عمل کیا وہ فلاح پا گیا۔ جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے عدل کیا اور جس نے اس کی طرف دعوت دی اس نے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔

یہ مومنین کی غذا ہے اور کتنی عمدہ غذا ہے۔ حاملِ دعوت کے لیے تو یہ اور زیادہ اہم ہے، جس سے وہ اپنے دل کو معمور کرتا ہے اور جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو مضبوط بناتا ہے۔ قرآن کا حامل شخص بلند پہاڑوں کی مانند ہو جاتا ہے جس کیلئے اللہ کی راہ کے مقابلے میں دنیا بے وقعت ہوتی ہے۔ وہ حق بات کہتا ہے اور اللہ کی خاطر کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ جو ہوا کے تھپیڑوں کا سامنا کرنے سے

قاصر تھا، قرآن کی وجہ سے وہ اللہ کی نظر میں اُحد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے، اس کی زبان اس کی تلاوت سے تر ہوتی ہے اور اس کی انگلیاں اس کی گواہی دیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ دنیا میں ایسے ہی تھے گویا کہ وہ چلتے پھرتے قرآن ہیں، وہ اس کی آیات پر غور کرتے اور اس کی تلاوت اس طرح کرتے تھے جیسے کرنی چاہیے، وہ اس پر عمل کرتے اور اس کی طرف دعوت دیتے تھے۔ وہ جب ان آیات کی تلاوت کرتے جن میں عذاب کا بیان ہوتا تو ان کے دل دہل جاتے اور وہ ان آیات پر خوش ہوتے تھے جو اللہ کی رحمت سے متعلق ہیں۔ اللہ کی عظمت و کبریائی کے سبب ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور وہ اللہ کے ان احکامات اور حکمت کے سامنے سرنگوں ہو جاتے، جو رسول اللہ ﷺ انہیں پہنچاتے تھے۔ قرآن کی آیات ان کے قلوب کی گہرائیوں میں اتر جاتیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مضبوط تھے اور لوگوں کے رہنما بنے اور انہیں سعادت و کامرانی عطا کی گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ اس جہان سے **اعلیٰ عِلّیّین** کی طرف کوچ فرما گئے تو صحابہ بدستور قرآن پر عمل کرتے رہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں ہدایت کی تھی۔ پس جن لوگوں نے قرآن کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کا ہراول دستہ تھے اور یہ حاملینِ قرآن، ہر اچھا عمل کرنے میں سب سے آگے تھے اور یہ اللہ کی راہ میں مشکلات و مصائب برداشت کرنے میں بھی سب سے بڑھ کر تھے۔

مسلمانوں کیلئے اور خاص طور پر حاملینِ دعوت کے لیے یہ ضروری ہے کہ قرآن ان کے قلوب کی خوشی ہو، جو انہیں ان کے راستے پر قائم رکھے اور ہر بھلائی کی طرف ان کی رہنمائی کرے اور انہیں ایک بلندی سے دوسرے بلندی کی طرف لے جائے۔ حاملینِ دعوت شب و روز قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، اسے ذہن نشین کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے بہترین اسلاف کے بہترین پیش رو بن جاتے ہیں۔

متعدد آیاتِ کریمہ کے ساتھ ساتھ احادیثِ شریفہ وارد ہوئی ہیں جو قرآن کے نزول، اسے حفظ کرنے، اس سے ہدایت حاصل کرنے، اس کی تلاوت کی قدر و قیمت اور اس کے اندر موجود بے پناہ خیر و بھلائی کے متعلق ہیں۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝﴾

"جسے روح الامین نے آپ کے دل پر نازل کیا تاکہ آپ ﷺ نصیحت کرنے والوں میں سے ہو جائیں"۔(الشعراء:193-194)

- اور ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ﴾

”بلاشبہ ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں“۔(الحجر:9)

- اور فرمایا:

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾

”باطل نہ اس میں آگے سے داخل ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، اسے سب سے دانا اور قابل تعریف نے نازل کیا“۔(فصّلٰت:42)

- اور فرمایا:

﴿ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصّٰلِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا (9) ﴾

”یہ قرآن وہ رستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو، جو نیک عمل کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے اجر عظیم ہے“۔ (الاسرا:9)

- اور فرمایا:

﴿يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتٰبٌ مُبِينٌ ۞ يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۞﴾

”اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا کہ جو کچھ تم کتابِ الٰہی میں سے چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بیان کر دیتا ہے، اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتا ہے۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آگئی جس سے اللہ اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے رستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے“۔(المائدہ:15-16)

- اور فرمایا:

﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۞﴾

”الٓرٰ، یہ کتاب جو ہم نے آپ ؐپر نازل کی تاکہ آپ ؐلوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں، مضبوط اور قابل تعریف رستے کی طرف“۔(ابراہیم:1)

● اور فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۗ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے آرام پاتے ہیں اور سن لو کہ اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے“۔ (الرعد:28)

● اور فرمایا:

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾

”بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے“۔(النساء:82)

● اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه»

”تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے“۔

(بخاری نے یہ حدیث عثمان بن عفانؓ سے روایت کی)

● آپ ؐنے ارشاد فرمایا:

«من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها لا أقول ألم حرف، ولكن ألف حرف، ولام حرف، وميم حرف»

”جس نے کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک اجر ہے اور اس اجر میں دس گنا اضافہ کیا جائے گا۔ میں نہیں کہتا کہ ’الم‘ ایک

حرف ہے بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے“۔

(ترمذی نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا)

● اور ارشاد فرمایا:

«الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة، والذي يقرأ القرآن وهو يتعتع فيه وهو عليه شاق له أجران»

”بیشک جو قرآن ٹھیک ٹھیک پڑھتا ہے وہ مکرم اور بندگی والے فرشتوں کی معیت میں ہوگا۔ اور جو اسے اٹک اٹک کر مشکل سے پڑھتا ہے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے“۔

(مسلم نے ام المومنین عائشہؓ سے اس حدیث کو روایت کیا)

●اور آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

«إن الذي ليس في جوفه شيء من القرآن كالبيت الخرب»

”جس کے دل میں قرآن کا کوئی حصہ نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے“۔

(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور بیان کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

● اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اقرأوا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعاً لصاحبه»

”قرآن کی تلاوت کیا کرو کیونکہ بلاشبہ یہ قیامت کے دن اپنے ساتھی کے لئے شافع بن کر آئے گا“۔

(مسلم نے اسے ابوامامہ باہلیؓ سے روایت کیا ہے)

● اور ارشاد فرمایا:

«القرآن شافع مشفع، وماحل مصدق، من جعله أمامه قاده إلى

”قرآن شفاعت کرنے والا اور شفاعت کا اختیار رکھنے والا ہے اور جو کچھ یہ کہتا ہے وہ حجت ہے۔ جو اسے اپنے سامنے رکھتا ہے یہ اُسے جنت میں

الجنة ومن جعله خلفه ساقه إلى النار»	لے جائے گا اور جو اسے پس پشت ڈالتا ہے اُسے یہ دوزخ میں لے جائے گا"۔

(ابن حبان نے اسے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں جابرؓ اور ابن مسعودؓ سے روایت کیا اور یہ حدیث صحیح ہے)

- اور آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

«إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواماً ويضع به آخرين»	"بے شک اللہ اس کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور کچھ کو پست کرتا ہے"۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابوداؤد اور ترمذی نے یہ صحیح حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق ورتل كما كنت ترتل في الدنيا، فإن منزلتك عند آخر آية تقرؤها».	"صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور (جنت کے درجوں پر) چڑھتا جا۔ اپنی آواز کو مزیّن کر جیسا کہ تو دنیا میں کیا کرتا تھا۔ بے شک جنت میں تیرا درجہ اس آخری آیت پر ہو گا جو تو پڑھے گا"۔

- اور فرمایا:

«إقرأوا القرآن واعملوا به ولا تجفوا عنه ولا تغلوا فيه ولا تأكلوا ولا تستكثروا به»	"قرآن پڑھو اور اس پر عمل کرو، اسے ترک مت کرو، اس میں غلو نہ کرو اور اسے کھانے اور مال بٹورنے کا ذریعہ مت بناؤ"۔

(احمد، طبرانی اور دیگر لوگوں نے اس حدیث کو عبدالرحمن بن شبل سے روایت کیا اور یہ حدیث صحیح ہے)

- اور فرمایا:

«مثل المؤمن الذي يقرأ القرآن مثل الأترجّة طعمها طيب وريحها طيب، ومثل المؤمن الذي لا يقرأ القرآن	"ایک مومن جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال چکوترے کی سی ہے، اس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ بھی خوب ہے۔ اور وہ مومن جو قرآن

مثل التمرة طعمها طيب ولا ريح لها، ومثل المنافق الذي يقرأ القرآن مثل الريحانة ريحها طيب وطعمها مر، ومثل المنافق الذي لا يقرأ القرآن كمثل الحنظلة طعمها مر ولا ريح لها»

نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کی خوشبو کوئی نہیں لیکن ذائقہ اچھا ہے۔ اور ایک منافق جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال نیاز بو کی سی ہے جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور ایک منافق جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال حنظل کی سی ہے جس کی نہ تو خوشبو ہے اور اس کا ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے"۔ (بخاری اور مسلم نے اس حدیث کو ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت کیا)

- اور ارشاد فرمایا:

«تعاهدوا القرآن فوالذي نفس محمد بيده لهو أشد تفلتاً من الإبل في عقلها»

"قرآن کا التزام کرو۔ کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے، قرآن دماغ سے نکل جانے میں اونٹ سے زیادہ تیز ہے"۔ (بخاری اور مسلم نے ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت کیا)

یہ آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ قرآن کی عظمت و منزل کو بیان کرتی ہیں۔ یہ حاملِ قرآن کی عظمت کو بھی بیان کرتی ہیں جو اس میں تدبر کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے دعوت دیتا ہے۔ وہ اس کی تلاوت میں ہمیشگی کرتا ہے اور قرآن اسے خیر کے رستے پر چلنے کے لئے بے پناہ توانائی مہیا کرتا ہے۔ وہ اسے طاق میں سجا کر نہیں رکھ چھوڑتا کہ اس پر مٹی جمتی رہے اور نہ ہی محض اس پر غلاف چڑھا کر تالے میں محفوظ رکھ چھوڑتا ہے، یہاں تک کہ وہ اسے بھول جائے۔ اللہ ہمیں خسارہ پانے والوں میں سے نہ کرے۔ پس اے بھائیو! قرآن سے منسلک ہو جاؤ۔ اس کی تلاوت کی طرف رغبت کرو جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ اس کی آیات میں تدبر کرو جیسا کہ تدبر کرنے کا حق ہے اور اس پر عمل کرو جیسا کہ عمل کرنے کا حق ہے۔ اور اس کا التزام کرو جیسا کہ التزام کرنے کا حق ہے۔ تاکہ تم ذائقے میں عمدہ اور خوشبو میں طیب بن جاؤ۔ پھر تم اس دنیا میں حاملینِ دعوت کی صفِ اول میں ہوگے۔ اور اسی طرح تم جنت کے اعلیٰ ترین درجوں پر پہنچوگے جب تم سے کہا جائے گا: پڑھو اور چڑھتے جاؤ۔ اگر تم ایسا کروگے تو تم عظیم فتح و کامیابی کے مستحق ٹھہروگے اور اللہ کی رضا سب سے بڑھ کر ہے:

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور (اے رسول ﷺ) مومنوں کو بشارت دے دیجئے" (الصف: 13)

○○○

باب نمبر 3

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت

زہری کا قول ہے: ''بندے کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا مطلب ہے، ان کی اطاعت کرنا اور ان کے حکموں کی اتباع کرنا۔'' بیضاوی کا قول ہے: ''محبت اطاعت کے ارادے کا نام ہے''۔ ابن عرفہ نے کہا: ''عرب کی زبان میں محبت کا مطلب ہے کسی چیز کے لیے صحیح طریقے سے ارادہ کرنا'' اور زجاج کا قول ہے: ''انسان کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت سے مراد ہے ان کی اطاعت کرنا اور اللہ کے اوامر اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں اسے تسلیم کرنا''۔

اور اللہ کی اپنے بندوں سے محبت سے مراد ہے انہیں معاف کرنا، ان سے راضی ہونا اور انہیں اجر بخشنا۔ اس کے مطلق بیضاوی نے بیان کیا: ''اللہ تم سے محبت کرتا ہے وہ تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا یعنی وہ تم سے راضی ہو گا'' زھری کا قول ہے: ''اپنے بندوں سے اللہ کی محبت بندوں کے گناہوں کو معاف کرتے ہوئے ان پر رحمت و انعام کرنا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ ''اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا''۔ (آل عمران: 32) یعنی وہ انہیں معاف نہیں کرے گا۔ سفیان بن عُیینہ نے بیان کیا: ''اللہ تم سے محبت کرتا ہے، وہ تمہیں اپنے قریب کرے گا یعنی محبت قربت ہے۔ اللہ کفار سے محبت نہیں کرتا، کے معنی ہیں کہ وہ کفار کو اپنے قریب نہیں کرے گا''۔ بغوی نے بیان کیا: ''مومنین کیلئے اللہ کی محبت یہ ہے کہ وہ ان کی تعریف کرتا ہے، انہیں اجر و ثواب بخشتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف کرتا ہے''۔ جبکہ زجاج کا قول ہے: ''اللہ کی اپنی مخلوقات سے محبت کے معنی ہیں کہ وہ ان سے درگزر کرتا ہے ان پر اپنا انعام اور رحمت کرتا ہے، ان کے گناہوں کو معاف کرتا ہے اور ان کی اچھی تعریف کرتا ہے''۔

تاہم یہاں ہمارا موضوع بندے کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔ اپنے مذکورہ معانی میں یہ محبت فرض ہے۔ چونکہ محبت مختلف میلانوں میں سے ایک میلان ہے جو انسان کی نفسیہ کی تشکیل کرتے ہیں۔ انسان کا میلان یا تو جبلت کی وجہ سے ہوتا ہے جس کا کسی تصور سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ انسان کے اندر ملکیت حاصل کرنے کی طرف پایا جانے والا میلان، زندہ رہنے کی خواہش، عدل کو پسند کرنا، اپنے اہل و عیال سے محبت وغیرہ۔ اسی طرح کچھ ایسے میلانات ہیں جن کا تعلق مفہوم و تصورات سے ہے اور یہ تصورات اس میلان کی نوعیت کا تعین کرتے ہیں، مثال کے طور پر ریڈ انڈین یورپ سے آنے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن انصار اُن لوگوں سے محبت کرتے تھے جنہوں نے ان کی طرف ہجرت کی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا تعلق میلان کی اس قسم سے ہے جسے اللہ سبحانہ نے شریعت کے تصورات سے منسلک کیا ہے، اور اس محبت کو فرض قرار دیا ہے۔ اس کے دلائل اللہ کی کتاب میں سے مندرجہ ذیل ہیں:

- اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾	”اور انسانوں میں سے بعض ایسے ہیں جو غیر اللہ کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اور ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں لیکن جو ایمان والے ہیں وہ (باقی سب چیزوں سے) زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں“۔ (البقرہ:165)

یعنی ایمان والوں کی اللہ سے محبت مشرکین کی غیر اللہ سے محبت سے بڑھ کر ہے۔

- اور اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا	”(اے رسول ﷺ) کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس میں کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان جنہیں تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم

حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿	انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) لے آئے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔(التوبہ :24)

جہاں تک سنت سے دلائل کا تعلق ہے تو وہ یہ ہیں:

- انسؓ نے روایت کیا:

«أن رجلاً سأل النبي عن الساعة، فقال: متى الساعة؟ قال: وماذا أعددت لها؟ قال: لا شيء، إلا أني أحب الله ورسوله، فقال أنت مع من أحببت. قال أنس فما فرحنا بشيء فرحنا بقول النبي أنت مع من أحببت. قال أنس فأنا أحب النبي وأبا بكر وعمر وأرجو أن أكون معهم بحبي إياهم، وإن لم أعمل بمثل أعمالهم» (متفق عليه).	"ایک شخص نے آخرت کے متعلق نبی ﷺ سے سوال کیا، اس نے پوچھا: قیامت کی گھڑی کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیار کیا ہے؟ اس شخص نے کہا: کچھ نہیں مگر یہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ انس کہتے ہیں: ہمیں نبی ﷺ کے اس فرمان سے زیادہ کسی چیز سے مسرت نہ ہوئی کہ تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ میں نبی ﷺ، ابو بکر اور عمر سے محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوؤں، اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کیے"(متفق علیہ)

- انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثلاث من كن فيه، وجد حلاوة الإيمان: من كان الله ورسوله أحب إليه مما سواهما، وأن يحب المرء لا يحبه إلا لله، وأن يكره أن يعود في الكفر كما يكره أن يقذف في النار» (متفق عليه).	"جس میں یہ تین چیزیں جمع ہو گئیں اس نے ایمان کی لذت کو پالیا۔ اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ وہ محض اللہ کی خاطر کسی شخص سے محبت کرے اور یہ کہ وہ کفر کی طرف لوٹ جانے کو اس طرح ناپسند کرے جیسا کہ وہ آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے"۔(متفق علیہ)

• انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يؤمن عبد حتى أكون أحب إليه من أهله وماله والناس أجمعين» (متفق عليه).	''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں جب تک کہ میں اسے اس کے اہل وعیال، اس کی دولت اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''(متفق علیہ)

صحابہ کرامؓ اس فرض کی تطبیق کے نہایت حریص تھے۔ وہ اس شرف کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے تاکہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جائیں جن سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں۔ جس کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

• انسؓ سے روایت ہے:

«لما كان يوم أحد، انهزم الناس عن النبي ، وأبو طلحة بين يدي النبي ﷺ مجوّب به عليه بحجفة له، وكان أبو طلحة رجلاً رامياً شديد القِدّ، يكسر يومئذ قوسين أو ثلاثاً، وكان الرجل يمر، معه الجعبة من النبل، فيقول انشرها لأبي طلحة. فأشرف النبي ينظر إلى القوم، فيقول أبو طلحة: يا نبي الله بأبي أنت وأمي، لا تشرف يصيبك سهم من سهام القوم، نحري دون نحرك ... » (متفق عليه).	''احد کے دن لوگ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن ابو طلحہؓ اپنی ڈھال کے ذریعے رسول اللہ ﷺ پر اوٹ کیے رہے۔ ابو طلحہ ایک زبردست تیر انداز تھے اور وہ کمان کو کھینچ کر تیر پھینکتے تھے۔ اس دن آپ کے ہاتھوں دو یا تین کمانیں ٹوٹیں۔ اگر کوئی شخص تیروں سے بھرے ہوئے ترکش کے ساتھ گزرتا تو رسول اللہ ﷺ اس سے کہتے کہ اس ترکش کو ابو طلحہ کے سامنے ڈال دو۔ جب رسول اللہ ﷺ دشمن کو دیکھنے کیلئے سر اٹھاتے تو ابو طلحہ کہتے: اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان، آپ سر نہ اٹھائیں، کہیں دشمن کا کوئی تیر آپ کو نہ لگ جائے۔ اپنی بجائے میری گردن کو زخم لگنے دیں...''(متفق علیہ)

• قیس سے مروی ہے:

«رأيت يد طلحة شـــلاء وقى بها النبي يوم أحد» (البخاري).

’’میں نے طلحہ کے اس ہاتھ کو شل دیکھا، جس سے اس نے احد کے دن نبی ﷺ کی حفاظت کی تھی‘‘۔(بخاری)

- تبوک کے موقع پر پیچھے رہ جانے والے تین اشخاص کے متعلق کعب بن مالکؓ کی طویل حدیث میں کعب بیان فرماتے ہیں:

«... حتى إذا طال علي ذلك من جفوة الناس، مشيت حتى تسورت جدار حائط أبي قتادة، وهو ابن عمي، وأحب الناس إلي، فسلمت عليه، فوالله ما رد علي السلام، فقلت: يا أبا قتادة، أنشدك بالله، هل تعلمني أحب الله ورسوله؟ فسكت فعدت له فنشدته، فسكت، فعدت له فنشدته، فقال: الله ورسوله أعلم، ففاضت عيناي، وتوليت حتى تسورت الجدار» (متفق عليه).

’’... یہاں تک کہ جب لوگوں کا بائیکاٹ طول پکڑا تو میں چلا اور ابو قتادہ کے گھر کی دیوار پر چڑھا۔ وہ میرے چچا کا بیٹا تھا اور لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ پیارا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا اور اللہ کی قسم! اس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ پس میں نے کہا اے ابو قتادہ! میں اللہ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ وہ خاموش رہا۔ میں نے دوسری مرتبہ اس سے اللہ کے واسطے سے سوال کیا لیکن وہ خاموش رہا۔ میں نے تیسری مرتبہ اس سے التجا کی تو اس نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ (یہ سن کر) میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے میں نے منہ موڑا اور واپس دیوار کی طرف مڑ گیا‘‘۔(متفق علیہ)

- سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

«حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ

’’کل میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو عطا کروں گا کہ جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح عطا فرمائیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔(سہل بن سعد نے) کہا کہ لوگ ساری رات اسی بات کا تذکرہ کرتے رہے کہ جھنڈا کسے عطا کیا جائے گا؟ (سہل بن سعد نے) بیان کیا کہ جب صبح ہوئی اور سب لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور ان میں سے ہر شخص کی یہ

لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقِيلَ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ فَوَاللَّهِ لأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ». (متفق عليه).

آرزو تھی کہ یہ جھنڈا اسے ملے تو آپ ؐ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: وہ یہیں ہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ ؐ نے انہیں بلایا اور ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ علی بالکل صحیح ہو گئے گویا کہ انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ آپ ؐ نے علی کو جھنڈا عطا کیا تو علی نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں ان سے لڑوں گا یہاں تک کہ وہ ہماری طرح (یعنی مسلمان) ہو جائیں۔ تو آپ ؐ نے فرمایا: جلدی نہ کرو، جب تم میدان میں اتر جاؤ تو پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور اللہ کی طرف سے جو حق ان پر واجب ہے اس سے انہیں آگاہ کر دو۔ اللہ کی قسم! اگر تمہاری وجہ سے اللہ اگر کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بڑھ کر ہے"۔ (متفق علیہ)

- ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا:

(... فرجع عروة بن مسعود إلى أصحابه، فقال: أي قوم، والله لقد وفدت إلى الملوك، ووفدت إلى كسرى وقيصر والنجاشي، والله ما رأيت ملكاً قط يعظمه أصحابه، ما يعظم أصحاب محمد محمداً، ووالله، إن يتنخم نخامة إلا وقعت في كف رجل منهم، فدلك بها وجهه وجلده، وإذا أمرهم ابتدروا أمره، وإذا توضأ اقتتلوا على وضوئه، وإذا تكلم

"... جب عروہ بن مسعود اپنے لوگوں (یعنی قریش) کے پاس واپس گیا تو اس نے کہا: میں نے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس جا چکا ہوں، لیکن میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کا اتنا ادب اور تعظیم کرتے ہیں جس قدر محمد ؐ کے صحابہ ان کا ادب اور تعظیم کرتے ہیں، اللہ کی قسم! وہ تھوکتے ہیں اور وہ تھوک کسی آدمی کے ہاتھ پر گرتا ہے تو وہ اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے۔ جب آپ کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ سب ان کا حکم پورا کرنے کی طرف لپکتے ہیں، جب آپ وضو کرتے ہیں تو وہ اس

خفضوا أصواتهم عنده، وما يحدون إليه النظر تعظيماً له ...)

پانی کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں، جب آپ بولتے ہیں تو وہ اپنی آوازوں کو پست کر لیتے ہیں اور وہ از راہِ تعظیم آپ کو بھرپور نظر سے نہیں دیکھتے۔۔۔"

- محمد بن سیرین نے بیان کیا:

: تذاکر رجال على عهد عمر ، فكأنهم فضلوا عمر على أبي بكر رضي الله عنهما، قال فبلغ ذلك عمر بن الخطاب ، فقال: والله لليلة من أبي بكر خير من آل عمر، لقد خرج رسول الله لينطلق إلى الغار، ومعه أبو بكر، فجعل يمشي ساعة بين يديه، وساعة خلفه، حتى فطن له رسول الله ، فقال: يا أبا بكر مالك تمشي ساعة بين يدي وساعة خلفي: فقال: يا رسول الله أذكر الطلب فأمشي خلفك، ثم أذكر الرصد فأمشي بين يديك، فقال: يا أبا بكر لو كان شيء أحببتَ أن يكون بك دوني؟ قال: نعم، والذي بعثك بالحق، ما كانت لتكون من ملمة إلا أحببتُ أن تكون بي دونك، فلما انتهيا إلى الغار، قال أبو بكر: مكانك يا رسول الله، حتى أستبريء لك الغار، فدخل واستبرأه، حتى إذا كان في أعلاه، ذكر أنه لم يستبريء الجحر، فقال: مكانك يا رسول الله، حتى أستبريء الجحر، فدخل

"عمر کے دور میں لوگ پچھلی یادوں کو تازہ کر رہے تھے (جس کے دوران) گویا انہوں نے عمرؓ کو ابو بکرؓ پر فضیلت دی۔ جب یہ خبر عمر بن خطابؓ تک پہنچی تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم ابو بکرؓ کی ایک رات آلِ عمر سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ ابو بکر کے ساتھ غار کی طرف روانہ ہوئے۔ ابو بکر کبھی رسول اللہ ﷺ کے آگے چلنا شروع کر دیتے اور کبھی آپ کے پیچھے چلنے لگتے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بیقرار دیکھا تو ان سے پوچھا: اے ابو بکر کیا بات ہے کبھی تم میرے پیچھے چلتے ہو اور کبھی آگے۔" آپ نے جواب دیا: اے رسول اللہ ﷺ! جب مجھے خیال آتا ہے کہ کہیں وہ آپ کا پیچھا نہ کر رہے ہوں تو میں آپؐ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں اور جب مجھے خیال آتا ہے کہ کہیں وہ آگے گھات لگائے ہوئے نہ ہوں تو میں آپؐ کے آگے چلنے لگتا ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میری بجائے کوئی چیز تمہیں پیش آ جائے۔ آپؓ نے جواب دیا: ہاں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نہیں چاہتا کہ کوئی مصیبت آئے سوائے یہ کہ وہ آپؐ کی بجائے مجھ پر وارد ہو۔ جب آپ دونوں غار کے دہانے پر پہنچے تو ابو بکر نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپؐ باہر ہی ٹھہریں جب تک کہ میں غار کو آپؐ کے لیے صاف نہ کر دوں۔ پس ابو بکر غار کے اندر گئے اور اسے صاف کرنے کے بعد باہر آئے تو انہیں

واستبرأه، ثم قال: انزل يا رسول الله، فنزل، فقال عمر: والذي نفسي بيده، لتلك الليلة خير من آل عمر.

یاد آیا کہ ایک سوراخ کا انہوں نے جائزہ نہیں لیا۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپ کچھ دیر باہر ہی ٹھہریں یہاں تک کہ میں اس سوراخ کا بھی جائزہ لے لوں۔ پس وہ دوبارہ غار کے اند گئے اور اس حصے کا جائزہ لیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ غار میں داخل ہو جائیں۔ عمر نے کہا: اس اللہ کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے ابو بکر کی وہ رات آلِ عمر سے بہتر ہے'' (حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کی سند شیخین (بخاری اور مسلم) کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ اگرچہ یہ روایت مرسل ہے البتہ یہ مرسل کی وہ قسم ہے جسے قبول کیا جاتا ہے)

- انس بن مالکؓ سے روایت ہے:

«أن رسول الله أفرد يوم أحد في سبعة من الأنصار، ورجلين من قريش، فلما رهقوه قال: من يردهم عنا وله الجنة، أو هو رفيقي في الجنة، فتقدم رجل من الأنصار، فقاتل حتى قتل، ثم رهقوه أيضاً، فقال: من يردهم عنا وله الجنة، أو هو رفيقي في الجنة، فتقدم رجل من الأنصار، فقاتل حتى قتل، فلم يزل كذلك حتى قتل السبعة، فقال رسول الله لصاحبيه: ما أنصفنا أصحابنا».

''احد کے دن رسول اللہ ﷺ سات انصاریوں اور قریش کے دو آدمیوں کے ہمراہ اکیلے رہ گئے۔ جب کفار نے آپؐ کی طرف پیش قدمی کی تو آپؐ نے فرمایا: جو انہیں ہم سے ہٹائے گا اس کے لیے جنت ہے یا وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔ تو انصار میں سے ایک آدمی آگے بڑھ کر لڑا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ پھر بھی کفار نے آپؐ کو گھیرے رکھا تو آپؐ نے فرمایا: جو انہیں ہم سے دور کرے گا اس کے لیے جنت ہے یا وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔ پس انصار میں سے ایک (اور) شخص آگے بڑھ کر لڑا یہاں تک کہ وہ (بھی) شہید ہو گیا اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں (مہاجرین) سے کہا: ہم نے اپنے ساتھیوں (انصار) سے خوب نہیں کیا''۔ (مسلم)

- عبداللہ بن ہشامؓ سے روایت ہے:

«كنا مع النبي ، وهو آخذ بيد عمر بن الخطاب، فقال له عمر: يا رسول الله لأنت أحب إلي من كل شئ إلا من نفسي، فقال النبي : لا، والذي نفسي بيده، حتى أكون أحب إليك من نفسك، فقال له عمر: فإنه الآن، والله لأنت أحب إلي من نفسي، فقال النبي : الآن يا عمر»

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرؓ کا ہاتھ تھاما۔ عمرؓ نے کہا: میں اپنی ذات کے سوا باقی تمام چیزوں سے زیادہ آپؐ کو چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جب تک کہ تم اپنی ذات سے بڑھ کر مجھے نہ چاہو (اس وقت تک تم مومن نہیں ہو سکتے)۔ عمرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! اب مجھے آپؐ سے اپنی ذات سے بھی زیادہ محبت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر اب تم نے پالیا''۔ (بخاری)

- النووی نے مسلم کی شرح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے معنی کو سلیمان بن خطابی سے روایت کیا، جس میں ہے:

لا تصدُق في حبي حتى تفني في طاعتي نفسك، وتؤثر رضاي على هواك، وإن كان فيه هلاكك.

''... تم اس وقت تک میری محبت میں سچے نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم میری اطاعت میں اپنے آپ کو خرچ نہ کر ڈالو اور تم میری رضا کو اپنی خواہش پر مقدم نہ ٹھہرالو، خواہ اس میں تمہاری جان چلی جائے''۔

- ابنِ سیرین نے بیان کیا؛ میں نے عبیدہ سے کہا:

«عندنا من شَعر النبي ، أصبناه من قبل أنس أو من قبل أهل أنس، فقال: لأن تكون عندي شعرة منه أحب إلي من الدنيا وما فيها».

''ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں جنہیں ہم نے انس یا انس کے خاندان سے حاصل کیا۔ پھر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک موئے مبارک کا میرے پاس موجود ہونا مجھے دنیا اور اس میں جو کچھ ہے، اس سے بڑھ کر عزیز ہے''۔ (بخاری)

- عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ابو بکرؓ نے فرمایا:

«فتكلم أبو بكر فقال: والذي نفسي بيده، لقرابة رسول الله أحب إلي أن أصل من قرابتي»

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے تعلق رکھنا مجھے اپنے قرابت داروں سے تعلق رکھنے سے زیادہ عزیز ہے''۔(بخاری)

- عائشہؓ نے بیان کیا کہ ہند بنت عتبہ (رسول اللہ ﷺ کے پاس) آئی اور کہا:

«يا رسول الله ما كان على ظهر الأرض من أهل خباء أحب إلى أن يذلوا من أهل خبائك، ثم ما أصبح اليوم على ظهر الأرض أهل خباء أحب إلي أن يعزوا من أهل خبائك...»

''یا رسول اللہ! روئے زمین پر آپؐ کے خاندان سے بڑھ کر کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس کی تذلیل کو میں پسند کرتی تھی۔ لیکن آج روئے زمین پر کوئی خاندان ایسا نہیں جسے میں آپؐ کے خاندان سے زیادہ عزت دینا پسند کرتی ہوں''۔(متفق علیہ)

- طارق بن شہاب نے روایت کیا کہ میں نے ابن مسعودؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

«سمعت ابن مسعود يقول: شهدت مع المقداد ابن الأسود مشهداً، لأن أكون صاحبه أحب إلي مما عدل به، أتى النبي وهو يدعو على المشركين، فقال: لا نقول كما قال قوم موسى (اذهب أنت وربك فقاتلا)، ولكنا نقاتل عن يمينك، وعن شمالك، وبين يديك، وخلفك، فرأيت النبيأشرق وجهه وسره، يعني قوله»

''میں نے مقداد بن اسود کے ہمراہ ایسا واقعہ دیکھا جسے میں ایسے کسی بھی واقعے سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ وہ (مقداد) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ مشرکین کے خلاف بددعا کر رہے تھے۔ مقداد نے کہا: ہم ویسا نہیں کہیں گے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا: تم اور تمہارا رب جاؤ اور جا کر لڑو، بلکہ ہم آپؐ کے دائیں اور بائیں لڑیں گے اور آپؐ کے آگے اور پیچھے رہ کر لڑیں گے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا، یعنی اس قول کی وجہ سے''۔(بخاری)

- عائشہؓ نے روایت کیا کہ سعدؓ نے کہا:

«اللهم إنك تعلم أنه ليس أحد أحب إلي أن أجاهدهم فيك، من قوم كذبوا رسولك وأخرجوه ...»	”اے اللہ تو جانتا ہے کہ جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور انہیں مکہ سے نکال دیا ان کے خلاف جہاد کرنے سے زیادہ مجھے کوئی چیز پسند نہیں“۔(متفق علیہ)

- ابو ہریرہؓ نے روایت کیا کہ ثمامہ بن اُثال نے کہا:

«يا محمد، والله، ما كان على الأرض وجه أبغض إلي من وجهك، فقد أصبح وجهك أحب الوجوه إلي. والله، ما كان من دين أبغض إلي من دينك، فأصبح دينك أحب الدين إلي، والله، ما كان من بلد أبغض إلي من بلدك، فأصبح بلدك أحب البلاد إلي ...»	”اے محمد ﷺ! اللہ کی قسم زمین کے اوپر کوئی چہرہ ایسا نہ تھا جو مجھے آپؐ کے چہرے سے زیادہ مبغوض ہو لیکن اب آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔اللہ کی قسم! کوئی دین میرے نزدیک آپؐ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا لیکن اب آپ کا دین مجھے سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔اللہ کی قسم! آپؐ کا شہر مجھے سب شہروں سے زیادہ ناپسند تھا لیکن آپؐ کا شہر اب مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے“۔(متفق علیہ)

○○○

اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ کی خاطر نفرت کرنا

اللہ کی خاطر محبت (حُب فِی اللہ) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے کسی بندے سے محض اللہ کی خاطر محبت کی جائے یعنی اس کے ایمان اور اللہ کی اطاعت کرنے کی وجہ سے۔ کیونکہ یہاں لفظ 'فی' تعلیل یعنی سبب کے معنوں میں آیا ہے جیسا کہ قرآن میں سورۃ یوسف میں ہے ﴿فَذٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ﴾ "یہ ہے وہ (نوجوان) جس کے سبب تم مجھے طعنے دے رہی تھیں"۔ (یوسف:32) یعنی 'جس کی وجہ سے'۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ أَفَضْتُمْ فِيهِ﴾ "جس بات کے تم نے چرچے شروع کر رکھے تھے اس کی وجہ سے تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا"۔ (النور:14) اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ مبارک میں ہے: «دخلت امرأة النار في هرة» "ایک عورت بلی کے سبب (جہنم کی) آگ میں داخل ہوئی"۔ یعنی اس کے ساتھ برے سلوک کی وجہ سے۔

اطاعت گزار مومنین سے محبت اجرِ عظیم کا موجب ہے، اس کے دلائل یہ ہیں:

- ابوہریرہؓ سے مروی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«سبعة يظلهم الله في ظله، يوم لا ظل إلا ظله: إمام عادل، وشاب نشأ في عبادة الله عز وجل، ورجل قلبه معلق بالمساجد، ورجلان تحابا في الله، اجتمعا عليه، وتفرقا عليه، ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال، فقال إني أخاف الله، ورجل تصدّق بصدقة فأخفاها، حتى لا	"سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا: عادل امام، وہ نوجوان جس کی پرورش اللہ عزوجل کی عبادت میں کی گئی، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے، وہ دو لوگ جو محض اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور اللہ کی خاطر جدا ہوتے ہیں، وہ شخص جسے اعلیٰ خاندان کی خوبصورت عورت (زنا کی) دعوت دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا

تعلم شماله ما تنفق يمينه، ورجل ذكر الله خالياً، ففاضت عيناه».	ہوں، وہ شخص جو مخفی طور پر یوں صدقہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ پتہ نہ چلے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے اور وہ شخص جو خلوت میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں"۔

- مسلم نے ابوہریرہؓ کی یہ حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الله تعالى يقول يوم القيامة: أين المتحابون بجلالي اليوم أظلهم في ظلي يوم لا ظل إلا ظلي؟».	"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: کہاں ہیں وہ جو ایک دوسرے کے ساتھ میرے جلال کی وجہ سے محبت کرتے تھے، آج میں انہیں اپنے سائے میں پناہ دوں گا، اس دن جب میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں"۔

- مسلم نے ابوہریرہؓ کی یہ حدیث بھی روایت کی ہے جس میں بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«والذي نفسي بيده، لا تدخلوا الجنة حتى تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتى تحابوا، أولا أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم، أفشوا السلام بينكم»	"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ایمان نہ لے آؤ اور تم اس وقت تک ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک تم آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلادوں کہ اگر تم وہ کرو تو وہ تمہارے درمیان محبت پیدا کرے گی، اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ"۔

یہاں وجہِ استدلال رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: (**ولا تؤمنوا حتى تحابوا۔**) "تم اس وقت تک ایمان والے نہیں بن سکتے جب تک کہ تم اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت نہ کرو"۔ جو اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے کے عظیم اجر کی طرف اشارہ ہے۔

- انسؓ کی اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يجد أحد حلاوة الإيمان حتى يحب المرء لا يحبه إلا لله ... »

''تم میں سے کوئی بھی ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ کسی شخص سے صرف اللہ کی خاطر محبت نہ کرے''۔

- معاذؓ کی حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے: معاذؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«قال الله عز وجل: المتحابون في جلالي، لهم منابر من نور، يغبطهم النبيون والشهداء»

''اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جو میرے عظمت و جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں ان کیلئے نور کے منبر ہوں گے جس پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے''۔

انبیاء اور شہدا کی پسندیدگی ایسے لوگوں کو اچھا مقام دیئے جانے کی طرف کنایہ ہے نہ کہ انبیاء اور شہداء کا اس مقام کے لیے خواہش کرنا کیونکہ انبیاء اور شہداء تو اعلیٰ ترین مقام اور ارفع ترین درجوں پر ہوں گے۔

- احمد نے انسؓ کی اس حدیث کو صحیح اسناد سے روایت کیا:

«جاء رجل إلى النبي ﷺ ، فقال يا رسول الله الرجل يحب الرجل، ولا يستطيع أن يعمل كعمله، فقال رسول الله ﷺ : المرء مع من أحب. فقال أنس فما رأيت أصحاب رسول الله فرحو بشيء قط، إلا أن يكون الإسلام، ما فرحوا بهذا من قول رسول الله ﷺ ، فقال أنس: فنحن نحب رسول الله ﷺ ولا نستطيع أن نعمل بعمله، فإذا كنا معه فحسبنا»

''ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ایک شخص دوسرے شخص سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہو لیکن وہ اس جیسے اعمال بجالانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو (تو اس کے متعلق آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) ایک شخص اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ انسؓ نے بیان کیا: اسلام کے سوا میں نے اصحابِ رسول کو کسی بات پر اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا وہ رسول اللہ کی اس بات سے خوش ہوئے۔ انسؓ بتاتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے تھے مگر ہم میں آپؐ جیسے

اعمال کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اگر ہم (آخرت میں) آپؐ کے ساتھ ہوں تو یہ ہمارے لیے کافی ہے''۔

- احمد، ابوداؤد اور ابن حبان نے ابوذرؓ کی یہ حدیث روایت کی:

«قلت يا رسول الله، الرجل يحب القوم لا يستطيع أن يعمل بأعمالهم، قال: أنت يا أبا ذر مع من أحببت. قال: قلت فإني أحب الله ورسوله يعيدها مرة أو مرتين»

''میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایک شخص کسی دوسرے شخص سے محبت کرتا ہے مگر اس جیسے اعمال کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو، میں نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور انہوں نے یہ الفاظ ایک یا دو مرتبہ دوہرائے''۔

- عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا:

«جاء رجل إلى رسول الله ،فقال: يا رسول الله كيف تقول في رجل أحب قوماً ولم يلحق بهم؟ فقال رسول الله :"المرء مع من أحب"»

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! آپؐ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایک گروہ سے محبت کرتا ہو لیکن ان کے مقام تک نہ پہنچ سکتا ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ایک شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے''۔ (متفق علیہ)

- حاکم نے مستدرک میں عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث روایت کی اور بیان کیا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں اگرچہ بخاری اور مسلم نے اسے روایت نہیں کیا:

قال لي النبي :«يا عبد الله بن مسعود، فقلت: لبيك يا رسول الله: ثلاث مرار، قال: هل تدري أي عرى الإيمان أوثق؟ قلت: الله ورسوله

''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! میں نے تین مرتبہ کہا: لبیک یا رسول اللہ ﷺ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایمان کا سب سے مضبوط رشتہ کونسا ہے؟ میں نے کہا اللہ

أعلم، قال: أوثق الإيمان الولاية في الله، بالحب فيه، والبغض فيه ...»

اوراس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: سب سے مضبوط ایمان یہ ہے: اللہ کی خاطر وفاداری اور اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ کی خاطر نفرت کرنا"۔

- ابن عبد البر نے اپنی التمہید میں عمر بن خطابؓ کی یہ حدیث بیان کی:

«لله عباد لا بأنبياء ولا شهداء يغبطهم الأنبياء والشهداء بمكانهم من الله عز وجل، قالوا: يا رسول الله من هم؟ وما أعمالهم؟ لعلنا نحبهم، قال: قوم تحابوا بروح الله، لا أرحام بينهم، ولا أموال يتعاطونها، والله إن وجوههم نور، وإنهم لعلى منابر من نور، لا يخافون إذا خاف الناس، ولا يحزنون إذا حزن الناس، ثم قرأ ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾»

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ تو انبیاء میں سے ہیں اور نہ شہداء میں سے اور انبیاء اور شہداء اللہ عزوجل کے پاس ان کے مقام پر رشک کریں گے۔ (صحابہ نے) پوچھا: یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ اور ان کے کونسے ایسے اعمال ہیں تاکہ ہم بھی ان سے محبت کریں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں محض اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں، نہ ان کی آپس میں رشتے داری ہے اور نہ ہی یہ اس مال کے سبب ہے جو وہ ایک دوسرے کو تحفتاً دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور کے ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے وہ اس وقت خوف میں مبتلا نہ ہوں گے جب لوگوں پر خوف طاری ہوگا۔ وہ غمگیں نہ ہوں گے جب لوگ غمگیں ہوں گے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ "یاد رکھو بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے"۔

(یونس:62)

- معاذ بن انس الجھنی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من أعطى لله، ومنع لله، وأحب لله، وأبغض لله، وأنكح لله، فقد استكمل إيمانه»

''جو اللہ کی خاطر تحفہ دیتا ہے، اللہ کی خاطر کسی چیز سے منع کرتا ہے، اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے، اللہ کی خاطر نفرت کرتا ہے، اللہ کی خاطر نکاح میں دیتا ہے، تو تحقیق اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا''۔

(ابو عیسیٰ نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن ہے اس حدیث کو حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی روایت کیا ہے، جو کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہیں اگرچہ بخاری اور مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔)

ابوداؤد نے بھی ابوامامہؓ سے یہ حدیث روایت کی جس میں انہوں نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے ہیں: ''جو اللہ کی خاطر نکاح میں دیتا ہے''۔

اور یہ بھی سنت عمل ہے کہ جو شخص کسی دوسرے شخص سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہو تو وہ اس شخص کو اس بات سے آگاہ کرے اور اسے بتائے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں:

- ابوداؤد اور ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور کہا کہ مقداد بن معدی کرب کی سند سے یہ حدیث حسن ہے:

«إذا أحب الرجل أخاه فليخبره أنه يحبه»

''اگر ایک شخص اپنے بھائی سے محبت کرتا ہو تو وہ اسے آگاہ کر دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے''۔

- ابوداؤد نے صحیح اِسناد سے انسؓ سے روایت کیا:

«إذا أحب الرجل أخاه فليخبره أنه يحبه» وما رواه أبو داود باسناد صحيح عن أنس: «أن رجلاً كان عند النبي ، فمر به رجل فقال: يا رسول الله إني لأحب هذا، فقال له النبي أعلمته؟ قال: لا، قال أعلمه، فلحقه، فقال: إني أحبك في الله، فقال: أحبك الذي أحببتني له»

''ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص قریب سے گزرا تو اِس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں واقعی اس شخص سے محبت کرتا ہوں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اسے اس بات سے مطلع کیا ہے؟ اس شخص نے کہا: ''نہیں'' آپؐ نے فرمایا: تو اسے اس سے مطلع کر دو۔ پس وہ شخص اس کے پیچھے گیا اور اس سے کہا: بے شک میں اللہ کی خاطر تم سے محبت کرتا ہوں، تو اس شخص نے

جواب دیا: اللہ تم سے محبت کرے کہ جس کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو“۔

- بزار نے حسن اسناد کے ذریعے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من أحب رجلاً لله، فقال: إني أحبك لله، فدخلا الجنة فكان الذي أحب أرفع منزلة من الآخر. ألحق بالذي أحب لله».

”جو کسی شخص سے اللہ کی خاطر محبت کرے اور کہے کہ بے شک میں تم سے محبت کرتا ہوں اور پھر انہیں جنت میں داخل کیا جائے تو ان میں سے ایک دوسرے سے اعلیٰ درجے میں ہو تو اسے بھی اس شخص سے ملا دیا جائے گا جسے وہ اللہ کی خاطر محبت کرتا تھا“۔

دو اشخاص جو آپس میں ایک دوسرے سے اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں، ان میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے بھائی سے زیادہ محبت کرنے والا ہو، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

- ابن عبدالبر نے التمہید، حاکم نے مستدرک اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما تحاب رجلان في الله قط، إلا كان أفضلهما أشدهما حباًلصاحبه».

”دو شخص آپس میں محبت نہیں کرتے مگر یہ کہ ان میں سے افضل وہ ہوتا ہے جس کے دل میں اپنے بھائی کی محبت زیادہ ہو“۔

اسی طرح ایک مسلمان کا اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں دعا کرنا بھی سنت ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے:

- مسلم نے اُمِ درداءؓ سے روایت کیا کہ میرے آقا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«من دعا لأخيه بظهر الغيب، قال الملك الموكل به: آمين، ولك بمثل»

”جو اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو مامور فرشتہ کہتا ہے: آمین، اور تمہارے لیے بھی ایسا ہی ہو“۔

اُمِ درداءؓ کے آقاان کے خاوند ابودرداءؓ ہیں انہوں نے اپنے خاوند کے احترام میں یہ الفاظ استعمال کیے۔ مسلم اور احمد نے بھی صحیح اسناد کے ساتھ اُمِ درداءؓ سے یہ حدیث روایت کی۔ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: صفوان بن عبد اللہ بن صفوان جو کہ اُمِ درداء کے گزشتہ شوہر تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں بلادِ شام میں ابودرداء سے ملنے ان کے گھر گیا وہ وہاں موجود نہ تھے لیکن اُمِ درداءؓ گھر پر تھیں۔ انہوں نے کہا: کیا تم اس سال حج کا ارادہ رکھتے ہو، تو صفوان نے کہا: 'ہاں' اُمِ درداء نے کہا اللہ سے ہماری بھلائی کی دعا کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

«دعوة المرء المسلم لأخيه بظهر الغيب مستجابة، عند رأسه ملك موكل، كلما دعا لأخيه بخير، قال الملك الموكل به: آمين، ولك بمثل»	''ایک مسلمان کی اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں کی جانے والی دعا قبول کی جاتی ہے اور مامور فرشتہ کہتا ہے: آمین اور تمہارے حق میں بھی ایسا ہی ہو''۔

اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کے لیے دعا کرنا بھی سنت عمل ہے، جس کے دلائل یوں ہیں:

- ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح اسناد کے ساتھ عمر بن الخطابؓ سے روایت کیا کہ میں نے عمرہ پر جانے کے لیے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور مجھ سے کہا:

«لا تنسنا يا أخي من دعائك»	''اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں بھول نہ جانا''۔

اس پر عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایسے کلمات کہے کہ جن کے سامنے میرے نزدیک تمام دنیا ہیچ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا:

«أشركنا يا أخي في دعائك».	''اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں شامل کر لینا''۔

یہ بھی سنت ہے کہ ایک مسلمان اپنے بھائی سے محبت رکھنے کے بعد اس سے ملنے کے لیے جائے، اس کے ساتھ وقت گزارے، اس کے ساتھ رابطہ و تعلق رکھے اور اللہ کی خاطر اس پر خرچ کرے، جیسا کہ ان احادیث میں ہے:

- مسلمؒ نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أن رجلاً زار أخاً له في قرية أخرى، فأرصد الله تعالى له ملكاً، فلما أتى عليه قال: أين تريد؟ قال أريد أخاً لي في هذه القرية، قال هل لك عليه من نعمة تربّها عليه؟ قال: لا، غير أني أحببته في الله تعالى، قال: فإني رسول الله إليك، بأن الله قد أحبك كما أحببته فيه».

''ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کے لیے دوسرے گاؤں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے انتظار میں ایک فرشتے کو بھیجا۔ جب وہ شخص سفر کرتا ہوا فرشتے کے پاس پہنچا تو فرشتے نے سوال کیا: تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اس شخص نے جواب دیا: میں اس گاؤں میں اپنے بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے سوال کیا: کیا تم نے اس پر کوئی احسان کیا ہے؟ (کہ جس کا اب تم بدلہ چاہتے ہو)۔ اس شخص نے جواب دیا: نہیں، میں محض اللہ کی خاطر اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے اسے بتایا کہ میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں تاکہ تمہیں بتاؤں کہ اللہ تم سے اسی طرح محبت کرتا ہے جس طرح تم اللہ کی خاطر اپنے بھائی سے محبت کرتے ہو''۔

- احمد نے حسن اسناد کے ساتھ عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

«حقت محبتي للمتحابين فيّ، وحقت محبتي للمتزاورين فيّ، وحقت محبتي للمتباذلين فيّ، وحقت محبتي للمتواصلين فيّ».

''میری محبت ان کے لیے لازم ہو گئی جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور میری محبت ان کے لیے لازم ہو گئی جو میری خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری محبت ان کے لیے لازم ہو گئی جو میری خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری محبت ان کے لیے لازم ہو گئی جو میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ناطہ رکھتے ہیں''۔

- مالک نے اپنی موطا میں صحیح اسناد کے ساتھ معاذؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«قال الله تعالى: وجبت محبتي للمتحابين فيّ، والمتجالسين فيّ، والمتزاورين فيّ، والمتباذلين فيّ»

''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میری محبت ان پر واجب ہے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور جو میری خاطر اکٹھے بیٹھتے ہیں اور میری خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور جو میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں''۔

- بخاری نے عائشہؓ سے روایت کیا جو ارشاد فرماتی ہیں کہ:

«لم أعقل أبويّ إلا وهما يدينان الدين، ولم يمر علينا يوم إلا يأتينا فيه رسول اللهﷺ طرفي النهار بكرةوعشية ... »

''جب سے میں نے ہوش سنبھالا، میں نے اپنے والدین کو اس دین پر چلتے ہوئے دیکھا اور کوئی دن ایسا نہ گزرتا کہ رسول اللہ ﷺ صبح شام ہمارے گھر نہ آتے ہوں''۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس اجر عظیم سے آگاہ کیا جو اللہ اپنے اُس مومن بندے کو عطا کرتے ہیں جو اپنے مسلمان بھائی سے اس طرح محبت کرتا ہے جیسے وہ اپنے آپ سے کرتا ہے اور وہ دنیا و آخرت میں اپنے بھائی کی بھلائی کے لیے حتی الوسع کوشش کرتا ہے۔ جیسا کہ ان احادیث میں آیا ہے:

- ایک متفق علیہ حدیث میں انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه»

''تم میں کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی نہ چاہے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہو''۔

- اور عبداللہ بن عمرؓ سے مروی حدیث میں بیان کیا گیا، جسے ابن حزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح اور حاکم نے مستدرک میں بیان کیا اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خير الأصحاب عند الله خيرهم لصاحبه، وخير الجيران عند الله خيرهم لجاره».

''اللہ کے نزدیک ساتھیوں میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ سب سے اچھا ہے اور ہمسائیوں میں سے اللہ کے نزدیک سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے ہمسائیوں کے ساتھ سب سے اچھا ہے''۔

اور یہ کہ ایک مسلمان اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرنے اور اس کی مصیبت کو دور کرنے کی کوشش کرے:

- ابن عمرؓ سے مروی ایک متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه، من كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه بها كربة من كرب يوم القيامة، ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة»

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے میں اس کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرورت کو پورا کرے گا اور جو کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرنے میں اس کی مدد کرتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے گا''۔

- طبرانی نے حسن اسناد کے ساتھ زید بن ثابتؓ سے یہ حدیث روایت کی، جس کے راوی ثقہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يزال الله في حاجة العبد ما دام في حاجة أخيه»

''جب تک بندہ اپنے بھائی کے حاجت کو پورا کرنے میں لگا دیتا ہے اللہ اس کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے''۔

اپنے بھائی کے ساتھ ایسے ملنا جو اسے خوش کردے، ایک مندوب عمل ہے، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں بیان ہے:

- طبرانی نے جامع الصغیر میں حسن اسناد سے یہ حدیث روایت کی کہ انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من لقي أخاه المسلم بما يحب ليسره بذلك، سره الله عز وجل يوم القيامة».	''جو اپنے بھائی کو خوش کرنے کے لیے اسے کسی ایسی چیز کے ساتھ ملے جسے وہ پسند کرتا ہو تو اللہ عز وجل قیامت کے دن اسے خوش کریں گے''۔

اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا بھی مندوب ہے، اس کے دلائل یہ ہیں:

- مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا تحقرن من المعروف شيئاً، ولو أن تلقى أخاك بوجه طلق».	''کسی بھی نیکی کو حقیر مت جانو، خواہ یہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو''۔

- احمد اور ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور اسے حسن صحیح قرار دیا کہ جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كل معروف صدقة، وإن من المعروف أن تلقى أخاك بوجه طلق، وأن تفرغ من دلوك في إناء أخيك».	''ہر نیکی صدقہ ہے، اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ ہے، اپنے برتن میں سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دینا صدقہ ہے''۔

- احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حسن اسناد سے یہ حدیث روایت کی اور یہی حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں بیان کی:

«لا تحقرن من المعروف شيئاً، ولو أن تفرغ من دلوك في إناء المستسقي، ولو أن تكلم أخاك ووجهك إليه منبسط، وإياك وإسبال الإزار فإنه من المخيلة، ولا يحبها الله، وإن امرؤ شتمك بما يعلمه فيك فلا تشتمه بما تعلم فيه، فإن أجره لك ووباله على من قاله».	''کسی بھی نیک عمل کو حقیر مت جانو، خواہ وہ اپنے ڈول میں سے پیاسے کے برتن میں پانی ڈالنا ہو، اور خواہ یہ کہ جب تم اپنے بھائی سے بات کرو تو تمہارے چہرے پر مسکراہٹ ہو۔ ازار کو لٹکانے سے بچو کیونکہ ایسا کرنا تکبر کی وجہ سے ہے اور اللہ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ اور اگر ایک شخص تمہارے میں کوئی چیز پائے جس کی وجہ سے وہ تمہیں بُرا بھلا کہے تو تم اسے اس وجہ سے بُرا بھلا مت کہو جو تم اس کے متعلق جانتے ہو، تم اجر پاؤ گے جبکہ اس پر اپنے کیے کا وبال ہو گا''۔

اپنے مسلمان بھائی کو تحفہ دینا مندوب عمل ہے، جیسا کہ یہ حدیث بیان کرتی ہے:

- بخاری نے الادب المفرد میں، ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں، النسائی نے الکنی میں اور ابن عبد البر نے التمہید میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا جس کے متعلق العراقی نے کہا کہ اس کی سند جیّد ہے اور ابن حجر نے التلخیص الحبیر میں بیان کیا کہ اس کی سند حسن ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«تهادوا تحابوا».	"اگر تم ایک دوسرے کو تحفے دوگے تو تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگوگے"۔

اسی طرح اپنے بھائی کے تحفے کو قبول کرنا اور اس کے بدلے میں اسے تحفہ دینا بھی مندوب ہے، جیسا کہ ان احادیث میں ہے:

- بخاری نے عائشہؓ کی یہ حدیث روایت کی:

«كان رسول الله يقبل الهدية ويثيب عليها»	"رسول اللہ تحفے قبول کیا کرتے تھے اور اس کے بدلے میں تحفہ دیا کرتے تھے"۔

- احمد، ابو داؤد اور النسائی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من استعاذ بالله فأعيذوه، ومن سألكم بالله فأعطوه، ومن استجار بالله فأجيروه، ومن أتى إليكم معروفاً فكافئوه، فإن لم تجدوا، فادعوا له حتى تعلموا أن قد كافأتموه».	"اگر کوئی اللہ کے نام پر تم سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دو، اور اگر کوئی اللہ کے نام پر تم سے سوال کرے تو اسے عطا کرو، اور اگر کوئی اللہ کے نام پر تم سے ٹھکانا طلب کرے تو اسے ٹھکانا دے دو، اگر کوئی تمہارے ساتھ اچھا عمل کرے تو اسے اس کا بدلہ دو، اگر تم ایسا نہ کر سکو تو اس کے لیے دعا کرو یہاں تک کہ تم محسوس کرو کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے"۔

یہ صرف مسلمان بھائیوں کے مابین ہے اور حکام کو تحفے تحائف دینے سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ ایسے ہدیے رشوت کی مانند ہیں جو کہ حرام ہے۔ جبکہ بدلہ دینے کی ایک صورت 'جزاك الله خيراً ' کہنا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

- ترمذی نے اسامہ بن زیدؓ سے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من صنع إليه معروف فقال لفاعله جزاك الله خيراً فقد أبلغ في الثناء»	''جس کے ساتھ نیک عمل کیا جائے اور وہ نیکی کرنے والے کو 'جزاك الله خيراً' کہے تو اس نے تعریف کر دی''۔

تعریف کرنا یا شکریہ ادا کرنا بھی بدلہ دینا ہے بالخصوص جب وہ اس کے علاوہ کچھ اور نہ کر سکتا ہو، مندرجہ ذیل احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں:

- ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابرؓ سے روایت کیا:

«من أولِيَ معروفاً فلم يجد له خيراً إلا الثناء، فقد شكره، ومن كتمه فقد كفره، ومن تحلّى بباطل فهو كلابس ثوبي زور»	''جس کے ساتھ اچھا عمل کیا گیا اور اس کے پاس بدلے میں اس شخص کی تعریف کرنے کے سوا کچھ نہیں تو اس نے اس کا شکریہ ادا کر دیا اور جس نے اسے چھپایا تو گویا اس نے ناشکری کی اور جو کسی چیز کی ملکیت کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے تو گویا وہ جھوٹ کا کپڑا اوڑھتا ہے (یعنی اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک جھوٹ سے ڈھانک لیتا ہے)''۔

- ترمذی نے حسن اسناد کے ساتھ جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من أعطي عطاء فوجد فليجز به، فإن لم يجد فليثنِ، فإن من أثنى فقد شكر، ومن كتم فقد كفر، ومن تحلى بما لم يعط، كان كلابس ثوبي زور»	'' جسے کچھ عطا کیا گیا اور اس کے پاس کچھ موجود ہو تو وہ اس کے ذریعے اس کی جزاء دے دے۔ جس نے (اپنے محسن) کی تعریف کی تو اس نے شکریہ ادا کر دیا اور جو خاموش رہا، اس نے ناشکری کی اور جس نے کسی

ایسی چیز کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا جو کہ اسے عطا نہیں کی گئی تو وہ ایسے ہے کہ گویا وہ جھوٹ کا کپڑا اوڑھ لیتا ہے''۔

- ابوداؤد اور النسائی نے صحیح اسناد کے ساتھ انسؓ سے روایت کیا کہ:

«قال المهاجرون يا رسول اللهﷺ، ذهب الأنصار بالأجر كله، ما رأينا قوماً أحسن بذلاً لكثير، ولا أحسن مواساة في قليل منهم، ولقد كفونا المؤونة، قال: أليس تثنون عليهم به وتدعون لهم؟ قالوا بلى، قال: فذاك بذاك»

''مہاجرین نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ: انصار نے سارا اجر سمیٹ لیا۔ ہم نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جو خرچ کرنے میں اور اپنے قلیل دنیاوی سامان میں بھی شریک کرنے میں ان سے بڑھ کر ہوں۔ اور انہوں نے ہمیں روزی کے مسئلے سے بے فکر کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم اللہ سے ان کے لئے دعا نہیں کرتے اور ان کی تعریف نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپؐ نے فرمایا: تو یہ اس کا بدل ہے''۔

ایک شخص کو بڑی چیزوں کی مانند چھوٹی چیزوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اور ایک شخص کو ان لوگوں کا شکر گزار ہونا چاہئے جو اس سے حسن سلوک کریں، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

- عبداللہ بن احمد نے اپنی زوائد میں حسن اسناد کے ساتھ نعمان بن بشیرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من لم يشكر القليل لم يشكرالكثير، ومن لم يشكر الناس لم يشكر الله، والتحدث بنعمة الله شكر وتركها كفر، والجماعة رحمة والفرقة عذاب»

''جو چھوٹی چیز کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ بڑی چیز کا بھی شکر گزار نہ ہوگا۔ اور جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنا (اللہ کا) شکر ادا کرنا ہے اور اس سے اجتناب کرنا (اللہ کی) ناشکری کرنا ہے۔ اور وحدت نعمت ہے جبکہ عدم وحدت عذاب ہے''۔

صدقہ دلانے یا تنگی کو دور کرنے کے لئے اپنے بھائی کے حق میں سفارش کرنا بھی سنت ہے، اس کے دلائل یہ ہیں:

- بخاری نے ابو موسیٰؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اشفعوا فلتؤجروا وليقض الله على لسان نبيه ما شاء»	''سفارش کرو پس تمہیں اس کا اجر ملے گا، اور اللہ اپنے نبی ﷺ کی زبان سے پورا کرے گا، جو وہ (اللہ) چاہے گا''۔

- مسلم نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من كان وصلةً لأخيه المسلم إلى ذي سلطان لمنفعة برّ أو تيسير عسير أُعين على إجازة الصراط يوم دحض الأقدام».	''جو اپنے مسلمان بھائی کو حکمران سے مال دلانے یا اس کی سختی کو دور کرنے کیلئے وسیلہ بنے گا، اس کی پل صراط سے گزرنے میں مدد کی جائے گی، اس دن جب لوگوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے''۔

اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کا دفاع کرنا ایک مندوب عمل ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

- ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من ردّ عن عرض أخيه رد الله عن وجهه النار يوم القيامة»	''جو اپنے بھائی کی عزت کو بچائے گا اللہ قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچائے گا''۔ (ابو درداءؓ کی اس حدیث کو احمد نے بھی روایت کیا اور بیان کیا کہ اس کی سند حسن ہے)

- اسی طرح اسحٰق بن راھویہ نے اسمہ بنت یزیدؓ سے روایت کیا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

«من ذب عن عرض أخيه بظهر الغيب كان حقاً على الله أن يعتقه من النار»	''جو اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرتا ہے اس نے آگ سے اپنی حفاظت کو اللہ سے واجب کرا لیا''۔

- قضاعی نے مسند الشھاب میں انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من نصر أخاه بظهر الغيب نصره الله في الدنيا والآخرة»

''جو اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی مدد کرتا ہے اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد کرے گا''۔

اور القضاعی نے عمران بن حصین سے بھی اس حدیث کی تخریج کی جس میں یہ الفاظ زائد ہیں: **«وهو يستطيع نصره»**، ''اور وہ مدد کرنے کی استطاعت رکھتا ہو''۔

- ابوداؤد اور بخاری نے اپنی الادب المفرد میں یہ حدیث روایت کی اور زین العراقی نے کہا کہ ابوہریرہؓ کی روایت سے یہ اسناد حسن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«المؤمن مرآة المؤمن، والمؤمن أخو المؤمن، من حيث لقيه، يكف عنه ضيعته ويحوطه من ورائه»

''ایک مومن دوسرے مومن کیلئے آئینہ ہے اور مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے، جب بھی وہ اس سے ملاقات کرتا ہے۔ وہ اس کا نقصان روکتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی حفاظت کرتا ہے''۔

اسی طرح اللہ نے اس بات کو فرض قرار دیا کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی معذرت کو قبول کرے، اس کے راز کی حفاظت کرے اور اسے نصیحت کرے:

عذر کو قبول کرنا: اس کی فرضیت کی دلیل ابن ماجہ کی وہ حدیث ہے جسے آپ نے جودان سے دو اسناد کے ساتھ روایت کیا، جنہیں منذری نے جید قرار دیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من اعتذر إلى أخيه بمعذرة فلم يقبلها، كان عليه مثل خطيئة صاحب مكس»

''جو اپنے بھائی سے عذر داری (معافی طلب) کرتا ہے اور وہ اسے قبول نہیں کرتا تو اس کے لئے وہی گناہ ہے جو کہ صاحب مکس (ٹیکس وصول کرنے والے) کے لئے ہے''۔

راز کی حفاظت کرنا: اس کی فرضیت کی دلیل یہ حدیث ہے جسے ابوداؤد اور ترمذی نے حسن اسناد کے ساتھ جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إذا حدث رجل رجلاً بحديث ثم التفت فهو أمانة»

''اگر کوئی شخص دوسرے شخص سے کوئی بات کہے اور ارد گرد دیکھے (کہ کوئی سن تو نہیں رہا) تو یہ بات امانت ہے''۔

امانت کی حفاظت کرنا فرض ہے اور اسے ضائع کرنا خیانت ہے۔ یہ حدیث اپنے بھائی کے راز کی حفاظت کرنے پر دلالت کرتی ہے اگرچہ اس نے صراحتاً ایسا کرنے کا نہ کہا ہو کیونکہ اس کا طرزِ عمل اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے یعنی وہ اپنے بھائی سے بات کہتے ہوئے ارد گرد دیکھ رہا ہے کہ کہیں کوئی دوسرا شخص یہ بات سن نہ لے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کا اطلاق اس شخص پر بدرجہ اولیٰ ہوتا ہے جو صریح طور پر راز کی حفاظت کرنے کے لئے کہے۔ تاہم یہ اس صورت میں ہے جب اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو حقوق اللہ میں سے کسی حق کے لئے عمومی طور پر نقصان دہ ہو۔ پس جسے ایسی بات بتائی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اس شخص کو نصیحت کرے اور اس برائی سے منع کرے اور اس بات کی شہادت دے، قبل یہ کہ اسے گواہی دینے کے لئے کہا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ألا أنبّئكم بخير الشهود، الذي يشهد قبل أن يُستَشهد»

''کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ بہترین گواہ کون ہے؟ وہ جو گواہی دے، قبل اس کے کہ اسے گواہی دینے کے لئے کہا جائے''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

نصیحت کرنا: اس کی فرضیت اس متفق علیہ حدیث کی بنا پر ہے جسے جابر بن عبداللہؓ نے روایت کیا: آپ بیان کرتے ہیں:

«بايعت رسول الله على إقام الصلاة وإيتاء الزكاة والنصح لكل مسلم»

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیعت دی کہ میں نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ دوں گا اور ہر مسلمان کو نصیحت کروں گا''۔

- مسلم نے تمیم بن اوس الداری سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الدين النصيحة قلنا لمن؟ قال لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم»

''دین نصیحت ہے۔ ہم نے سوال کیا: کس کے لئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی خاطر مسلمانوں کے لیڈروں کو اور عام لوگوں کو''۔

خطابی نے بیان کیا: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نصیحت کرنا دین کے ستونوں میں سے ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **(الحج عرفة)** "حج عرفہ ہے"۔ یعنی وقوف عرفات حج کا ستون اور انتہائی اہم جزو ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق کو بیان کیا اور ان حقوق کو پورا کرنے کے عظیم اجر کے متعلق ہمیں آگاہ کیا۔

جیسا کہ مسلم نے ابوہریرہؓ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا:

«حق المسلم على المسلم ست، قيل: ما هن يا رسول الله؟ قال: إذا لقيته فسلم عليه، وإذا دعاك فأجبه، وإذا استنصحك فانصح له، وإذا عطس فحمد الله فشمته، وإذا مرض فعده، وإذا مات فاتبعه»

"ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ سوال کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! یہ حق کیا ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا: جب تم دوسرے مسلمان سے ملو تو اسے سلام کہو، اور جب وہ تمہیں دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کرو، جب وہ تم سے نصیحت طلب کرے تو اسے مخلصانہ نصیحت دو، جب وہ چھینکے اور اللہ کا شکر بجالائے تو اس کا جواب دو، جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرو اور اس کی وفات پر اس کے جنازے میں شرکت کرو"۔

جہاں تک اللہ کی خاطر نفرت کرنے کا تعلق ہے تو اللہ نے ہمیں کفار، منافقین اور فُساق (اللہ کے دین سے بغاوت کرنے والوں) سے محبت نہ کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَآ أَخْفَيْتُمْ وَمَآ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان سے دوستی کا اظہار کرتے ہو جبکہ وہ اس حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس آچکا ہے۔ وہ رسول اکو اور تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو۔ تم میری راہ میں جہاد اور میری رضامندی کی طلب میں نکلتے ہو اور تم ان کے پاس

أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيلِ ۞ ﴾	محبت کا پیغام خفیہ طور پر بھیجتے ہو اور مجھے خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور وہ بھی جو تم نے ظاہر کیا۔ تم میں سے جو بھی یہ کام کرے گا وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک جائے گا"۔(الممتحنہ:1)

● اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۞ هَآ أَنْتُمْ أُولَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۞ ﴾	"اے ایمان والو! تم اپنا دوست ایمان والوں کے سوا کسی اور کو نہ بناؤ۔ وہ لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں مبتلا ہو۔ بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ہم نے تمہارے لئے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو۔ ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو جبکہ وہ تم سے محبت نہیں کرتے۔ تم پوری کتاب پر ایمان لائے ہو (اور وہ ایمان نہیں رکھتے)۔ جب یہ تم سے ملاقات کرتے ہیں تو تمہارے سامنے تو ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں غصے کے مارے انگلیاں چباتے ہیں۔ کہہ دو کہ اپنے غصہ میں ہی مر جاؤ بے شک اللہ دلوں کے رازوں سے خوب واقف ہے"۔(آل عمران::118-119)

اسی طرح سنت میں بھی اس کے دلائل موجود ہیں جن کا بیان درج ذیل ہے:

● طبرانی نے جید اسناد کے ساتھ علیؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثلاث هن حق: لا يجعل الله من له سهم في الإسلام كمن لا سهم له، ولا يتولى اللهَ عبدٌ فيوليه غيره، ولا يحب رجل قوماً إلا حشر معهم»	"تین معاملات حق ہیں: اللہ اس شخص کو جس کا اسلام میں حصہ ہے، اس شخص کی طرح نہیں سمجھتا جس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ کا جو بندہ اللہ کو اپنا ولی بناتا ہے اللہ اسے کسی دوسرے کی محافظت میں

نہیں چھوڑتا۔اور کوئی شخص ایسا نہیں جو کسی گروہ سے محبت کرتا ہو، سوائے یہ کہ اسے اس گروہ کے ساتھ ہی اٹھایا جائے گا"۔

اس حدیث میں اہل سوء کے ساتھ محبت کرنے کی قطعی ممانعت موجود ہے کہ کہیں اس کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہی نہ ہو۔

- ترمذی نے معاذ بن انس الجہنی سے اس حدیث کی تخریج کی اور اسے حسن قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من أعطى لله، ومنع لله، وأحبّ لله، وأبغض لله، وأنكح لله فقد استكمل إيمانه»

"جو اللہ کی خاطر عطاء کرتا ہے اور اللہ کی خاطر روکتا ہے، اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے اور اللہ کی خاطر نفرت کرتا ہے اور اللہ کی خاطر کسی کو نکاح میں دیتا ہے تو اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا"۔

- اسی طرح مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... وإذا أبغض الله عبداً دعا جبريل فيقول إني أبغض فلاناً فأبغضه، قال فيبغضه جبريل ثم ينادي في أهل السماء إن الله يبغض فلاناً فأبغضوه، قال فيبغضونه ثم توضع له البغضاء في الأرض ... »

"جب اللہ کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو وہ جبریل کو بلاتا ہے اور کہتا ہے: بے شک میں فلاں بندے سے نفرت کرتا ہوں، تم بھی اس سے نفرت کرو، پس جبریل اس سے نفرت کرتا ہے۔ پھر جبریل اہلِ آسمان کو منادی کر دیتا ہے کہ بے شک اللہ فلاں شخص سے نفرت کرتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے نفرت کرو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: پس وہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور ان کی نفرت کو زمین پر اتارا جاتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "اس نفرت کو زمین پر اتارا جاتا ہے" خبریہ انداز ہے جس میں طلب ہے، یہ طلب دلالتہ اقتضاء کی بنیاد پر ہے کیونکہ کئی کفار، منافقین اور فساق مجاہر ایسے ہیں جن سے دنیا محبت کرتی ہے اور ان سے لوگ نفرت نہیں کرتے۔ لہٰذا خبر دینے والے کی صداقت اس بات کا تقاضا کرتی ہے ان سے نفرت کی جائے۔ کیونکہ اس خبر میں الانشاء ہے یعنی اس میں طلب موجود ہے، گویا کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ اے اہل زمین ان سے نفرت کرو جن سے اللہ نفرت کرتا ہے۔ نتیجتاً یہ حدیث ان لوگوں سے نفرت کو واجب قرار دیتی ہے جن سے اللہ

نفرت کرتا ہے۔الالدالخصم سے نفرت بھی اسی ضمن میں آتی ہے، جس کا ذکر عائشہؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن أبغض الرجال إلى الله الألد الخصم»	''اللہ کے نزدیک سب سے قابل نفرت شخص وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہے اور جھگڑے میں حد سے گزرنے والا ہے''۔

- انصار جن سے نفرت کرتے ہیں ان سے نفرت کرنے کے وجوب کو البراء سے مروی یہ متفق علیہ حدیث بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الأنصار لا يحبهم إلا مؤمن، ولا يبغضهم إلا منافق، فمن أحبهم أحبه الله، ومن أبغضهم أبغضه الله»	''صرف مومن انصار سے محبت رکھتے ہیں اور صرف منافق ان سے نفرت کرتے ہیں۔ جو ان سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے ۔جو ان سے نفرت کرتا ہے اللہ اس سے نفرت کرتا ہے''۔

- اسی طرح اس سے نفرت کرنا بھی واجب ہے جو زبان سے سچ بولتا ہے لیکن وہ سچ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترتا کیونکہ مسلم نے علیؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن رسول الله وصف ناساً -إني لأعرف صفتهم في هؤلاء- يقولون الحق بألسنتهم، لا يجوز هذا منهم، وأشار إلى حلقه، من أبغض خلق الله إليه»	''رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کے متعلق بیان فرمایا-- میں (یعنی علیؓ) اِن لوگوں میں اُن (بیان کردہ) لوگوں کے اوصاف پاتا ہوں-- وہ اپنی زبان سے حق بات کہیں گے لیکن یہ اس جگہ سے نیچے نہیں اترے گا، (آپؐ نے) حلق کی طرف اشارہ کیا۔ وہ مخلوقات میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہیں''۔

آپؐ کے یہ الفاظ: (**لا يجوز**) سے مراد ہے کہ (وہ حق بات) اس حد سے آگے نہیں جاتی۔

- اسی طرح جو فحش بکتا ہے اس سے نفرت کرنا بھی واجب ہے، کیونکہ ترمذی نے ابودرداءؓ سے یہ حدیث روایت کی اور اسے حسن صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«...وإن الله ليبغض الفاحش البذيء»

"بے شک فحش بدگو شخص اللہ کے نزدیک مبغوض ہے"۔

- علاوہ ازیں صحابہ کرامؓ کی کفار سے نفرت کے متعلق آثار مروی ہیں، جیسا کہ مسلم نے مسلمہ بن اکوعؓ سے روایت کیا، جنہوں نے بیان کیا:

«... فلما اصطلحنا نحن وأهل مكة، واختلط بعضنا ببعض، أتيت شجرة، فكسحت شوكها، فاضطجعت في أصلها، قال: فأتاني أربعة من المشركين، من أهل مكة، فجعلوا يقعون في رسول الله ﷺ، فأبغضتهم، فتحولت إلى شجرة أخرى ...»

"جب ہم نے اور اہلِ مکہ نے معاہدۂ صلح کر لیا اور دونوں طرف کے لوگوں نے آپس میں ملنا شروع کیا۔ میں ایک درخت کے نیچے آیا اور کانٹوں کو صاف کر کے اس کی جڑ میں بیٹھ گیا۔ اسی دوران مکہ کے چار مشرکین میرے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اول فول بکنا شروع کر دیا۔ مجھے ان پر غصہ آیا اور میں ایک اور درخت کی طرف چلا گیا"۔

- اور جابر بن عبد اللہؓ کی حدیث جسے احمد نے روایت کیا کہ عبد اللہ بن رواحہؓ نے خیبر کے یہودیوں سے کہا:

«يا معشر اليهود، أنتم أبغض الخلق إلي، قتلتم أنبياء الله عز وجل، وكذبتم على الله، وليس يحملني بغضي إياكم على أن أحيف عليكم ...»

"اے اہل یہود! تم مخلوقات میں میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت ہو۔ تم نے اللہ عزوجل کے پیغمبروں کو قتل کیا اور اللہ پر جھوٹ باندھا۔ لیکن تمہارے خلاف میری نفرت مجھے اس بات پر آمادہ نہیں کرے گی کہ میں تمہارے ساتھ ناانصافی کروں"۔

- اسی طرح دیگر روایات وارد ہوئی ہیں جو ان لوگوں سے نفرت کے متعلق ہیں جو مسلمانوں سے دشمنی کا اظہار کرتے ہیں۔ احمد، عبد الرزاق اور ابو یعلیٰ نے حسن اسناد کے ساتھ ابو فراس سے روایت کیا اور حاکم نے اسے مستدرک میں بیان کیا اور کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے کہ عمر بن خطابؓ نے ایک خطبہ میں کہا:

«... ومن أظهر منكم شراً ظننا به شراً، وأبغضناه عليه»

"تم میں سے جو شر پیدا کرے گا تو ہم اسے برا سمجھیں گے اور اس وجہ سے اس سے نفرت کریں گے"۔

پس اللہ کی خاطر محبت اور اللہ کی خاطر نفرت کرنا ان برتر صفات میں سے ہے جس سے وہ مسلمان متصف ہوتا ہے جو اللہ کی رضا، اس کی رحمت و نصرت اور جنت کا خواہاں ہو۔

○○○

باب نمبر5

کھلم کھلا اور مخفی طور پر اللہ سے ڈرنا

اللہ سے ڈرنا فرض ہے۔ اس کی دلیل کتاب و سنت ہے۔ جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے تو وہ دلائل یہ ہیں:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴾

"اور صرف مجھ ہی سے ڈرو"۔(البقرہ:41)

● اور فرمایا:

﴿وَإِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ﴾

"اور صرف مجھ ہی سے ڈرو"۔(البقرہ:40)

● اور فرمایا:

﴿إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

"یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو، اگر تم مومن ہو"۔(آل عمران:175)

● اور ارشاد ہے:

﴿ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ ﴾	''اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے''۔(آل عمران:28)

- اور فرمایا:

﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ﴾	''پس تم ان سے مت ڈرو بلکہ مجھ ہی سے ڈرو''۔(المائدہ:3)

- اور فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ﴾	''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو''۔(النساء:1)

- اور فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ﴾	''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں''۔(الانفال:2)

- اور فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهٗٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ۞ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۞ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ۞ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۞ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۞﴾	''پس ایسی ہے تیرے رب کی پکڑ، جب وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے۔ بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے نشانِ عبرت ہے جو قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ وہ دن جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے اور یہ وہ دن ہے جس میں سب حاضر کیے جائیں گے۔ اسے ہم نے ایک مقررہ مدت تک موخر کر رکھا ہے۔ جب وہ دن آجائے گا تو کسی کی مجال نہ ہو گی کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بات کرے، سو ان میں کوئی بد بخت ہو گا اور کوئی نیک بخت۔ لیکن جو بد بخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے، وہ وہاں چیخیں گے، چلائیں گے''۔(ہود:102-106)

- اور فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴾

"اور اللہ نے جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا اندیشہ رکھتے ہیں"۔(الرعد:21)

● اور فرمایا:

﴿ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ﴾

"یہ ان کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈریں اور میری وعید کا خوف رکھیں"۔(ابراھیم:14)

● اور فرمایا:

﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۞ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ ﴾

"لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ بے شک قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھ لوگے، ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پلاتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور لوگ تمہیں مدہوش نظر آئیں گے جبکہ وہ مدہوش نہ ہونگے بلکہ اللہ کا عذاب ہی بڑا شدید ہوگا"۔(الحج:1-2)

● اور فرمایا:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴾

"اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لیے جنت کے دو باغ ہیں"۔(الرحمٰن:46)

● اور فرمایا:

﴿ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴾

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے"۔ (نوح:13)

مراد یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت سے ڈرتے نہیں ہو۔

● اور فرمایا:

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۞ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۞ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۞ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۞﴾

''اس دن انسان اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اولاد سے بھاگے گا۔ اس دن ان میں سے ہر ایک کو ایسی فکر (دامن گیر) ہو گی جو اسے (دوسروں سے بے پرواہ کرنے کے لیے) کافی ہو گی''۔ (عبس: 34-37)

جہاں تک آثار و سنن کا تعلق ہے تو ان میں سے کچھ کا منطوق (یعنی الفاظ) اور کچھ کا مفہوم اللہ سے ڈرنے کی فرضیت پر دلالت کرتا ہے، یہ احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«سبعة يظلهم الله في ظله، يوم لا ظل إلا ظله: إمام عادل، وشاب نشأ في عبادة الله عز وجل، ورجل قلبه معلق بالمساجد، ورجلان تحابا في الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه، ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال، فقال إني أخاف الله، ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه، ورجل ذكر الله خالياً ففاضت عيناه» (متفق عليه).

''سات طرح کے لوگوں کو اللہ اپنے سائے میں پناہ دے گا، اس دن جب اللہ کے سائے کے سوا کسی اور کا سایہ نہ ہو گا: عادل امام، وہ نوجوان جس کی پرورش اللہ عز و جل کی عبادت میں ہوئی، اور وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا رہتا ہے، اور وہ دو اشخاص جو محض اللہ کی خاطر آپس میں ملتے ہیں اور اسی کی خاطر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں، اور وہ شخص جسے اچھے حسب و نسب کی خوبصورت عورت (زنا کی طرف) بلائے اور وہ شخص کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور وہ شخص جو خفیہ طور پر صدقہ دے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو یہ علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا اور وہ شخص جو خلوت میں (یا کسی پریشانی کے بغیر) اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئیں''۔ (متفق علیہ)

- انسؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

«لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلاً ولبكيتم كثيراً»

''اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ رؤو''۔

تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے اپنے چہرے چھپا لیے اور وہ سسکیاں لے رہے تھے۔ (متفق علیہ)

- عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما منكم من أحد إلا سيكلمه الله، ليس بينه وبينه ترجمان، فينظر أيمن منه فلا يرى إلا ما قدم، وينظر أشأم منه فلا يرى إلا ما قدم، وينظر بين يديه فلا يرى إلا النار تلقاء وجهه فاتقوا النار ولو بشق تمرة» (متفق عليه).	”(قیامت کے دن) کسی بھی شخص اور اللہ کے بیچ کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اسے کچھ دکھائی نہ دے گا، سوائے وہ جو اس نے کیا اور وہ اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو اسے کچھ دکھائی نہ دے گا، سوائے وہ جو اس نے کیا۔ پھر وہ سامنے نگاہ ڈالے گا اور اسے اپنے سامنے آگ کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا۔ پس تم میں سے ہر کوئی اپنے آپ کو آگ سے بچا لے خواہ وہ آدھی کھجور (کے صدقے) کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو“۔ (متفق علیہ)

- عائشہؓ نے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«يحشر الناس يوم القيامة حفاة عراة غرلا، قلت يا رسول الله الرجال والنساء جميعاً ينظر بعضهم إلى بعض؟ قال يا عائشة الأمر أشد من أن يهمهم ذلك» (متفق عليه).	”قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، برہنہ اور غیر مختون جمع کیے جائیں گے“ (عائشہؓ نے) پوچھا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ کیا مرد و عورت ایک دوسرے کی طرف نگاہ نہیں ڈالیں گے؟“ آپ نے جواب دیا: ”اے عائشہ! اس دن معاملہ اتنا شدید ہوگا کہ کوئی اس طرف دھیان بھی نہ دے گا“۔ (متفق علیہ)

- نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إن أهون أهل النار عذاباً يوم القيامة لَرجلٌ توضع في أخمص قدميه جمرتان يغلي منهما دماغه» (متفق عليه).	”اہل جہنم میں سے جس شخص کو سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا، وہ ایسا شخص ہوگا جس کے پاؤں کے تلوؤں کے نیچے دو سلگتے ہوئے انگارے رکھے جائیں گے، جس کی وجہ سے اس کا دماغ اُبل رہا ہوگا“۔

- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يقوم الناس لرب العالمين، حتى يغيب أحدهم في رشحه إلى أنصاف أذنيه» (متفق عليه).

”تمام بنی نوع انسان اس دن اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے ، یہاں تک کہ وہ کانوں کے وسط تک اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے“۔(متفق علیہ)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يعرق النـاس يوم القيـامـة حتى يذهب عرقهم في الأرض سبعين ذراعاً ويلجمهم حتى يبلغ آذانهم»

”قیامت کے روز لوگوں کو اس قدر پسینہ آئے گا کہ ان کا پسینہ زمین میں سات زرع تک پہنچے گا اور وہ وہاں جمع ہوتا جائے گا یہاں تک کہ وہ ان کے کانوں تک جا پہنچے گا“۔(متفق علیہ)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يقول الله إذا أراد عبدي أن يعمل سيئة فلا تكتبوها عليه حتى يعملها، فإن عملها فاكتبوها بمثلها، وإن تركها من أجلي فاكتبوها له حسنة، وإذا أراد أن يعمل حسنة فلم يفعلها فاكتبوها له حسنة، فإن عملها فاكتبوها له بعشر أمثالها إلى سبع مائه ضعف» (متفق عليه).

”اللہ (فرشتوں سے) ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میرا بندہ گناہ کا ارادہ کرے تو اسے اس وقت تک مت لکھو جب تک کہ وہ اسے کر نہ گزرے۔ پس جب وہ گناہ کا کام کرے تو اسے اسی طرح لکھ لو۔ لیکن جب وہ میری وجہ سے اس کام سے باز رہے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو۔ اور جب وہ کسی نیکی کے کام کا ارادہ کرے تو ایک نیکی لکھ دو اور جب وہ اُسے سرانجام دے دے تو اس کے لیے دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیوں تک لکھ دو“۔(متفق علیہ)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لو يعلم المؤمن ما عند الله من العقوبة ما طمع بجنته أحد، ولو يعلم الكافر ما عند الله من الرحمة ما قنط من رحمته أحد» (مسلم).

”اگر مومن پر وہ تمام عقوبات آشکار ہو جائیں جو اللہ کے پاس موجود ہیں تو کوئی بھی جنت کی خواہش (امید) نہ رکھے اور اگر کافر کو ان تمام رحمتوں کا علم ہو جائے جو اللہ کے پاس موجود ہیں تو کوئی (کافر) بھی جنت میں داخل ہونے سے ناامید نہ ہو“۔(مسلم)

● ابن عمرؓ نے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«كان الكفل من بني إسرائيل لا يتورع من ذنب عمله، فأتته امرأة فأعطاها ستين ديناراً على أن يطأها فلما أرادها عن نفسها ارتعدت وبكت، فقال ما يبكيك؟ قالت: لأن هذا عمل ما عملته قط، وما حملني عليه إلا الحاجة، فقال: تفعلين أنت هذا من مخافة الله! فأنا أحرى، اذهبي فلك ما أعطيتك، ووالله ما أعصيه بعدها أبداً، فمات من ليلته، فأصبح مكتوب على بابه: إن الله قد غفر للكفل فعجب الناس من ذلك»	”بنی اسرائیل میں (ایک شخص) کِفل گناہوں سے باز نہ رہتا تھا۔ ایک دن اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار دیئے تاکہ وہ اس سے زنا کرے۔ جب وہ اس عورت کے قریب ہوا تو وہ کپکپانے لگی اور اس نے رونا شروع کر دیا۔ اس نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے رلایا؟ اس نے جواب دیا: یہ عمل ایسا ہے کہ میں نے اس سے قبل کبھی نہیں کیا اور میں اپنی ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہوئی۔ کفل نے کہا: تمہارا یہ طرزِ عمل اللہ کے ڈر کی وجہ سے ہے تو مجھے چاہیے کہ میں اللہ سے زیادہ خوف کھاؤں۔ جاؤ اور یہ مال بھی لے جاؤ جو میں نے تمہیں دیا تھا۔ اللہ کی قسم! آج کے بعد میں کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اسی رات کفل وفات پا گیا اور اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا: بے شک اللہ نے کفل کی مغفرت کر دی۔ جس پر لوگ نہایت حیران ہوئے“۔

(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن قرار دیا اور الحاکم نے اسے صحیح بتایا ہے جس سے ذہبی نے اتفاق کیا ہے۔ اس حدیث کو ابنِ حبان نے اپنی صحیح اور بیہقی نے شعب میں بھی روایت کیا ہے)

● ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا رب فرماتا ہے:

«وعزتي لا أجمع على عبدي خوفين وأمنين إذا خافني في الدنيا أمنته يوم القيامة وإذا أمنني في الدنيا أخفته يوم القيامة»	”مجھے میرے جلال کی قسم، میں اپنے بندے کے لیے دو خوف اور دو امن جمع نہیں کرونگا۔ اگر وہ دنیا میں میرے سے ڈرتا ہے تو میں اسے قیامت کے دن (اپنے خوف سے) محفوظ رکھوں گا اور اگر وہ اس دنیا میں اپنے آپ کو مجھ سے محفوظ سمجھتا ہے تو میں قیامت کے دن اسے خوف میں مبتلا کروں گا“۔ (ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا)

● ابنِ عباسؓ نے بیان کیا:

«لما أنزل الله على نبيهﷺ هذه الآية ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ تلاها رسول الله ﷺ ذات يوم على أصحابه فخرّ فتى مغشياً عليه، فوضع النبي ﷺ يده على فؤاده فإذا هو يتحرك فقال رسول الله ﷺ يا فتى قل لا إله إلا الله، فقالها فبشره بالجنة، فقال أصحابه يا رسول الله أمن بيننا؟ قال أوَما سمعتم قوله تعالى: ﴿ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ﴾».

''جب اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل کی: "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں"، تو ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت اپنے صحابہؓ کے سامنے تلاوت کی تو ایک نوجوان (یہ آیت سن کر) بے ہوش ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھا تو اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے لڑکے کہہ: "لا الہ الا اللہ" اس لڑکے نے یہ الفاظ دہرائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جنت کی بشارت دی صحابہؓ نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ (بشارت) ہم میں سے اس کے لیے ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: "یہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے خوفزدہ ہو''۔

(الحاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا)

● عائشہؓ سے روایت ہے، جو ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ﴾ ''اور وہ دیتے ہیں جو وہ دے سکتے ہیں، اور ان کے دل اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ انہیں اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' (المومنون: 60)

أهو الذي يزني ويشرب الخمر –وفي رواية ابن سابق- أهو الرجل الذي يزني ويسرق ويشرب الخمر، وهو مع ذلك يخاف الله عز وجل؟ قال لا، وفي رواية وكيع لا يا بنت أبي بكر أو بنت الصديق، ولكنه الرجل يصوم

کیا یہ ان کے متعلق ہے جو شراب پیتے اور بدکاری کرتے ہیں -- اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے -- کیا یہ وہ لوگ ہیں جو بدکاری کرتے ہیں، چوری کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں لیکن (اپنے ان اعمال پر) اللہ سے ڈرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: ''نہیں'' اور وکیع سے مروی روایت میں ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) ''نہیں اے

ويصلي ويتصدق وهو يخاف أن لا يقبل منه».	بنتِ ابو بکر یابنتِ صدیق، بلکہ یہ وہ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں اور انہیں یہ ڈر ہے کہ کہیں اللہ ان سے یہ عمل قبول کرنے سے انکار نہ کردے"۔

(اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان اور الحاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی)

- ثوبانؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لأعلمن أقواماً من أمتي يأتون يوم القيامة بحسنات أمثال جبال تهامة بيضاً، فيجعلها الله هباءً منثوراً، فقلت: يا رسول الله صفهم لنا، حلّهم لنا ألا نكون منهم ونحن لا نعلم، قال: أما إنهم من إخوانكم، من جلدتكم، ويأخذون من الليل كما تأخذون، ولكنهم أقوام إذا خلوا بمحارم الله انتهكوها».	"میں یقیناً اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن آئیں گے اور ان کی نیکیاں تہامہ کے سفید پہاڑوں کی مانند ہوں گی لیکن اللہ انہیں بکھری ہوئی دھول بنادے گا"، ثوبان نے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ ان کے بارے میں ہمیں بتائیں مبادا ہم ان میں سے ہوں اور ہمیں معلوم بھی نہ ہو" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ تمہارے ہی بھائی ہونگے اور تمہارے لوگوں میں سے ہی ہونگے اور وہ رات میں سے (عبادت کا) وقت لیں گے جیسا کہ تم لیتے ہو، لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو جب اکیلے ہوتے تھے تو اللہ کے حرام کردہ امور کی پرواہ نہیں کرتے تھے"۔

(ابن ماجہ نے اس حدیث کو روایت کیا اور کنعانی (صاحبِ مصباح الزجاجہ) نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں)

- بخاری نے بیان کیا کہ ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے دو قول روایت کیے، ایک رسول اللہ ﷺ کا قول اور ایک ان کا اپنا قول، فرمایا:

«إن المؤمن يرى ذنوبه كأنه قاعد تحت جبل يخاف أن يقع عليه، وإن الفاجر يرى ذنوبه كذباب مر على أنفه فقال به هكذا قال أبو شهاب بيده فوق أنفه ... » (البخاري).	"مومن اپنے گناہوں کو یوں دیکھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ ہے کہ جس کے نیچے وہ بیٹھا ہوا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کو ملیامیٹ نہ کردے۔ جبکہ ایک فاجر شخص اپنے گناہوں کو ایک مکھی کی مانند سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر گزرتی ہے اور وہ اسے اڑادیتا ہے اور ابن شہاب نے ہاتھ کا اشارہ کرکے ہمیں بتایا۔۔۔"

● سعدؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إن الله يحب العبد التقي الغني الخفي»	''اللہ متقی، کشادہ دل اور دکھاوا نہ کرنے والے شخص کو پسند فرماتا ہے'' (مسلم)

● اسامہ بن شریکؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما كره الله منك شيئاً فلا تفعله إذا خلوت»	''جو بات اللہ کو ناپسند ہے اسے تنہائی میں مت کرو''۔

(ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو روایت کیا)

● عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے:

«قيل لرسول الله أي الناس أفضل؟ قال: كل مخموم القلب صدوق اللسان، قالوا صدوق اللسان نعرفه فما مخموم القلب؟ قال هو التقي النقي لا إثم فيه ولا بغي ولا غل ولا حسد»	''رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے بہترین لوگ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہر مخموم القلب اور زبان کا سچا شخص۔ انہوں نے پوچھا: ہم زبان کی سچائی کو تو جانتے ہیں لیکن مخموم القلب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ سے ڈرنے والا صاف شفاف دل، جو گناہوں، ظلم، نفرت اور حسد سے پاک ہو''۔

(کنعانی نے بیان کیا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں اور بیہقی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا)

● ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن أغبط أوليائي عندي لمؤمن خفيف الحاذ ذو حظ من الصلاة، أحسن عبادة ربه، وأطاعه في السر، وكان غامضاً في الناس لا يشار إليه بالأصابع، وكان رزقه كفافاً فصبر على ذلك، ثم نفض بيده فقال عجلت منيته قلّت بواكيه قل تراثه»	''میرے دوستوں میں میرے نزدیک قابلِ رشک وہ مومن ہے جس کے پاس تھوڑی سی دولت ہے، نماز میں اس کا حصہ زیادہ ہے، وہ اپنے رب کی احسن طریقے سے عبادت کرتا ہے اور مخفی حالت میں بھی اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے، اور وہ لوگوں میں مشہور بھی نہیں اور نہ ہی لوگ اس کی طرف اشارے کرتے ہیں، اس کا رزق اس کے لیے کافی ہے اور وہ اس پر صابر (مطمئن) ہے''۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی کو ہلایا اور فرمایا: ''(ایسا شخص) زندگی میں تیزی سے گزر جاتا ہے،

اس پر آنسو بہانے والے تھوڑے ہوتے ہیں اور وہ اپنے پیچھے قلیل دولت چھوڑ کر جاتا ہے"۔

(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن قرار دیا)

بھز بن حکیم نے بیان کیا کہ ہمیں زرارۃ بن ابی اوفی نے بنی قشیر کی مسجد میں نماز پڑھائی۔ جس میں انہوں نے سورۃ المدثر کی تلاوت کی، یہاں تک کہ وہ اس آیت تک پہنچے ﴿فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ﴾ "پھر جب صور پھونک دیا جائے گا"۔ تو وہ نیچے گرے اور فوت ہو گئے۔" (الحاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں)

● ابن عباسؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا:

«من لقي منكم العباس فليكفف عنه، فإنه خرج مستكرها، فقال أبو حذيفة بن عتبة: أنقتل آباءنا واخواننا وعشائرنا، وندع العباس والله لأضربنه بالسيف، فبلغت رسول الله فقال لعمر بن الخطاب: يا أبا حفص-قال عمر إنه لأول يوم كنّاني فيه بأبي حفص- يضرب وجه عم رسول الله بالسيف فقال عمر: دعني فلأضرب عنقه فإنه قد نافق، وكان أبو حذيفة يقول: ما أنا بآمن من تلك الكلمة التي قلت، ولا أزال خائفاً حتى يكفرها الله عني بالشهادة. قال: فقتل يوم اليمامة شهيداً»

"تم میں سے اگر کسی کا سامنا عباس سے ہو تو وہ انہیں قتل نہ کرے، کیونکہ انہیں ان کی مرضی کے بغیر لایا گیا ہے۔ ابو حذیفہ بن عتبہؓ نے کہا: کیا تم ہمارے باپ، ہمارے بیٹوں اور ہمارے قبیلوں کو قتل کرو اور العباس کو چھوڑ دو، اللہ کی قسم! اگر میرا سامنا عباس سے ہوا تو میں اسے تلوار کی ضرب لگاؤں گا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے عمرؓ بن خطاب سے فرمایا: اے ابو حفص۔ اور عمرؓ نے کہا کہ یہ پہلا موقع تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کنیت سے پکارا: کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے چہرے پر تلوار سے ضرب لگے گی؟ عمرؓ نے جواب دیا: مجھے اجازت دیں میں اس کا سر کاٹ دوں کیونکہ اس نے منافقت دکھائی ہے۔ ابو حذیفہ بن عتبہ کہا کرتے تھے: اپنے یہ الفاظ کہنے کے بعد میں نے اپنے آپ کو کبھی محفوظ تصور نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ ڈرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے شہادت سے ان کا کفارہ فرما دیا۔ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے"۔

(الحاکم نے المستدرک میں اس حدیث کو روایت کیا اور بیان کیا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے)

○○○

باب نمبر6

اللہ کے خوف اور اللہ کی یاد پر آہ وزاری کرنا

اللہ کے خوف سے رونا ایک مندوب عمل ہے اور اس کی دلیل کتاب وسنت ہے:

● جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۞ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۞﴾	''پس کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو، اور ہنس رہے ہو؟ اور روتے نہیں''۔(النجم:59-60)

● اور فرمایا:

﴿وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾(آیت السجدہ)	''اور وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع و خضوع بڑھا دیتا ہے''۔ (الاسراء:109)

● اور فرمایا:

﴿إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا﴾(آیت السجدہ)

''ان کے سامنے جب رحمن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی تو یہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے تھے''۔(مریم:58)

اور جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو اس کے دلائل یہ ہیں:

- ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا:

«اقرأ علي القرآن، قلت يا رسول الله أقرأ عليك وعليك أنزل؟ قال إني أحب أن أسمعه من غيري، فقرأت عليه سورة النساء حتى جئت إلى هذه الآية : ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (41)﴾ قال حسبك الآن. فالتفت إليه فإذا عيناه تذرفان» (متفق عليه).

''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں جبکہ یہ تو آپؐ پر نازل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں کسی دوسرے سے قرآن کی تلاوت سنوں۔ پس میں نے آپؐ کے سامنے سورۃ النساء تلاوت کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا: ''بھلا اس دن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور آپؐ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے''، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بس اتنا کافی ہے۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے''۔(متفق علیہ)

- انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا خطبہ دیا جیسا اس سے قبل میں نے کبھی نہیں سنا تھا، اس خطبے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

«لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلاً ولبكيتم كثيراً، فغطى أصحاب رسول الله وجوههم ولهم خنين»

''اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔ پس رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے اپنے چہرے چھپا لیے اور وہ رو رہے تھے''۔ (متفق علیہ)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله ... ورجل ذكر الله خالياً ففاضت عيناه» (متفق عليه).

''سات قسم کے لوگوں کو اللہ قیامت کے دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہو گا۔۔۔اور وہ شخص جو اکیلے میں یا کسی حاجت کے بغیر اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئیں''۔(متفق علیہ)

- ابن عمرؓ نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی تکلیف (یعنی بیماری) بڑھ گئی تو آپؐ نے فرمایا:

«مروا أبا بكر فليصل بالناس، قالت عائشة إن أبا بكر رجل رقيق إذا قرأ غلبه البكاء ... »

''ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز میں لوگوں کی امامت کرائیں۔ عائشہؓ نے کہا: ابو بکر بہت رقیق القلب ہیں اور جب وہ تلاوت کرتے ہیں تو ان پر آہ و زاری کا غلبہ ہو جاتا ہے۔۔۔''

یہ بخاری کی روایت ہے جبکہ مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

«قالت فقلت يا رسول الله إن أبا بكر رجل رقيق، إذا قرأ القرآن لا يملك دمعه ...» (متفق عليه).

''(عائشہؓ نے) کہا اے اللہ کے رسول ﷺ، ابو بکر رقیق القلب انسان ہیں، جب وہ قرآن پڑھیں گے تو اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکیں گے۔۔۔''(متفق علیہ)

- انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعبؓ سے فرمایا: اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سورۃ ﴿ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ سناؤں۔ آپ نے کہا: اللہ نے میرا نام لیا؟ رسول ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' یہ سن کر ابی بن کعبؓ رونے لگے۔(متفق علیہ)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يلج النار رجل بكى من خشية الله حتى يعود اللبن في الضرع، ولا

''جو شخص اللہ کے خوف سے روتا ہے، اللہ اسے نارِ جہنم میں داخل نہیں کرے گا، یہاں تک کہ دودھ واپس تھن میں داخل نہ ہو جائے اور اللہ

يجتمع غبار في سبيل الله ودخان جهنم»	اپنی راہ میں قتال کے دوران اڑنے والی گرد اور جہنم کے دھوئیں کو کبھی اکٹھا نہیں کرے گا"۔

(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

- عبداللہ بن الشخیرؓ سے روایت ہے:

«أتيت رسول الله وهو يصلي ولجوفه أزيز كأزيز المرجل من البكاء».	"میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ؐ سسکیاں لے رہے تھے اور آپ کے سینے سے یوں آواز آرہی تھی جیسے کہ ابلتی ہوئی دیگچی سے آتی ہے"۔

(النووی نے کہا کہ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی نے الشمائل میں صحیح اسناد کے ساتھ بیان کی ہے)

- ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف نے بیان کیا کہ عبدالرحمن بن عوفؓ کے سامنے کچھ کھانا لایا گیا جبکہ وہ روزہ سے تھے، انہوں نے کہا:

«قتل مصعب بن عميروهو خير مني، كفن في بردة، إن غطي رأسه بدت رجلاه، وإن غطي رجلاه بدا رأسه، وأراه قال وقتل حمزة وهو خير مني، ثم بسط لنا من الدنيا ما بسط، أو قال أعطينا من الدنيا ما أعطينا، وقد خشينا أن تكون حسناتنا عجلت لنا، ثم جعل يبكي حتى ترك الطعام».	"مصعب بن عمیر شہید ہو گئے جبکہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔ انہیں ایسے کپڑے سے ڈھانپا گیا کہ اگر ان کا سر ڈھانکتے تو ٹانگیں ننگی ہو جاتیں اور اگر ان کی ٹانگیں ڈھانکتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ اور میرا خیال ہے کہ آپ (عبدالرحمن بن عوف) نے یہ بھی کہا: حمزہؓ کو شہید کیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پھر اللہ نے دنیا (کی نعمتوں) کو ہمارے لیے کھول دیا اور میں واقعی ڈرتا ہوں کہ ہمیں جلد دنیا میں ہی اجر عطا کر دیا گیا۔ پھر آپ نے رونا شروع کر دیا اور کھا نہ سکے"۔

- العرباض بن ساریہ سے روایت ہے:

«وعظنا رسول الله موعظة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون ... »	"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا جس سے ہمارے دل خوف سے لبریز ہو گئے اور ہماری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔۔۔"

(ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور ترمذی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

● انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من ذكر الله ففاضت عيناه من خشية الله، حتى يصيب الأرض من دموعه، لم يعذب يوم القيامة»

''جو شخص اللہ کو یاد کرے اور اللہ کے خوف سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو جب تک یہ آنسو زمین میں ہیں اس وقت تک اسے قیامت کے دن عذاب نہ ہوگا''۔

(حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی)

● ابو ریحانہؓ نے بیان کیا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ کے لیے نکلے اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«حرمت النار على عين دمعت من خشية الله، حرمت النار على عين سهرت في سبيل الله ونسيت الثالثة وسمعت بعد أنه قال حرمت النار على عين غضت عن محارم الله»

''اس آنکھ پر (دوزخ کی) آگ حرام کردی گئی جو اللہ کے خوف سے روتی ہے، اور اس آنکھ پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی جو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں جاگتی ہے اور میں تیسری بات بھول گیا لیکن بعد میں، میں نے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس آنکھ پر آگ حرام کردی گئی جو ان چیزوں سے اپنی نگاہیں جھکا لیتی ہے جنہیں (دیکھنا) اللہ نے حرام کیا ہے''۔

(احمد اور حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور موخر الذکر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ذہبی اور النسائی نے اس سے اتفاق کیا۔ مذکورہ بالا الفاظ النسائی کے ہیں)

● ابن ابو ملیکہ سے روایت ہے کہ ہم عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ حجر میں بیٹھے تھے کہ آپؓ نے بیان کیا:

«ابكوا فإن لم تجدوا بكاء فتباكوا، لو تعلمون العلم لصلى أحدكم حتى ينكسر ظهره، ولبكى حتى ينقطع صوته»

''روؤ اور اگر رو نہیں سکتے تو یوں ظاہر کرو جیسے رو رہے ہو۔ اگر تم واقعی جان جاؤ تو تم سب نماز پڑھو یہاں تک کے تمہاری کمر ٹوٹ جائے اور تم روؤ یہاں کہ تمہاری آواز ختم ہو جائے''۔

(الحاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا)

● علیؓ نے فرمایا:

«ما كان فينا فارس يوم بدر غير المقداد، ولقد رأيتنا وما فينا قائم إلا رسول الله تحت شجرة يصلي ويبكي حتى أصبح»

''بدر کے دن مقداد کے علاوہ ہم میں سے کسی کے پاس بھی گھوڑا نہ تھا اور میں نے رات کے وقت رسول اللہ کے سوا کسی کو دعا کرتے نہ دیکھا جو درخت کے نیچے تھے اور دعا کر رہے تھے اور رو رہے تھے یہاں تک کہ صبح ہو گئی''۔(ابن خزیمہ نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا)

- ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«طوبى لمن ملك نفسه، ووسعه بيته، وبكى على خطيئته»

''اس پر رحمت ہو جو اپنے آپ کو قابو میں رکھے اور جو اپنے گھر میں سما جائے اور اپنے گناہوں پر آہ وزاری کرے''۔

(یہ حدیث طبرانی سے روایت ہے جنہوں نے اسے حسن قرار دیا)

○○○

باب نمبر 7

اللہ سے امید رکھنا اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا

اللہ سے امید کا مطلب ہے اللہ سے حسن ظن رکھنا، اور یہ حسن ظن میں سے ہے کہ ایک شخص اللہ سے رحمت و مغفرت اور مدد و نصرت کی امید رکھے۔ اللہ نے اس شخص کی تعریف فرمائی ہے جو اللہ سے امید رکھے بالکل اسی طرح جیسے اللہ نے اس شخص کی تعریف کی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالٰی نے ہم پر یہ فرض کیا ہے کہ ہم اللہ سے امید رکھیں اور اللہ سے اچھے سلوک کی توقع کریں بالکل اسی طرح جیسے اللہ نے اس بات کو فرض کیا ہے کہ ہم اُس سے ڈریں۔ پس بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اللہ سے امید بھی رکھے۔ پچھلے باب میں ہم اللہ کے خوف سے متعلق دلائل بیان کر چکے ہیں جبکہ کتاب وسنت میں اللہ سے امید رکھنے کے یہ دلائل وارد ہوئے ہیں:

- اللہ سبحانہ وتعالٰی نے ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾	''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے''۔(البقرہ:218)

- مزید ارشاد ہے:

﴿ وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴾

”اور اللہ سے خوف کرتے ہوئے اور امید کے ساتھ دعائیں مانگتے رہنا ،کچھ شک نہیں کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے“۔ (الاعراف:56)

● اور فرمایا:

﴿ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾

”اور تمہارا رب لوگوں کو ان کی بے انصافیوں کے باوجود معاف کرنے والا ہے اور بے شک تمہارا رب سخت عذاب دینے والا بھی ہے“۔ (الرعد:6)

● اور فرمایا:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴾

”جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں (بات بھی یہی ہے) کہ بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے“۔ (الاسراء:57)

● اور فرمایا:

﴿ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴾

”اور وہ ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف کے ساتھ اور وہ ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے“۔ (الانبیاء:90)

● اور فرمایا:

﴿ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴾	’’بھلا وہ شخص جو راتوں کو سجدے اور قیام کی حالت میں گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو، اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو، بتلاؤ تو کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ یقیناوہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں‘‘۔(الزمر:9)

جہاں تک سنت سے دلائل کا تعلق ہے تو وہ یہ ہیں:

- واثلہ بن الاسقعؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ’’اچھی خبر پر خوش ہو جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

«... أنا عند ظن عبدي بي، إن ظن خيراً فله، وإن ظن شراً فله»	’’میں ویسا ہی ہوں جیسا کہ میرا بندہ میرے متعلق گمان کرتا ہے۔ اگر وہ میرے متعلق اچھا گمان رکھے تو اس کے لیے ایسا ہی ہونگا اور اگر وہ میرے متعلق برا گمان رکھے تو اس کے لیے ویسا ہی ہونگا‘‘۔

(احمد نے حسن اسناد کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا اور یہ حدیث ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کی ہے)

- ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يقول الله عز وجل: أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه حين يذكرني ... »	’’اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں ویسا ہی ہوں جیسا میرا بندہ میرے متعلق گمان کرتا ہے۔ اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے‘‘۔(متفق علیہ)

- جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی موت سے قبل تین باتیں ارشاد فرماتے سنا، آپؐ نے فرمایا:

«لا يموتن أحدكم إلا وهو يحسن الظن بالله عز وجل»	’’تم میں سے کسی کو موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ عزوجل سے حسنِ ظن رکھتا ہو‘‘۔(مسلم)

● انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے، جب کہ اس کی موت قریب تھی، آپؐ نے اس سے پوچھا:

«كيف تجدك؟ قال: أرجو الله يا رسول الله، وإني أخاف ذنوبي، فقال رسول الله: لا يجتمعان في قلب عبد في مثل هذا الموطن إلا أعطاه الله ما يرجو وآمنه مما يخاف»	''تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو'' اس نے جواب دیا: ''مجھے اللہ سے امید ہے لیکن مجھے اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ دو چیزیں بندے کے قلب میں ایک ہی وقت جمع نہیں ہو سکتیں، سوائے یہ کہ اللہ اسے وہ عطا کر دے جس کی وہ امید کرتا ہے اور اس چیز سے بچالے جس سے وہ ڈرتا ہے''۔

(ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو روایت کیا، حافظ المنذری نے کہا کہ اس کی اسناد حسن ہیں)

● انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«قال الله تعالى: يا ابن آدم إنك ما دعوتني ورجوتني غفرت لك على ما كان منك ولا أبالي، يا ابن آدم لو بلغت ذنوبك عنان السماء ثم استغفرتني غفرت لك، يا ابن آدم لو أتيتني بقراب الأرض خطايا ثم لقيتني لا تشرك بي شيئاً لأتيتك بقرابها مغفرة»	''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے مانگتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تیرے گناہوں کے باوجود تجھے معاف کرتا رہوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (خواہ تو نے کتنے ہی گناہ کیوں نہ کیے ہوں)۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ (بڑھتے بڑھتے) آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچیں اور پھر تو مجھ سے معافی کا خواستگار ہو تو میں تجھے معاف کر دوں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس اتنے گناہ لے کر آئے جو زمین کو بھر دینے کے لیے کافی ہوں اور پھر تو مجھے اس حالت میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں اسی قدر مغفرت کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا''۔

(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس حدیث کو حسن قرار دیا)

جہاں تک ناامیدی اور مایوسی کا تعلق ہے تو یہ مترادف الفاظ ہیں اور یہ اللہ سے امید کی ضد ہیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا حرام ہے۔ اس کے دلائل کتاب وسنت میں ہیں:

جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے تو اس میں وارد دلائل درج ذیل ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَاْيْئَسُوا مِنْ رُوْحِ اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يَاْيْئَسُ مِنْ رُوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴾

"(یعقوبؑ نے کہا) اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا کہ اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوا کرتے ہیں"۔ (یوسف:87)

- اور فرمایا:

﴿قَالُوا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقٰنِطِينَ ۞ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهٖٓ إِلَّا الضَّآلُّونَ ۞ ﴾

"(فرشتوں نے کہا) ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں، پس آپ مایوس ہونے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔ (ابراہیم نے) کہا اپنے رب کی رحمت سے صرف گمراہ لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں"۔ (الحجر:55-56)

- اور فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖ أُولٰٓئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَحْمَتِي وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

"اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں اور اللہ کی ملاقات سے انکار کیا وہ میری رحمت سے ناامید ہو گئے ہیں اور ان کو درد دینے والا عذاب ہوگا"۔ (العنکبوت:23)

- اور ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ يَٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾	’’کہہ دیجئے، اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے ، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور واقعی وہ بڑی بخشش، بڑی رحمت والا ہے‘‘۔(الزمر: 53)

جہاں تک سنت سے دلائل کا تعلق ہے تو وہ یہ ہیں:

- ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لو يعلم المؤمن ما عند الله من العقوبة، ما طمع بجنته أحد، ولو يعلم الكافر ما عند الله من الرحمة ما قنط من جنته أحد»	’’اگر مومن ان تمام سزاؤں کو جان لے جو اللہ کے پاس موجود ہیں تو وہ کبھی جنت کا متمنی نہ ہو اور اگر کافر ان تمام رحمتوں کو جان لے جو اللہ کے پاس موجود ہیں تو وہ کبھی جنت سے مایوس نہ ہو‘‘۔(متفق علیہ)

- فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«وثلاثة لا تسأل عنهم: رجل نازع الله عز وجل رداءه فإن رداءه الكبرياء وإزاره العزة، ورجل شك في أمر الله، والقنوط من رحمة الله»	’’تین قسم کے لوگوں کے بارے میں سوال ہی نہ کرو، ایک وہ شخص جو اللہ کے ساتھ اللہ کی چادر کے متعلق تنازعہ کرتا ہے کیونکہ تکبر اللہ کی چادر ہے اور عظمت و قوت اس کا ازار ہے، اور وہ شخص جو اللہ کے امر کے متعلق شک میں مبتلا ہے اور وہ شخص جو اللہ کی رحمت سے ناامید ہے‘‘۔

(احمد، طبرانی اور البزار نے اس حدیث کو روایت کیا۔ ھیثمی نے بیان کیا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں، بخاری نے الادب المفرد میں اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس حدیث کو بیان کیا)۔

- خالد کے دو بیٹوں حبہ اور سواء سے روایت ہے، جنہوں نے کہا:

«دخلنا على النبي وهو يعالج شيئاً فأعناه عليه فقال: لا تيأسا من الرزق ما تهززت رؤوسكما فإن الإنسان تلده أمه أحمر ليس عليه قشر، ثم يرزقه الله عز وجل» (أحمد وابن ماجة وابن حبان في صحيحه).

''ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے جب وہ کچھ کر رہے تھے، پس ہم نے اس کام میں آپؐ کی مدد کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جب تک تمہارے سر ہل رہے ہیں یعنی جب تک تم زندہ ہو، اللہ کے رزق سے مایوس مت ہو، کیونکہ انسان تو اس حالت میں پیدا کیا گیا کہ وہ سرخ تھا اور اس کے ارد گرد کوئی غلاف نہ تھا اور پھر اللہ عزوجل نے ہی اسے رزق عطا کیا''۔

- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ بڑے گناہ کونسے ہیں؟'' آپؐ نے جواب دیا:

«الشرك بالله، والأياس من روح الله، والقنوط من رحمة الله»

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی قدرت سے مایوس ہو جانا اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جانا''۔

(الھیثمی نے کہا کہ یہ حدیث البزار اور الطبرانی نے بیان کی ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ السیوطی اور العراقی نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا)

- اللہ کے انبیاء **(صلوات الله عليهم)** اللہ کی نصرت سے کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ لوگوں کے ایمان لانے سے ناامید ہوئے کیونکہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوٓا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا۟ جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَن نَّشَآءُ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴾

''یہاں تک کہ رسول ناامید ہو گئے اور گمان کیا کہ ہمیں جھٹلا دیا گیا، تو ہماری مدد آن پہنچی اور ہم نے جسے چاہا نجات دے دی اور ہمارا عذاب گناہ گاروں سے واپس نہیں پلٹتا''۔ (یوسف: 110)

بخاری نے روایت کیا کہ عائشہؓ **(كُذِّبُوا۟)** کو شد کے ساتھ پڑھتی تھیں یعنی لوگوں کی طرف سے رسولوں کو جھٹلایا گیا کیونکہ رسول تو گناہوں سے معصوم ہیں۔

○○○

باب نمبر8

مصیبت پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾

''کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ ابھی تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں سختیاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ موجود ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو بے شک کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے''۔(البقرہ:214)

- اور فرمایا:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۞ اَلَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۞ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۞ ﴾

''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے، تو صبر کرنیوالوں کو بشارت سنا دیجئے۔ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے۔اور یہی لوگ سیدھے رستے پر ہیں''۔(البقرہ:155-157)

● اور فرمایا:

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾

''تمہارے مال وجان میں تمہاری آزمائش کی جائے گی اور تم اہلِ کتاب اور مشرکین سے بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے تو اگر صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو یقینا یہ بڑی ہمت کا کام ہے''۔(آل عمران:186)

● اور فرمایا:

﴿ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴾

''اور صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے''۔(البقرہ:155)

● اور فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا ﴾

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو؛ صبر کرو''۔(آل عمران:200)

● اور فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''جو صبر کرنے والے ہیں انہیں ہی بے شمار ثواب دیا جائے گا''۔(الزمر:10)

● اور فرمایا:

﴿ وَلِمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لِمَنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾

''اور جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو بے شک یہ ہمت کے کام ہیں''۔(الشوریٰ:43)

● اور فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔(البقرہ:153)

جہاں تک سنتِ رسول ﷺ کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث وارد ہوئی ہیں:

● رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إنَّ الله عز وجل إذا أَحب قوماً ابتلاهم فمن صبر فله الصبر ومن جزع فله الجزع»

''جب اللہ عز وجل کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو وہ انہیں آزماتا ہے، تو جو صبر کرتا ہے اسے صبر عطا کیا جاتا ہے اور جو بے صبری ظاہر کرتا ہے اسے بے صبری ہی ملتی ہے''۔

(احمد نے محمود بن لبید سے روایت کیا)

● اسی طرح احمد نے مصعب بن سعد سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سے لوگوں کو سب سے زیادہ مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

«الأنبياءُ ثُمَّ الصالحون ثُمَّ الأمثلُ فالأمثلُ من الناس يُبتلى الرجلُ على حسب دِينه فإن كان في دينه صَلابـةٌ زِيدَ في بلائه وإن كان في دينه رِقَّةٌ خُفِّفَ عنه وما يزال البلاء بالعبد

''انبیاء پھر صالحین، پھر اس کے بعد لوگوں میں سے سب سے بہتر لوگ۔ایک شخص کو دین پر پختگی کے مطابق آزمایا جاتا ہے اگر وہ اپنے دین پر پختہ رہے تو اسے مزید سختی سے آزمایا جاتا ہے اور اگر اس کے دین میں کچھ کمزوری ہو تو اس کے امتحان کو ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ایک شخص کو

حتى يمشي على ظهر الأرض ليس عليه خطيئة».

مسلسل آزمایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین کی پیٹھ پر چلتا ہے اور وہ گناہوں سے بالکل پاک ہوتا ہے"۔

- ابومالک الاشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... والصبر ضياء ...»

"۔۔۔صبر روشنی ہے۔۔۔"(مسلم)

- ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«... ومن يتصبر يصبره الله، وما أعطي أحد عطاء خيراً وأوسع من الصبر» متفق عليه.

"۔۔۔اور جو صبر اختیار کرنے کی کوشش کرے تو اللہ اسے صبر عطا کر دیتا ہے اور کسی کو بھی صبر سے بہتر اور بڑا تحفہ عطا نہیں کیا گیا"۔(متفق علیہ)

- ابویحییٰ صہیب بن سنانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... وإن أصابته ضراء صبر فكان خيراً له» مسلم.

"۔۔۔اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچے اور وہ صبر کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے"۔(مسلم)

- انسؓ سے روایت ہے:

«مر النبي بامرأة تبكي عند قبر، فقال: اتقي الله واصبري، فقالت إليك عني، فإنك لم تصب بمصيبتي، ولم تعرفه، فقيل لها إنه النبي ، فأتت باب النبي فلم تجد عنده بوابين، فقالت لم أعرفك فقال: إنما الصبر عند الصدمة الأولى» متفق عليه.

"رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے نزدیک رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ اس عورت نے آپ سے کہا: جاؤ تمہیں وہ مصیبت نہیں پہنچی جو مجھے پہنچی ہے۔ اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو نہ پہچانا۔ پھر اسے بتایا گیا یہ اللہ کے نبی تھے۔ پس وہ آپ کے گھر آئی اور اس نے دیکھا کہ آپ کے دروازے پر کوئی محافظ نہیں ہے۔ اس عورت نے آپ سے کہا کہ میں

نے اُس وقت آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا: بے شک صبر وہ ہے جو مصیبت کی شروعات پر ہی کیا جائے''۔ (متفق علیہ)

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يقول الله تعالى: ما لعبدي المؤمن عندي جزاء إذا قبضت صفيّهُ من أهل الدنيا ثم احتسبه إلا الجنة» البخاري.

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں اپنے مومن بندے کے پیارے دوست کو دنیا سے اٹھالوں اور وہ اس پر صبر کرے اور مجھ سے امید رکھے تو میں اس کے بدلے میں اسے جنت سے کم کچھ نہیں دیتا''۔ (بخاری)

- بخاری نے روایت کیا کہ عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کی بابت سوال کیا تو آپؐ نے انہیں بتایا:

«أنه كان عذاباً يبعثه الله على من يشـــاء، فجعلـه الله تعـالى رحمـة للمؤمنين، فليس من عبـد يقع في الطاعون، فيمكث في بلده صـــابراً محتســـباً يعلم أنه لا يصـــيبه إلا ما كتب الله لـه، إلا كان لـه مثل أجر الشهيد» البخاري.

''یہ ایک عذاب (سزا) تھا جو اللہ جس پر چاہتا اس کی طرف بھیجتا تھا، اللہ نے اسے مومنین کے لیے رحمت بنادیا ہے۔ پس جو اپنے آپ کو طاعون کے علاقے میں پائے لیکن وہ اسی علاقے میں ٹھہرا رہے اور اللہ سے (اجر کی) امید کے ساتھ یہ جانتے ہوئے صبر کرے کہ اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوائے وہ جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دی ہے، تو ایسے شخص کے لیے شہید کے اجر سے کم کچھ نہیں''۔ (بخاری)

- انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إن الله عز وجل قال: إذا ابتليت عبدي بحبيبتيه فصبر، عوضته منهما الجنة»

''اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میں اپنے بندے سے اس کی دو پسندیدہ چیزیں (یعنی آنکھیں) لے لوں اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کے عوض میں اسے جنت عطا کروں گا''۔ (بخاری)

● عطا ابن ابی رباح سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا: ''کیا میں تمہیں وہ عورت دکھاؤں جو کہ اہل جنت میں سے ہے''، میں نے جواب دیا: "کیوں نہیں" آپ نے کہا:

«هذه المرأة السوداء، أتت النبي فقالت: إني أصرع، وإني أتكشف، فادع الله تعالى لي، قال: إن شئت صبرت ولك الجنة، وإن شئت دعوت الله تعالى أن يعافيك، فقالت أصبر، فقالت إني أتكشف، فادع الله أن لا أتكشف فدعا لها» متفق عليه.

''یہ کالی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے دورے پڑتے ہیں جس کے دوران میرا ستر ظاہر ہو جاتا ہے۔ تو آپؐ اللہ سے میرے لیے دعا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہاری بیماری دور کر دے اور یہ بھی تمہارے اختیار میں ہے کہ تم صبر کرو اور اس کے بدلے تمہیں جنت ملے گی۔ اس عورت نے کہا: میں صبر کروں گی۔ اور مزید کہا: (دورے کے دوران) میرا ستر ظاہر ہو جاتا ہے آپ میرے لیے صرف یہ دعا فرمادیں کہ وہ ظاہر نہ ہو۔ پس آپؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی''۔ (متفق علیہ)

● عبد اللہ بن اوفیؓ سے روایت ہے:

«أن رسول الله ، في بعض أيامه التي لقي فيها العدو، انتظر حتى إذا مالت الشمس قام فيهم، فقال: يا أيها الناس لا تتمنوا لقاء العدو، واسألوا الله العافية، فإذا لقيتموهم فاصبروا، واعلموا أن الجنة تحت ظلال السيوف، ثم قال: اللهم، مُنزل الكتاب، ومجري السحاب وهازم الأحزاب، اهزمهم وانصرنا عليهم» متفق عليه.

''ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا دشمن سے سامنا ہوا، آپؐ نے انتظار کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر آپؐ کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے کہا: ''اے لوگو دشمن سے ملاقات کرنے کے لیے بے تاب مت رہو اور اللہ سے عافیت طلب کرو، لیکن جب تمہارا دشمن سے سامنا ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے''۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اے اللہ، کتاب کو نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، لشکروں کو شکست دینے والے، انہیں شکست دے دے اور ان کے خلاف ہماری مدد کر''۔ (متفق علیہ)

یہ سب مصیبت پر صبر کرنے کے متعلق ہے۔ جہاں تک قضا پر راضی رہنے کا تعلق ہے تو ابن ابو عاصم اور بخاری نے الادب المفرد میں یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

«وأسألك الرضا بعد القضاء»	''میں قضا کے بعد تیری رضا کا طلب گار ہوں''۔

- شارع کی طرف سے قضا پر بندے کے راضی ہونے کی تعریف ابو ہریرہؓ کی اس حدیث میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ألا أعلمك أو أدلك على كلمة من تحت العرش من كنز الجنة: لا حول ولا قوة إلا بالله، يقول الله عز وجل أسلم عبدي واستسلم»	''میں تمہیں وہ کلمات نہ بتادوں یاد کھلادوں جو کہ عرش کے نیچے جنت کے خزانوں میں سے ہیں (وہ الفاظ یہ ہیں) **لا حول ولا قوة إلا بالله**۔ (ان کلمات کے کہنے پر) اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے بندے نے اسلام کو قبول کر لیا اور اس نے سر تسلیم خم کر دیا''۔

(حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں اور اس کے متعلق کوئی علت (خامی) بیان نہیں ہوئی اور شیخین نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی ہے۔ ابن حجر نے کہا کہ حاکم نے اس حدیث کو قوی سند سے روایت کیا)

قضا پر ناپسندیدگی اور ناراضی کا اظہار کرنا حرام ہے۔ القرافی نے الذخیرۃ میں اس بات پر اجماع بیان کیا ہے۔ اس سے ان کی مراد مجتہدین کا اجماع ہے۔ انہوں نے کہا: **(السخط بالقضاء حرام اجماعاً)** ''قضا پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنا بالاجماع حرام ہے''۔
انہوں نے کہا اگر کوئی شخص بیمار پڑ جائے تو وہ طبعی طور پر درد محسوس کرے گا، یہ قضا پر عدم رضامندی ظاہر کرنا نہیں بلکہ تکلیف پر عدم اطمینان کا اظہار کرنا ہے لیکن اگر وہ یہ کہے کہ "میرا کیا قصور تھا کہ مجھ پر یہ مصیبت آن پڑی "میرا کیا گناہ تھا' یا' میں تو اس کا سزاوار نہ تھا" یہ قضا پر عدم رضامندی ہے نہ کہ تکلیف پر عدم اطمینان۔ قضا پر عدم رضامندی کی حرمت کی دلیل محمود بن لبید سے مروی وہ حدیث ہے جو اوپر بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الله إذا أحب قوماً ابتلاهم، فمن رضي فله الرضى، ومن سخط فله السخط»	''جب اللہ عزوجل لوگوں سے محبت کرتا ہے تو وہ انہیں مصیبت میں مبتلا (کر کے آزماتا) ہے۔ تو جو راضی رہتا ہے اسے رضامندی عطا کی جاتی ہے اور جو ناپسندیدگی ظاہر کرتا ہے اسے ناپسندیدگی دے دی جاتی ہے''۔

(احمد اور الترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا۔ ابن مفلح نے بیان کیا کہ اس کی اسناد جید ہیں)

رضامندی یا عدم رضامندی ظاہر کرنا انسان کے اعمال ہیں پس اسے قضا پر راضی رہنے کا اجر دیا جائے گا اور عدم رضامندی پر سزا دی جائے گی۔ لیکن قضا بذات خود انسان کے اعمال میں سے نہیں لہٰذا انسان سے اسکے متعلق پوچھ گچھ نہیں ہوگی، بلکہ اس سے صرف قضا پر راضی رہنے یا اسے قبول نہ کرنے کے متعلق پوچھا جائے گا کیونکہ یہ انسان کا اپنا فعل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾	''انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے کوشش کی''۔ (النجم:39)

- مشیتِ ایزدی گناہوں کا کفارہ ہے اور خطاؤں کو مٹانے کا ذریعہ ہے۔ متعدد احادیث اس مفہوم پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ عبد اللہؓ سے مروی متفق علیہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... ما من مسلم يصيبه أذى شوكة فما فوقها إلا كفر الله بها سيئاته كما تحط الشجرة ورقها»	''کسی مومن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر یہ کہ اللہ اس کے بدلے میں اس کے گناہوں کو اس طرح دور فرماتا ہے جیسا کہ درخت کے پتے جھڑتے ہیں''۔

- اسی طرح عائشہؓ سے مروی متفق علیہ حدیث میں آپ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا تصيب المؤمن شوكة فما فوقها إلا قصّ الله بها من خطيئة»	''ایک مومن پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر اللہ اس کے بدلے اس کے کچھ گناہ مٹا دیتا ہے، خواہ یہ مصیبت ایک کانٹے کا چبھنا ہی کیوں نہ ہو''۔

اور ایک روایت میں لفظ **قصّ** کی بجائے **نقّص** کا لفظ وارد ہوا ہے۔

- اسی طرح ابوہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما يصيب المؤمن من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا غم، حتى الشوكة يشاكها، إلا كفَّر الله بها من خطاياه»	''ایک مومن کو کوئی تھکان، کوئی بیماری، کوئی غم، کوئی دکھ، کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر اس کے بدلے اللہ اس کی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے، حتیٰ کہ ایک کانٹے کے چبھنے پر بھی''۔ (متفق علیہ)

اس ضمن میں سعد، معاویہ، ابن عباس، جابر، ام العلاء، ابو بکر، عبد الرحمن بن ازھر، حسن، انس، شداد، اور ابو عبیدہ سے بھی احادیث مروی ہیں جو یا تو حسن ہیں یا پھر صحیح ہیں اور ان تمام میں رسول اللہ کی نسبت سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مصائب خطاؤں کی معافی کا باعث ہیں۔

- اسی طرح ایک متفق علیہ حدیث میں عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما من مسلم يشاك شوكة فما فوقها إلا رفعه الله بها درجة، وحط عنه بها خطيئة»	''مسلمان پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر یہ کہ اللہ اس کی وجہ اس کے درجے کو بلند کرتا ہے اور اس کے کچھ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے''۔

جبکہ ایک اور روایت میں ہے:

«إلا كتب الله له بها حسنة»	''سوائے یہ کہ اللہ اس کے بدلے ایک اچھا عمل لکھ دیتا ہے''۔

- جو اجر یہاں پر ذکر کیا گیا وہ اس وقت ہے کہ جب مسلمان اللہ کی قضاء کو تسلیم کرے، اس پر صبر و شکر کرے اور اس کے متعلق اللہ کے سوا کسی سے شکایت نہ کرے۔ کئی احادیث میں یہ شرط وارد ہوئی، جیسا کہ مسلم نے صہیبؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«عجباً لأمر المؤمن إن أمره كله له خير، إن أصابته سراء شكر فكان خيراً له، وإن أصابته ضراء صبر فكان خيراً له، وليس ذلك لأحد إلا للمؤمن»	''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر معاملے میں خیر ہی خیر ہے۔اگر اسے کوئی خوشی پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے پس یہ اس کے لیے خیر ہے اور جب اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے خیر ہے اور یہ صرف مومن ہی کے لیے ہے''۔

- اسی طرح حاکم نے ابو درداءؓ سے یہ حدیث روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا جس سے ذہبی نے اتفاق کیا ہے۔ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إن الله عز وجل قال: يا عيسى إني باعث من بعدك أمة، إن أصابهم ما يحبون حمدوا الله، وإن أصابهم ما يكرهون احتسبوا وصبروا ولا حلم ولا علم، فقال يا رب كيف يكون هذا؟ قال أعطيهم من حلمي وعلمي»	''بے شک اللہ نے ارشاد فرمایا: اے عیسیٰ میں تمہارے بعد ایک امت کھڑی کرنے والا ہوں کہ جس کو اگر کوئی ایسی چیز پہنچے جو وہ پسند کرتی ہے تو وہ اللہ کا شکر بجالائے گی لیکن اگر انہیں کوئی ایسی چیز پہنچے جسے وہ ناپسند کرتی ہو تو وہ کسی حلم اور علم کے بغیر اللہ سے اجر کی امید رکھے گی اور صبر کرے گی۔عیسیٰ نے سوال کیا: اے میرے رب ایسا کیونکر ہے؟ اللہ نے ارشاد فرمایا: میں انہیں اپنے حلم اور اپنے علم میں سے عطا کروں گا''۔

- اور طبرانی نے ابن عباسؓ سے یہ حدیث روایت کی جس کی اسناد پر کوئی اعتراض نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من أصيب بمصيبة بماله أو في نفسه فكتمها ولم يشكها إلى الناس، كان حقاً على الله أن يغفر له»	''جس شخص کو اس کے مال کے ذریعے یا اس کی جان پر مصیبت آئے اور وہ اسے چھپائے اور لوگوں کے سامنے اس کی شکایت نہ کرے تو اس کا اللہ پر حق ہے کہ اللہ اس کی مغفرت فرمادے''۔

- اور بخاری نے انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الله عز وجل قال: إذا ابتليت عبدي بحبيبتيه فصبر عوضته منهما الجنة»

"اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میں اپنے بندے سے اس کی دو پسندیدہ چیزیں (یعنی آنکھیں) لے لوں اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کے عوض میں اسے جنت عطا کروں گا"۔

- اسی طرح بخاری نے الادب المفرد میں ابوہریرہؓ سے یہ بھی روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما من مسلم يشاك شوكة في الدنيا يحتسبها إلا قضى بها من خطاياه يوم القيامة».

"کسی مسلمان پر دنیا میں معمولی سی بھی تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کے ساتھ اجر کا امیدوار ہو تو اللہ قیامت کے دن اس کے گناہوں کو دور فرمائے گا"۔

یہاں ہمیں چاہیے کہ ہم ایک لمحے کے لیے توقف کریں اور صبر کے موضوع پر غور کریں تا کہ اس غلط فہمی کو دور کریں جو کچھ مسلمان صبر کی حقیقت اور مفہوم کے متعلق رکھتے ہیں۔

بعض مسلمان یہ گمان کرتے ہیں کہ صبر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک خول میں بند کر لیں، لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں، منکرات کو ہونے دیں اور منکرات کرنے والوں کا ہاتھ کھلا چھوڑ دیں، حرمتوں کے تقدس کی پامالی، حدود کی معطلی اور جہاد کے خاتمے کو خاموشی سے دیکھتے رہیں۔ پس وہ ان باتوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے نہیں ہوتے، وہ اس سے دور رہتے ہیں اور نہی عن المنکر کے فرض سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

جبکہ کچھ لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ صبر کے معنی ہیں کہ اپنے آپ کو مشکلات سے دور رکھا جائے اور اگر اللہ کے دشمنوں سے سامنا ہو جائے تو ان سے تعرض کر کے اپنے آپ کو مصیبت سے بچایا جائے۔ وہ حق بات کہنے کی جرأت نہیں کرتے اور نہ ہی ایسا عمل کرتے ہیں جو اللہ کو پسند ہے۔ بلکہ وہ خاموش رہتے ہیں اور کسی کونے میں پڑے رہتے ہیں اور اپنے آپ سے کہتے ہیں کہ ہم صبر کرتے ہیں۔ یہ وہ صبر نہیں جس کے بدلے میں اللہ نے جنت کے باغوں کا وعدہ کیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾	”اور جو صبر کرنے والے ہیں انہیں بیشمار ثواب ملے گا“۔(الزمر:10)

بلکہ یہ بعینہٖ وہی کمزوری ہے جس سے رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں پناہ مانگا کرتے تھے، جس کے الفاظ یوں ہیں:

«أعوذبالله من العجز والكسل والجبن والبخل والهم والحزن وغلبة الدين وقهر الرجال»	”میں کمزوری سے، سستی سے، بزدلی سے، بخل سے، غمی سے، قرضے کے بوجھ سے اور لوگوں کے ظلم سے تیری پناہ مانگتا ہوں“۔

صبر کا مطلب ہے کہ حق بات کہی جائے اور حق پر عمل کیا جائے اللہ کی راہ میں ایذا رسانی کو برداشت کیا جائے اور اس راہ سے نہ تو انحراف کیا جائے اور نہ کمزوری دکھائی جائے اور نہ ہی نرم ہوا جائے۔

- بے شک صبر وہ ہے کہ جس کی بنیاد اللہ کے خوف پر ہو، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾	”بے شک جو اللہ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ یقیناً اللہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا“۔(یوسف:90)

- اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صبر کو ان لوگوں کی نسبت سے بیان کیا ہے جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ ارشاد ہوا:

﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قُتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾	”اور بہت سے نبی ہو گزرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اکثر اللہ والوں نے قتال کیا۔ تو جو مصیبتیں انہیں اللہ کی راہ میں آئیں، ان کے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ ہی بزدلی دکھائی اور نہ ہی وہ (کافروں کے سامنے) جھکے اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے“۔(آل عمران:146)

یہ مصائب اور اللہ کی قضاء پر صبر ہے جس سے ایک شخص متزلزل ہونے کی بجائے ثابت قدم اور مضبوط ہو جاتا ہے۔اس صبر سے وہ شخص قرآن پر مزید کاربند ہوتا ہے نہ کہ وہ صبر کے نام پر اسے پس پشت ڈال دے۔یہ صبر انسان کو اپنے رب کے قریب کرتا ہے نہ کہ یہ رب سے دوری کا باعث ہو۔جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ﴾

''پس انہوں (یونس) نے اندھیرے میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور بے شک میں قصور واروں میں سے ہوں''۔ (الانبیاء:87)

- یہ وہ صبر ہے جو ہمت کو مزید بڑھاتا ہے اور جنت کے راستے کو قریب کرتا ہے۔یہ بلالؓ، خبابؓ اور آلِ یاسر کا صبر ہے، جنہیں صبر کا صلہ یوں بتایا جارہا ہے:

«صبراً آل ياسر إن موعدكم الجنة»

''اے آلِ یاسر! صبر کرو بے شک تمہارے لیے جنت ہے''۔

- یہ خبیبؓ اور زیدؓ کا صبر ہے، جو یوں فرماتے تھے:

«والله لا أرضى أن يصاب محمّد ﷺ بشوكة وأنا سالم بأهلي»

''اللہ کی قسم میں اس پر راضی نہیں کہ میں اور میرا خاندان محفوظ ہو اور محمد ﷺ کو ایک کانٹا بھی چبھے''۔

- یہ ان لوگوں کا صبر ہے جو ظالم کے ہاتھ کو روکتے ہیں اور اللہ کی خاطر کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے، جیسا کہ فرمایا گیا:

«كلا والله لتأخذن على يد الظالم ولتأطرنه على الحق أطراً ولتقصرنه على الحق قصراً أو ليضربن الله بقلوب بعضكم على بعض وليلعنّكم كما لعنهم أي كما لَعَنَ بني إسرائيل»

''نہیں، اللہ کی قسم! تم ضرور ظالم کے ہاتھ کو پکڑو اور اسے حق کی طرف موڑو اور اسے حق پر قائم رکھو گے ورنہ اللہ تمہارے قلوب کو آپس میں ٹکرائے گا اور تم پر اسی طرح لعنت کرے گا جیسے بنی اسرائیل پر کی''۔

- یہ اللہ کے صادق اور امین رسول ﷺ کے ممتاز صحابہ کا صبر ہے۔ یہ اصحابِ صحیفہ کا، شعب کے مقطعین کا، حبشہ کے مہاجرین کا اور ان لوگوں کا صبر ہے جن کا محض اس وجہ سے تعاقب کیا گیا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

- یہ مہاجرین اور انصار کا صبر ہے جنہوں نے مشرکین اور روم و فارس کے خلاف جہاد کیا۔ یہ عبداللہ بن ابی حذیفہؓ کے لشکر کے قیدیوں کا صبر ہے۔ یہ سچے مومن مجاہدوں کا صبر ہے۔

- یہ اس شخص کا صبر ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے اور اللہ کی راہ میں اذیتیں برداشت کرنے سے اس پر ضعف طاری نہیں ہوتا۔

- یہ اس شخص کا صبر ہے جو یہ کہتا ہے کہ تم اللہ کے دشمنوں سے قتال کے لیے مسلمانوں کے لشکر کا سپاہی بنو۔

- یہ اس شخص کا صبر ہے جو اس بات کی تصدیق کرتا ہے:

﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾	”تمہارے جان و مال میں تمہاری آزمائش کی جائے گی اور تم اہلِ کتاب اور مشرکین سے بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے۔ تو اگر تم صبر اور پرہیز گاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے“۔(آل عمران:186)

- اور جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِينَ وَنَبْلُوَا۟ أَخْبَارَكُمْ ﴾	”ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم انہیں معلوم کر لیں جو تم میں جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے ہیں، اور یہ کہ ہم تمہارے طرز عمل کو جانچ لیں“۔(محمد:31)

- اور جو اس قول کی تصدیق کرتا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ
وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ إِذَا
أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ
رَاجِعُونَ ۞ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِنْ
رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ
۞﴾

”اور ہم کسی قدر خوف، بھوک، مال، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے رستے پر ہیں“۔
(البقرہ:155-157)

○○○

دعا، ذکر اور استغفار

- دعا عبادت ہے بلکہ یہ عبادت کا مغز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾

"اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں تو وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہونگے"۔ (المُومن: 60)

- یہاں پر اللہ تعالیٰ نے دعا کو عبادت قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے **ادعونی** کے بعد **عبادتی** کا لفظ بیان کیا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا:

«الدعاء مخ العبادة»

"دعا عبادت کا مغز ہے"۔ (ترمذی نے نعمان بن بشیر سے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(1) دعا عبادت ہے اور اللہ اس شخص کو پسند فرماتا ہے جو اس کے حضور ہاتھ پھیلاتا ہے۔ دعا مانگنا ایک مندوب عمل ہے اور جو یہ عمل نہیں کرتا وہ ایک بڑی بھلائی سے محروم ہو گیا۔ اور جو شخص تکبر کی بنا پر دعا نہیں کرتا تو اس پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا اطلاق ہو گا:

﴿سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ "عنقریب وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے" یعنی وہ حقیر و مھین ہو جائیں گے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ دعا مانگنے کے ساتھ ساتھ ہم شریعت کا التزام کریں اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں۔ پس اس کے بعد ارشاد ہوا:

﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

"توان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ سیدھا رستہ پائیں"۔(البقرہ:186)

- اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء: يا رب يا رب وطعمه حرام ومشربه حرام وغذي بالحرام فَأَنَّى يستجاب لذلك»

"وہ اللہ سے دعا مانگتا ہے لیکن اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے، تو اس کی دعا کیسے قبول ہو گی"۔(مسلم)

- دعا کے لیے افضل اوقات، سجدے کے دوران، آدھی رات کا وقت اور فرض نماز کا آخیر ہیں۔ مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد، فأكثروا الدعاء»

"ایک بندہ سجدے کے وقت سب سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک ہوتا ہے۔ پس (اس حالت میں) کثرت سے دعا کیا کرو"۔

- ترمذی نے ابوامامہؓ سے یہ حدیث روایت کی اور اسے حسن قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: کونسی دعا سب زیادہ سنی جاتی ہے؟ آپؐ نے جواب دیا:

«جوف الليل الآخر، ودبر الصلوات المكتوبات»

"آدھی رات اور فرض نماز کے آخیر میں مانگی جانے والی دعا"۔

- اسی طرح ماہِ رمضان میں مانگی جانے والی دعا اجر عظیم کا باعث ہے۔ ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور اسے حسن قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثَلاثَةٌ لا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَالإمام الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ وَعِزَّتِي لأَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ»

''تین لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی، روزہ دار کی دعا جب تک کہ وہ افطار نہ کرے، عادل حکمران کی دعا اور مظلوم کی دعا جو بادلوں سے اوپر اٹھتی ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور رب تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عظمت و جلال کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ یہ کچھ دیر بعد ہی ہو''۔

(3) دعا کے عبادت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ایک شخص اسباب کو ترک کر دے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے یہ بات واضح ہے:

رسول اللہ ﷺ نے بدر کے لیے لشکر تیار کیا، سپاہیوں کو ترتیب دیا اور انہیں انکی پوزیشنوں پر کھڑا کیا۔ آپ نے جنگ کے لیے اچھی تیاری کی اور اس کے بعد آپؐ خیمے میں داخل ہوئے اور اللہ سے مدد و نصرت کی دعا مانگی۔ آپؐ نے اس کثرت سے دعا مانگی کہ ابو بکرؓ نے آپؐ سے کہا:

«بعض هذا يكفيك يا رسول الله».

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کی اس دعا کا تھوڑا سا حصہ ہی کافی ہے''۔

جب اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دی تو آپؐ نے ہجرت کرنے کے لیے ہر ممکن ذرائع استعمال کیے اور اس کے ساتھ ہی اللہ سے دعا بھی مانگی کہ وہ قریش کو ان سے دور رکھے اور قریش کی چالوں سے انہیں محفوظ رکھے اور انہیں سلامتی کے ساتھ مدینہ میں داخل کر دے۔

پس شمال میں مدینہ کی طرف جانے کی بجائے آپؐ جنوب کی طرف گئے اور ابو بکرؓ کے ساتھ غارِ ثور میں چھپ گئے۔ آپؐ عبد الرحمن بن ابو بکرؓ کے ذریعے قریش کے متعلق باخبر رہتے کہ وہ کیا چالیں اور تدبیریں کر رہے ہیں۔ جب عبد الرحمن بن ابو بکرؓ مکہ واپس آتے تو ابو بکرؓ کے غلام قریش کو دھوکہ دینے کے لیے انہی کے نشانات پر بکریاں ہانکتے تاکہ یہ نشانات مٹ جائیں۔ آپ نے وہاں تین دن تک قیام کیا تاکہ تلاش کے لیے سرگرمیاں سرد پڑ جائیں۔ پھر آپؐ نے مدینہ کی طرف اپنے سفر کا آغاز کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سب کیا اور مدینہ پہنچنے کے لیے پر اعتماد تھے۔ آپ دیکھیں کہ انہوں نے ابو بکرؓ کو کیا جواب دیا جب قریش غار کے دہانے تک پہنچ گئے اور

ابو بکرؓ ڈر رہے تھے کہ کہیں قریش انہیں ڈھونڈ نہ لیں۔ابو بکرؓ نے کہا:''اے اللہ کے رسول! اگر وہ صرف اپنے قدموں پر نگاہ ڈالیں تو وہ ہمیں دیکھ لیں گے''۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

«ما ظنك باثنين الله ثالثهما»	''(اے ابو بکر) تم ان دو کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے''۔

● اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾	''اللہ نے اس وقت بھی آپ کی مدد کی جب آپ کو کفار نے نکال دیا تھا، وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے تو آپ نے اپنے ساتھی سے کہا، غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔(التوبہ:40)

● اس طرح رسول اللہ ﷺ نے سراقہ، جو ہجرت کے دوران آپؐ اور ابو بکرؓ کو پکڑنے کے قریب تھا تا کہ قریش کو ان دونوں تک لے جائے اور انعام حاصل کرے، سے کہا:

«بأن يرجع وله سوارا كسرىٰ»	''اگر وہ واپس مڑ جائے تو اس کے لیے کسریٰ کے کنگن ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے اسباب اختیار فرمائے تا کہ ہم آپؐ کی اتباع کریں اور اس کے ساتھ ساتھ آپؐ اللہ کے حضور دعا فرماتے کہ وہ آپؐ کو قریش سے محفوظ رکھے اور ان کی چالوں کو ناکام کر دے۔جب آپؐ مکہ میں رات کے وقت اپنے گھر سے نکلے تو آپؐ نے دیکھا کہ کفار نے آپؐ کے گھر کو گھیر رکھا ہے، پس آپؐ نے ان کے چہروں کی طرف مٹی پھینکی۔

آپؐ مطمئن تھے کہ اللہ ان کی دعا کو قبول فرمائے گا اور آپؐ کو ان سے محفوظ رکھے گا۔ان کفار پر نیند طاری ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ ان کے بیچ میں سے نکل گئے۔لہٰذا دعا مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اسباب کو نظر انداز کر دیں بلکہ دعا اور اسباب ساتھ ساتھ ہونے چاہئیں۔

وہ شخص جو خلافت کے دوبارہ قیام کا متمنی ہے، اسے اس منزل کے حصول کے لیے صرف دعا مانگنے پر اکتفاء نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرے جو خلافت کے قیام کے لیے سرگرم عمل ہیں اور اس کی جلد واپسی کے لیے اللہ سے دعا مانگے۔ اسے چاہیے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کے سامنے گڑگڑائے اور اس کے ساتھ تمام تر اسباب کو بھی بروئے کار لائے۔

اس طرح تمام تر اعمال کو سرانجام دینا چاہیے۔ اس کا عمل خالص اللہ کے لیے ہو اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سچا ہو۔ وہ اپنی دعا میں اللہ سے التجا کرے اور اللہ دعائیں سننے والا اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

(4) اللہ اس شخص کی دعا کو قبول کرتا ہے جو اللہ کو پکارتا ہے۔ وہ اپنے مضطرب بندے کو جواب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾	''اور (تمہارے رب نے) کہا، تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا''۔ (المؤمن:60)

- اور ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾	''اور جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں''۔ (البقرہ:186)

- اور فرمایا:

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾	''بھلا کون بیقرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اسکی) تکلیف کو دور کرتا ہے''۔ (النمل:62)

- دعا کا جواب دینے کی ایک شرعی حقیقت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا:

«ما من مسلم يدعو الله -عزّ وجلّ- بدعوة ليس فيها إثم ولا قطيعة رحم إلا أعطاه الله بها إحدى ثلاث خصال: إمّا أن يعجل الله له دعوته، وإمّا أن يدخرها له في الآخرة، وإمّا أن يصرف عنه من السوء مثلها. قالو: إذن نكثر. قال: الله أكثر»

''کوئی بھی مسلمان جو اللہ عز و جل سے دعا مانگے اور اس میں نہ تو کوئی حرام چیز طلب کرے اور نہ ہی وہ رشتوں کو توڑنے کے متعلق ہو تو اللہ اسے ان تین میں سے ایک چیز عطا فرماتا ہے: اللہ اس کی دعا کو اس کے حق میں قبول فرماتا ہے، یا اس کے لیے آخرت میں اجر لکھ دیتا ہے یا اسی قدر برائی کو اس سے پھیر دیتا ہے۔ (لوگوں نے) کہا: پھر تو ہم کثرت سے دعا مانگیں گے۔ (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا: اللہ (تمہارے طلب کرنے سے) زیادہ عطا کرنے والا ہے''۔ (احمد اور بخاری نے الادب المفرد میں اس حدیث کو روایت کیا)

- اور فرمایا:

«لا يزال يستجاب للعبد ما لم يدعُ بإثم أو قطيعة رحم ما لم يستعجل. قيل: يا رسول الله، وما الاستعجال؟ قال: يقول قد دعوت وقد دعوت فلم أرَ يستجاب لي فيتحسر عن ذلك ويدع الدعاء»

''بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے، اگر وہ گناہ کی چیز یا قطع رحمی طلب نہ کرے اور نہ ہی عجلت دکھائے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول! عجلت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: عجلت یہ ہے کہ بندہ کہے میں نے تو دعا مانگی مگر اللہ نے نہیں سنی اور وہ حسرت زدہ ہو جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ دعا اس دنیا میں ہی پوری ہو جائے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے مثل کوئی امر پورا ہو جائے یا آخرت میں اس شخص کے لیے عظیم اجر و ثواب لکھ دیا جائے یا اسی قدر برائی کو اس سے دور کر دیا جائے۔

پس ہمیں اللہ سے دعا مانگنی چاہیے اور اگر ہم مخلص، سچے اور اطاعت گزار ہیں تو ہمیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہیے کہ اللہ اس دعا کو اسی انداز سے قبول فرمائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے۔

- **اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس ارشاد فرمایا:**

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾

’’تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا‘‘۔(البقرہ:152)

- اور ارشاد فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ﴾

’’اور اپنے رب کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور پست آواز سے صبح و شام یاد کرتے رہو اور غافل لوگوں میں سے نہ ہو جانا‘‘۔ (الاعراف:205)

- اور ارشاد فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

’’اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ‘‘۔(الجمعہ:10)

- اور فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝﴾

’’اے ایمان والو! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو‘‘۔(الاحزاب:41-42)

- ابوہریرہؓ سے ایک متفق علیہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يقول الله أنا عند ظن عبدي بي وأنا معه إذا ذكرني، فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منهم، وإن تقرب إلي شبراً تقربت إليه ذراعاً، وإن تقرب إلي ذراعاً تقربت إليه باعاً، وإن أتاني يمشي أتيته هرولة»

’’میں ویسا ہی ہوں جیسے میرا بندہ میرے متعلق گمان کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اپنی ذات میں اسے یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ لوگوں کے گروہ کے سامنے مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر گروہ کے سامنے اسے یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک ہاتھ کے برابر میرے نزدیک آتا ہے تو میں ایک بازو کے برابر اس کے نزدیک آتا ہوں اور اگر وہ ایک بازو کے برابر

میرے نزدیک آتا ہے تو میں دونوں بازؤوں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے نزدیک آتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں"۔(متفق علیہ)

- اسی طرح مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ:

«كان رسول الله ﷺ يسير في طريق مكة، فمر على جبل يقال له جمدان، فقال: سيروا، هذا جمدان سبق المفرِّدون، قالوا وما المفرِّدون يا رسول الله قال: الذاكرون الله كثيراً»

"رسول اللہ ﷺ مکہ کی طرف سفر کر رہے تھے کہ وہ ایک پہاڑ پر پہنچے جو جمدان کہلاتا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: گھومو پھرو، پھر فرمایا جمدان اللہ کا ذکر کرنے میں مفرِّدون سے سبقت لے گیا۔(لوگوں نے) پوچھا: مفرِّدون کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ مرد اور عورتیں جو اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں"۔

القرافی نے الذخیرۃ میں بیان کیا کہ الحسن (بصری) نے کہا: ذکر دو قسم کا ہے: ایک وہ جو زبان کا ذکر ہے جو کہ حسن ہے لیکن سب سے بہتر ذکر ہے کہ جب اللہ کسی چیز کا حکم دے اور کسی چیز سے منع کرے تو تم اللہ کو یاد کرو۔ ذکر ایک وسیع موضوع ہے جس کی تفصیلات کے لیے متعلقہ جگہوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک استغفار کا تعلق ہے تو یہ بھی مندوب عمل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾

"اور وہ جو رات کے آخری حصے میں مجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں"۔(آل عمران:17)

- اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوٓءً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾	’’اور جو کوئی گناہ کا کام کر بیٹھے یا اپنی جان پر ظلم کر لے اور پھر اللہ کی مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا‘‘۔ (النساء:110)

- اور فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾	’’اور اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک آپ ان میں تھے انہیں عذاب دیتا اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش طلب کریں اور وہ انہیں عذاب دے‘‘۔ (الانفال:33)

- اور فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾	’’اور وہ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہ بخش سکتا ہے؟ اور وہ جان بوجھ کر اپنے کئے پر اڑے نہیں رہتے‘‘۔ (آل عمران:135)

- اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«والذي نفسي بيده، لو لم تذنبوا، لذهب الله تعالى بكم، ولجاء بقوم يذنبون، فيستغفرون الله تعالى، فيغفر لهم»	’’اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو لائے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اللہ سے مغفرت طلب کریں گے اور اللہ ان کے گناہوں کو معاف فرمائے گا‘‘۔

- ترمذی نے حسن اسناد کے ساتھ انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«قال الله تعالى: يا ابن آدم إنك ما دعوتني ورجوتني غفرت لك على ما كان منك ولا أبالي، يا ابن آدم، لو بلغت ذنوبك عنان السماء ثم استغفرتني غفرت لك ولا أبالي، يا ابن آدم إنك لو أتيتني بقراب الأرض خطايا ثم لقيتني لا تشرك بي شيئاً لأتيتك بقرابها مغفرة»

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بنی آدم جب تک تم مجھ سے دعا مانگتے رہو گے اور مجھ سے امید رکھو گے، میں تمہیں معاف کرتا رہوں گا خواہ تم نے کچھ بھی کیا ہو اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے بنی آدم! اگر تمہارے گناہ بڑھتے بڑھتے آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچیں اور پھر تم مجھ سے مغفرت طلب کرو تو میں تمہیں بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے بنی آدم! اگر تم مجھے اس قدر گناہوں کے ساتھ ملو جو زمین کو بھر دیں اور تم نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں اس کے برابر مغفرت کے ساتھ تمہیں ملوں گا''۔

- احمد اور حاکم نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا اور مؤخر الذکر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا، جس سے ذہبی نے اتفاق کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«قال إبليس: وعزتك، لا أبرح أغوي عبادك ما دامت أرواحهم في أجسادهم، فقال: وعزتي وجلالي لا أزال أغفر لهم ما استغفروني»

''ابلیس نے کہا (اے اللہ) تیری عظمت کی قسم میں تیرے بندوں کو بھٹکاتا رہوں گا جب تک کہ ان کی روح ان کے جسموں میں موجود ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''مجھے اپنے عظمت و جلال کی قسم میں ان کے گناہوں کو معاف کرتا رہوں گا، جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے''۔

- ابنِ ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ عبداللہ بن بشیرؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«طوبى لمن وجد في صحيفته استغفار كثير»

''اس پر رحمت ہو جس کے نامہ اعمال میں یہ لکھا جائے کہ یہ کثرت سے استغفار کرتا تھا''۔

- مسلم نے ابوذرؓ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ربِ عزوجل سے روایت کیا کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے:

«... يا عبادي إنكم تخطئون بالليل والنهار، وأنا أغفر الذنوب جميعاً، فاستغفروني أغفر لكم ...»

”...اے میرے بندے تو دن رات خطائیں کرتا ہے اور میں ان سب کو معاف کر دیتا ہوں۔ پس تو مجھ سے مغفرت طلب کر، میں تجھے مغفرت عطا کروں گا...“

ooo

توکل علی اللہ اور اللہ سبحانہ سے اخلاص

اللہ پر توکل کا تعلق مختلف امور سے ہے:

اول: اس کا تعلق عقیدہ کے ساتھ ہے، یعنی اس کائنات کا ایک خالق ہے اور وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات ہے، خیر کو حاصل کرنے اور برائی کو دور کرنے کے لئے ایک مسلمان کو اسی کی ذات پر بھروسا کرنا چاہیے۔ اور جو اس چیز کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔

دوم: بندے کو چاہیے کہ وہ ہر معاملے میں اللہ پر ہی بھروسا کرے۔ اس کا تعلق دل کے اعمال سے ہے۔ اور اگر ایک بندہ دلی یقین کے بغیر محض زبان سے یہ بات دوہرائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

سوم: اگر ایک بندے نے توکل کی قطعی نصوص کو رد کر دیا، تو اس نے کفر کیا۔

چہارم: توکل اسباب کو اختیار کرنے سے مختلف ہے۔ یہ دو مختلف امور ہیں جن کی دلیلیں مختلف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اللہ پر توکل کرتے تھے اور اسباب و ذرائع کو اختیار کرتے تھے اور وہ آیت یا حدیث کے ذریعے اپنے صحابہؓ کو بھی اس بات کی ہدایت کرتے تھے۔ آپؐ نے مقدور بھر قوت کو تیار کیا، آپؐ نے جنگ بدر کے موقع پر بدر کے کنوؤں کو خالی کر دیا، آپؐ نے خندق کھودی، صفوان سے زرہیں ادھار پر حاصل کیں، چشموں پر قبضہ کیا، خیبر کے موقع پر دشمنوں کی پانی کی سپلائی کو منقطع کر دیا، جب آپؐ مکہ کو فتح کرنے کے لئے جا رہے تھے تو آپؐ نے پوری کوشش کی کہ قریش کو آپؐ کے ارادے کی خبر نہ پہنچے۔ اور آپؐ مکہ میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپؐ نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔ آپؐ نے اس آیت کے نازل ہونے سے قبل اپنی حفاظت کے لئے ایک محافظ معمور کر رکھا تھا: ﴿وَاللّٰهُ

﴿يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ''اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا'' یہ وہ چند مثالیں ہیں جو مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد کے دور کی ہیں۔ جہاں تک مکی دور کا تعلق ہے، تو آپؐ نے اپنے صحابہ کو حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ اپنے چچا ابو طالب کی طرف سے امان ملنے سے قبل بائیکاٹ کے تمام تر عرصے کے دوران آپؐ نے شعب میں قیام کیا۔ ہجرت کی رات آپؐ نے علیؓ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کی جگہ آپؐ کے بستر پر سو جائیں۔ ہجرت کے دوران آپؐ نے تین راتیں غار میں گزاریں اور آپؐ نے بنی الدئل کے ایک شخص کو راستہ دکھانے کے لئے اجرت پر حاصل کیا۔ یہ سب اسباب کو اختیار کرنے کی مثالیں ہیں۔ اور یہ توکل علی اللہ کی نفی نہیں کرتیں اور نہ ہی ان کا توکل سے کوئی تعلق ہے۔ ان دو موضوعات کو آپس میں خلط ملط کرنے سے توکل محض ایک فرضی چیز بن جائے گا کہ جس کا کوئی اثر نہیں۔

اللہ پر توکل کی فرضیت کے دلائل یہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَّقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾	''وہ (مومن) لوگ جن سے (منافق) لوگوں نے کہا کہ (کفار) لوگوں نے تمہارے خلاف (بڑی فوج) جمع کی ہے پس ان سے ڈرو۔ لیکن اس نے ان (مومن) لوگوں کے ایمان میں مزید اضافہ کر دیا اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہی سب سے بہتر کارساز ہے''۔ (آل عمران: 173)

- اور فرمایا:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾	''اور اس ذات پر ہی بھروسا رکھو جسے کبھی موت نہیں آئے گی''۔ (الفرقان: 58)

- اور فرمایا:

﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ | ''اور مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسا کرنا چاہیے''۔(التوبہ:51)

● اور فرمایا:

﴿ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ﴾ | ''جب آپ فیصلہ کرلیں تو اللہ پر توکل کریں''۔(آل عمران:159)

● اور فرمایا:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ | ''اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے''۔ (طلاق:3)

● اور فرمایا:

﴿ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ﴾ | ''پس تم اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسا کرو''۔(ھود:123)

● اور فرمایا:

﴿ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴾ | ''پس اگر وہ منہ پھیرلیں تو تم کہہ دو کہ اللہ ہی میرے لئے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور وہ تو عرشِ عظیم کا رب ہے''۔(التوبہ:129)

● اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ | ''اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے''۔ (الانفال:49)

اور اس کے علاوہ متعدد آیات ہیں جو اللہ پر توکل کرنے کو واجب قرار دیتی ہیں۔

اور جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو اس کے دلائل ذیل میں ہیں:

- ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ستر ہزار لوگ بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

«هم الذين لا يرقون، ولا يسترقون، ولا يتطيرون، وعلى ربهم يتوكلون» (متفق عليه).

''یہ وہ لوگ ہوں گے جو جادو منتر نہیں کرواتے اور نہ بدفالی کراتے ہیں، اور نہ آگ سے داغ کرواتے ہیں اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں''۔(متفق علیہ)

- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کے لئے کھڑے ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

«... اللهم لك أسلمت، وبك آمنت، وعليك توكلت ...» (متفق عليه).

''...اے اللہ میں تیری ہی بندگی کرتا ہوں اور تجھ پر ایمان رکھتا ہوں اور تجھ پر ہی بھروسا کرتا ہوں...''

- روایت کیا گیا کہ ابو بکرؓ نے بیان کیا: ''جب ہم غار میں تھے تو میں نے مشرکینِ مکہ کے قدم دیکھے اور وہ ہم سے بلندی پر کھڑے تھے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر انہوں نے محض اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ ہمیں دیکھ لیں گے۔ تو اس پر آپؐ نے کہا:

«ما ظنك يا أبا بكر باثنين الله ثالثهما» متفق عليه.

''اے ابو بکر! تمہارا ان دو لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو''۔(متفق علیہ)

- ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب آپؐ اپنے گھر سے نکلتے تو آپؐ یہ کہتے:

«بسم الله توكلت على الله ...»

''شروع اللہ کے نام سے، میں اللہ پر ہی توکل کرتا ہوں''۔

(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا اور نووی نے ریاض الصالحین میں بیان کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

- انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إذا خرج الرجل من بيته، فقال: بسم الله توكلت على الله لا حول ولا قوة إلا بالله، يقال له: حسبك، قد كفيت، وهديت، ووقيت، فيلقى الشيطان شيطاناً آخر، فيقول له: كيف لك برجل قد كفي ووقي وهدي»

''جب ایک شخص اپنے گھر سے باہر نکلتا ہے اور کہتا ہے: ''شروع اللہ کے نام سے، میں اللہ پر بھروسا کرتا ہوں، اللہ کے سوا کوئی قوت اور طاقت نہیں''۔ تو اسے (اللہ کی طرف سے) یہ کہا جاتا ہے: یہ تمہارے لئے کافی ہے، تمہاری کفایت کی گئی، تمہیں ہدایت دی گئی اور تمہیں محفوظ کر دیا گیا۔ پس ایک شیطان دوسرے شیطان سے ملتا ہے اور اس سے کہتا ہے: تم اس شخص سے کیسے نبٹو گے جس کی کفایت کی گئی، جسے ہدایت دی گئی اور جس کی حفاظت کی گئی''۔

(ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا اور المقدسی نے المختارہ میں بیان کیا کہ ابوداؤد اور نسائی نے صحیح اسناد کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے)

- عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لو أنكم توكلتم على الله حق توكله، لرزقكم كما يرزق الطير، تغدوا خماصاً وتروح بطانا»

''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو کہ جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جیسے وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے۔ صبح کو ان کا پیٹ خالی ہوتا ہے اور جب وہ واپس لوٹتے ہیں تو ان کا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے''۔

(حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا اور المقدسی نے المختارہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔)

جہاں تک اطاعت میں اخلاص کا تعلق ہے تو اس سے مراد ہے ریا کو ترک کرنا۔ یہ دل کا عمل ہے جسے بندے اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بعض اوقات یہ معاملہ بندے کی نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ غور کرتا ہے اور اپنا محاسبہ کرتا ہے اور سوچتا ہے اور اپنے آپ سے سوال کرتا ہے کہ یہ عمل اس نے کیوں سرانجام دیا یا وہ اس عمل کے متعلق بے خبر کیوں تھا۔ اگر وہ یہ دیکھے کہ اس نے یہ عمل محض اللہ کی خاطر کیا تھا تو اس کے عمل میں اخلاص ہے لیکن اگر وہ جان لے کہ اس نے یہ عمل کسی بھی دوسری وجہ سے کیا تھا تو اس نے دراصل ریاکاری کی۔ اس قسم کی نفسیہ کو علاج کی ضرورت ہے اور بعض اوقات اس کے لئے ایک طویل عرصہ درکار ہوتا ہے۔

جب بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے نیک اعمال کو چھپانے کو پسند کرے تو یہ اخلاص کی نشانی ہے۔ القرطبؒی نے بیان کیا: ''ایک مرتبہ حسن سے سوال کیا گیا کہ اخلاص اور ریاکاری کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اخلاص کی نشانی یہ ہے کہ تم اپنے اچھے اعمال کو چھپانے کو پسند کرو اور تم اپنے برے اعمال کو چھپانا پسند نہ کرو''، ابو یوسف نے کتاب الخراج میں بیان کیا کہ مجھے مسعر نے سعد بن ابراہیم سے روایت کیا: ''قادسیہ کے دن ہم ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے تھے اور وہ ان آیات کی تلاوت کر رہا تھا:

﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾	''انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ کہ جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا اور یہ کتنے اچھے رفیق ہیں''۔ (النساء: 69)

ایک شخص نے اس سے سوال کیا، اے اللہ کے بندے! تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں انصار میں سے ہوں اور اس نے اپنا نام نہیں بتایا''۔

اخلاص فرض ہے اور اس کے دلائل کتاب وسنت میں کثیر تعداد میں وارد ہوئے ہیں:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ الزمر میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ * أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾	''ہم نے آپ کی طرف اس کتاب کو سچائی کے ساتھ نازل کیا۔ پس آپ اللہ کی عبادت کیجئے اور اس کے دین کے لئے مخلص ہو جائیں۔ دین صرف اللہ ہی کے لئے ہے''۔ (الزمر: 2-3)

- اور فرمایا:

﴿قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ﴾	''کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور خالصتاً اسی کی بندگی کروں''۔ (الزمر: 11)

اور یہ بات مشہور ومعلوم ہے کہ نبی ﷺ سے خطاب دراصل تمام امت سے خطاب ہے۔

جہاں تک سنت سے دلائل کا تعلق ہے تو وہ یہ ہیں:

- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جسے ترمذی اور شافعی نے اپنے الرسالہ میں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«نضر الله امرءاً سمع مقالتي فوعاها وحفظها وبلغها، فرب حامل فقه إلى من هو أفقه منه. ثلاث لا يغل عليهن قلب مسلم إخلاص العمل لله، ومناصحة أئمة المسلمين، ولزوم جماعتهم، فإن الدعوة تحيط من ورائهم».	''اللہ اس شخص کے چہرے کو روشن کرے جس نے میرے الفاظ کو سنا، انہیں یاد کیا اور پھر اسے دوسرے لوگوں تک پہنچایا، بعض اوقات دین کی بات کو لے جانے والا اسے ایسے شخص کی طرف لے جاتا ہے جو اس سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتا ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے قلب میں تین چیزوں کے متعلق برے جذبات کبھی نہیں رکھنے چاہیں: اللہ کی خاطر عمل میں اخلاص کرنا، مسلمانوں کے سرداروں کو نصیحت کرنا، مسلمانوں کی جماعت کا التزام کرنا اور یہ کہ اس کی دعوت مسلمانوں کی حفاظت کرنے والی ہو''۔

اس ضمن میں زید بن ثابتؓ سے مروی روایات بھی ہیں جنہیں ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ یہ حدیث جبیر بن معطم نے بھی روایت کی جیسا کہ ابن ماجہ اور الحاکم نے بیان کیا ہے۔ مؤخر الذکر نے اس حدیث کو شیخین کی شروط پر صحیح قرار دیا۔ اس حدیث کو ابو سعید خدریؓ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ یہ حدیث سیوطی نے اپنی **الأزهار المتناثرة في الأحاديث المتواترة** میں بھی روایت کی ہے۔

- ابی بن کعبؓ سے احمد نے روایت کیا اور المقدسی نے اسے المختارہ میں حسن قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«بشر هذه الأمة بالسنا والرفعة والنصر والتمكين في الأرض، فمن عمل منهم عمل الآخرة للدنيا لم يكن له في الآخرة نصيب».	''اس امت کو خوشحالی، رفعت و سربلندی، نصرت و مدد اور زمین پر حکمرانی کی بشارت ہو۔ اس امت میں سے جو شخص آخرت سے متعلق کوئی عمل دنیا کی خاطر کرے گا تو اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا''۔

● ابن ماجہ اور حاکم نے انسؓ سے یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من فارق الدنيا على الإخلاص لله وحده لا شريك له، وأقام الصلاة، وآتى الزكاة، فارقها والله عنه راض».

’’جو اس حال میں دنیا سے رخصت ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ مخلص ہو اور وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور نماز ادا کرے اور زکوٰۃ دے تو وہ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوا کہ اللہ اس پر راضی ہے‘‘۔

● ابو امامہ باہلیؓ سے نسائی اور ابو داؤد نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... إن الله لا يقبل من العمل إلا ما كان له خالصاً، وابتغي به وجهه»

’’...اللہ کسی عمل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ خالصتاً اسکے لئے نہ کیا جائے اور اس کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہو‘‘۔(منذری نے بیان کیا کہ اس حدیث کی اسناد جید ہے)

○○○

باب نمبر 11

حق پر ثابت قدم رہنا

دعوت کا حامل شخص یا تو دارالکفر میں ہو گا جہاں وہ اسے دارالاسلام میں تبدیل کرنے کے لیے کام کر رہا ہو گا، جیسا کہ آج پندرہویں صدی ہجری کے رُبع الاول کے اختتام پر صورت حال یہ ہے کہ خلافت کو تباہ ہوئے تقریباً اسی برس بیت چکے ہیں اور دنیا پر نااہل لوگ حکمران بنے بیٹھے ہیں اور اسلام مسلمانوں کی زندگیوں سے مفقود ہو چکا ہے۔ یا وہ شخص دارالاسلام میں ہو گا جہاں وہ حکمرانوں کے محاسبے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف ہو گا۔ یہاں پر ہمارا مقصود پہلی صورتِ حال ہے کیونکہ مسلمان عام طور پر اور حاملینِ دعوت خاص طور پر اس طرح کی صورتِ حال میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے موجودہ صورتِ حال کو تبدیل کرنے کے لیے دعوت کا بیڑہ اٹھایا ہے ان کی حالت مکہ کے مسلمانوں کی سی ہے۔ علاوہ ازیں ان پر ہجرت کے بعد نازل ہونے والے احکامات بھی عائد ہوتے ہیں۔ تاہم یہاں پر موضوع ہجرت سے قبل کا دور ہے کیونکہ آج کا دور اور اُس وقت کے حالات مشابہت رکھتے ہیں۔ کفارِ مکہ مسلمانوں سے مطالبہ کرتے تھے کہ وہ کفر اختیار کر لیں، اسلام سے پھر جائیں، لوگوں تک دعوت کو پہنچانا چھوڑ دیں اور لوگوں کے سامنے کھلم کھلا اپنی عبادت نہ کریں۔ آج کے جابر حکمران بھی اسی نوعیت کے مطالبات کرتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ حاملینِ دعوت سے اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان کے جاسوس یا فکری ایجنٹ بن جائیں اور ایسے افکار کو پھیلائیں جس سے نااہل حکمرانوں کی قیادت کو فائدہ حاصل ہو اور اسلامی علاقوں میں ان کے اور کفار کے اثر و رسوخ کی مدت طول پکڑے۔ اس مقصد کے لیے جاسوسوں، فکری ایجنٹوں اور مفتیوں کی ایک فوج متعین ہے جو ان کی ضرورت کے مطابق کام کرتی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ قریش نے بھی کبھی ایسے مطالبات کیے تھے۔ مندرجہ بالا مطالبات کو پورا کرنے کے لیے قریش نے کئی ہتھکنڈے استعمال کیے، جیسا کہ قتل کرنا، ظلم و تشدد کرنا، جسمانی نقصان پہنچانا، محبوس کرنا، زنجیروں میں جکڑنا، مسلمانوں کو ہجرت کرنے سے روکنا، ان کی املاک پر قبضہ کر لینا، مسلمانوں کا مذاق اڑانا، ان کے ذریعۂ معاش پر ضرب لگانا، ان کا بائیکاٹ کرنا، جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے مسلمانوں کی ساکھ کو تباہ

کرنے کی کوشش کرنا۔ آج کے جابر حکمران یہ تمام ذرائع واسلوب استعمال کرتے ہیں اور انہوں نے اس میں نئے اسالیب کا اضافہ کرلیا ہے اور وہ اذیتیں دینے میں ماہر ہوگئے ہیں۔ وہ جدید ایجادات مثلاً بجلی کو صنعتی انقلاب کی بجائے لوگوں کو اذیت دینے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں ہمیں چاہیے کہ ہم رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے طرزِ عمل کی پیروی کریں۔ یہ اجمالی بیان ان مطالبات، اسالیب اور موقف کا تفصیلی جائزہ لینے کا متقاضی ہے، جو کفارِ مکہ نے اختیار کیے تھے۔ جو اسالیب کفارِ مکہ نے اختیار کیے وہ درج ذیل ہیں:

(1) مارنا پیٹنا:

- حاکم نے اپنی مستدرک میں یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اس کی اسناد مسلم کی شرط پر صحیح ہیں، جس سے **التلخیص** کے مصنف نے اتفاق کیا کہ انسؓ نے بیان کیا: ''انہوں (کفارِ مکہ) نے رسول اللہ ﷺ کو مارا، یہاں تک کہ آپؐ بے ہوش ہوگئے۔ ابو بکرؓ آئے اور چلائے، اور کہا: "تمہاری بربادی ہو! تم ایک شخص کی جان کے درپے ہو، محض اس وجہ سے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟'' انہوں نے کہا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا یہ پاگل شخص ابو قحافہ کا بیٹا ہے''۔ مسلم نے ابو ذرؓ سے ان کے قبولِ اسلام کا واقعہ روایت کیا، ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں مکہ آیا اور میں نے ایک عام آدمی سے سوال کیا کہ وہ شخص کہاں ہے جسے تم صابی کہتے ہو؟ اس شخص نے میری طرف اشارہ کر کے کہا: یہ بھی صابی ہے۔ یہ سنتے ہی لوگ اپنی تلواروں اور کمانوں سے مجھ پر پل پڑے یہاں تک کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہوش آنے پر میں کھڑا ہوا تو میری حالت سرخ بت سے مشابہ تھی...''

(2) باندھنا:

- بخاری نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے روایت کیا کہ انہوں نے کوفہ کی مسجد میں کہا: ''اللہ کی قسم! عمر نے مجھے باندھ دیا اور مجھے اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا، جب عمر نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اور جو برائی تم نے عثمان کے ساتھ کی، اگر اُحد پہاڑ اپنی جگہ سے ہل سکتا تو وہ (اس سانحے پر) ہل جاتا''۔ (حاکم نے کہا کہ یہ حدیث شیخین کی سند پر صحیح ہے اور اس سے ذہبی نے اتفاق کیا ہے)

(3) ماں کی طرف سے دباؤ:

● ابن حبان نے اپنی صحیح میں مصعب بن سعد سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا... اُم سعد نے کہا: ''کیا اللہ نے (والدین سے) نیکی کا حکم نہیں دیا؟ اللہ کی قسم میں نہ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی، یہاں تک کہ یا تو میں مر جاؤں یا تم (محمد ﷺ کا) انکار کر دو''۔ سعد نے کہا: جب وہ انہیں کھلانے کا ارادہ کرتے تو وہ ان کا منہ زبردستی کھولتے، تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾

''اور ہم نے انسان کو نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے''۔(العنکبوت:8)

(4)تپتی دھوپ میں کھڑا رکھنا:

● عبداللہ سے روایت ہے: "وہ لوگ جنہوں نے سب سے پہلے اپنے اسلام کو ظاہر کیا، وہ سات تھے۔ رسول اللہ ﷺ جن کی اللہ نے ابو طالب کے ذریعے حفاظت فرمائی اور ابو بکرؓ، جن کی اللہ نے ان کے قبیلے والوں کے ذریعے حفاظت فرمائی۔ جہاں تک باقی لوگوں کا تعلق ہے انہیں مشرکین نے پکڑ لیا اور انہیں لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ بلالؓ کے سوا ہر کسی نے مشرکین کو وہ عطا کر دیا جو وہ چاہتے تھے۔ آپؓ نے اللہ عزوجل کی خاطر اپنے آپ کو قربان کیا اور آپؓ کے لوگوں نے آپ کو ترک کر دیا۔ مشرکین نے آپ کو بچوں کے حوالے کر دیا جو مکے کی گلیوں میں آپ کو گھسیٹتے جبکہ آپ یہ کہہ رہے ہوتے: احد، احد ''اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے''

(حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں روایت کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں لیکن اسکی تخریج نہیں کی گئی اور ذہبی نے اپنی التاریخ میں اس کی موافقت کی، ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسے روایت کیا اور ان سات لوگوں کے نام بیان کیے ہیں اور کہا: **(فما منهم احدالا واياهم من ارادوا)**۔ اس قول میں تصحیف ہے اصل میں یہ **'و اتاهم'** ہے، یعنی انہوں نے مشرکینِ مکہ کی بات مان لی کیونکہ مشرکین ان کے وعدے سے راضی نہیں ہوتے تھے۔)

(5)میڈیا پبلک آؤٹ اور ہجوم کو مخاطب کرنے سے روکنا:

● بخاری نے عائشہؓ سے ایک طویل حدیث روایت کی، آپؓ نے فرمایا: ''... پس قریشِ مکہ ابن الدغِنّہ کی پناہ سے انکار نہیں کر سکتے تھے اور انہوں نے ابن الدغنّہ سے کہا: ابو بکرؓ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے اور وہاں وہ جس طرح چاہے نماز پڑھے اور جو چاہے تلاوت کرے مگر وہ اس کے ذریعے ہمیں تکلیف نہ پہنچائے اور نہ لوگوں کے سامنے اعلان کرے کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر نہ ہو جائے۔ ابن الدغنّہ نے یہ تمام ماجرا ابو بکرؓ کے گوش گزار کیا۔ ابو بکرؓ اسی طرح کرتے رہے، وہ گھر میں ہی

اپنے رب کی عبادت کرتے وہ لوگوں کے سامنے نماز نہ پڑھتے اور نہ ہی اپنے گھر سے باہر قرآن کی تلاوت فرماتے۔ پھر ابو بکرؓ کو اپنے گھر کے سامنے مسجد تعمیر کرنے کا خیال آیا اور پھر وہ وہاں پر نماز پڑھنے اور قرآن کی تلاوت کرنے لگے۔ مشرکوں کی عورتیں اور بچے بڑی تعداد میں آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہوگئے۔ وہ آپ کو دیکھتے اور تعجب کا اظہار کرتے۔ ابو بکرؓ بہت زیادہ رویا کرتے تھے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے انہیں اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رہتا تھا۔ اس صورتِ حال نے سردارانِ قریش کو پریشان کردیا۔ پس انہوں نے ابن الدغنّہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے اس شرط پر تمہاری طرف سے ابو بکر کو پناہ دینے کو قبول کیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں ہی اپنے رب کی عبادت کرے گا، لیکن اس نے اس سے تجاوز کیا اور اس نے اپنے گھر کے سامنے مسجد بنالی ہے جہاں وہ لوگوں کے سامنے کھلم کھلا عبادت کرتا ہے اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ یہ ہمارے بچوں اور ہماری عورتوں کو فتنے میں نہ ڈال دے۔ لہٰذا تم اسے ایسا کرنے سے روکو، اگر وہ اپنے رب کی عبادت کو اپنے گھر تک محدود رکھنا چاہے تو ایسا کرسکتا ہے لیکن اگر وہ اسے کھلم کھلا کرنا چاہتا تو اس سے کہو کہ وہ تمہیں تمہارے ذمے سے آزاد کردے کیونکہ ہم اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ تمہارا ساتھ کیا ہوا قول وقرار توڑدیں لیکن ہم ابو بکر کو یہ حق نہیں دے سکتے کہ وہ اپنا عمل کھلم کھلا سرانجام دے...''

(6) پتھر مارنا:

- ابن حبان اور ابن حزیمہ نے اپنی صحیح میں طارق المحاربی سے روایت کیا کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذی المجاز کے بازار سے گزرتے ہوئے دیکھا اور آپ نے سرخ کپڑے زیب تن کر رکھے تھے اور لوگوں سے کہہ رہے تھے:

«يا أيها الناس قولو لا إله إلا الله تفلحوا»	''اے لوگو! لاالہ الا اللہ کہو، فلاح پاجاؤ گے''۔

ایک شخص جو آپؐ کے پیچھے چل رہا تھا، وہ آپ کو پتھر مار رہا تھا اور آپؐ کے ٹخنوں اور پنڈلیوں سے خون نکل رہا تھا۔ وہ لوگوں سے کہہ رہا تھا: ''اے لوگو! اس کی بات مت سنو یہ جھوٹا ہے''۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے جو اس کے پیچھے چل رہا ہے اور اسے پتھر مار رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ عبدالعزیٰ (ابولہب) ہے''۔

(7) اونٹ کی اوج وغیرہ پھینک کر اذیت دینا:

• بخاری نے عبداللہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سجدے کی حالت میں تھے اور ان کے ارد گرد قریش کے کچھ لوگ موجود تھے۔ عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوج لے کر آیا اور اسے رسول اللہ ﷺ کی کمر پر رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ (اوج کے بوجھ کی وجہ سے) اپنا سر نہ اٹھا سکے، یہاں تک کہ فاطمہؓ آئیں اور اوج کو آپؐ کی کمر سے ہٹایا اور جنہوں نے یہ کام کیا تھا انہیں بد دعا دی۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: اے اللہ! قریش کے سرداروں کو پکڑ لے، ابو جہل بن ہشام کو اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شعبہ بن ربیعہ کو اور امیہ بن خلف کو، (یا فرمایا) یا ابی بن خلف کو (شعبہ کو آخری نام میں شک ہے)۔ میں نے ان تمام کو دیکھا کہ وہ بدر کے دن مارے گئے اور ان کی لاشیں کنوئیں میں پھینکی گئیں سوائے امیہ یا ابی بن خلف کے، جس کے جسم کے ٹکڑے ہو چکے تھے مگر اسے کنوئیں میں نہیں پھینکا گیا۔ ابن سعد نے طبقات میں عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں دو برے ہمسائیوں کے بیچ تھا، ابو لہب اور عقبہ بن معیط کے، وہ اونٹ کی اوج لے کر آتے اور میرے دروازے پر پھینک دیتے، حتیٰ کہ وہ اپنے گھر کا کوڑا لا کر میرے دروازے کے سامنے ڈال دیتے۔ رسول اللہ ﷺ باہر نکلتے اور فرماتے: ''اے بنی عبد المناف! تم کس طرح کے ہمسائے ہو!''

(8) گردن کو روندنے کی کوشش اور چہرے پر مٹی ڈالنا:

• مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ ابو جہل نے (لوگوں سے) پوچھا کہ کیا محمد تمہارے سامنے اپنے چہرے کو (سجدہ کرتے ہوئے) زمین پر رکھتا ہے؟ تو اس سے کہا گیا: ہاں۔ اس نے کہا: لات اور عزیٰ کی قسم اگر میں نے اسے ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو میں اس کی گردن کو روند ڈالوں گا یا میں اس کے چہرے کو خاک آلود کر دوں گا۔ وہ آپؐ کے پاس آیا جب آپؐ نماز میں مصروف تھے اور آپؐ کی گردن کو روندنے کا ارادہ کیا۔ وہ آپؐ کے قریب آیا لیکن ایڑیوں کے بل پیچھے کو ہٹ گیا اور اپنے ہاتھوں سے کسی چیز کو پیچھے ہٹانے لگا۔ اس سے پوچھا گیا: کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا: اس کے اور میرے درمیان آگ کی خندق، ہولناکی اور پَر تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر وہ میرے نزدیک آتا تو فرشتے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے''۔

(9) ان اسالیب کے علاوہ دیگر ایذا رسانیاں:

● ذھبی نے اپنی التاریخ، بیہقی نے شعب، ابن ہشام نے اپنی سیرۃ اور احمد نے فضائل صحابہ میں عروہ سے روایت کیا کہ ورقہ بن نوفل ایک مرتبہ بلالؓ کے پاس سے گزرا، جب انہیں اذیت دی جارہی تھی اور وہ احد احد کہہ رہے تھے، تو اس نے کہا **احد احد اللہ یا بلال** پھر وہ امیہ بن خلف کے پاس گئے، جو بلالؓ کو بنو جمح میں اسی طرح کی اذیتیں دیا کرتا تھا اور اس سے کہا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ تمہاری اذیتوں کی وجہ سے مر گیا تو میں اس کی وجہ سے تمہیں مزہ چکھاؤں گا۔ یہاں تک کہ ابو بکر صدیق بن ابو قحافہ کا امیہ بن خلف کے پاس سے گزر ہوا جب وہ بلالؓ کو اذیت دے رہا تھا تاکہ آپ کو آپ کے دین سے پھیر دے اور ابو بکرؓ کا گھر بنو جمح میں تھا۔ ابو بکرؓ نے امیہ سے کہا: کیا تم اس مسکین کے معاملے میں اللہ سے نہیں ڈرتے، کب تک تم ایسا کرتے رہو گے ...۔ اس نے کہا: تم نے اس غلام کو خراب کر دیا ہے، اگر تم چاہو تو اسے چھڑا لو۔ ابو بکرؓ نے کہا: ''میں ایسا کروں گا، سنو میرے پاس ایک غلام ہے جو کہ اس سے زیادہ کار آمد اور قوی ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے۔ تم یہ اس کے بدلے مجھے دے دو۔ امیہ نے کہا: مجھے قبول ہے۔ پس ابو بکرؓ نے اپنا غلام اسے دے دیا اور بلالؓ کو اس کے بدلے لے لیا اور اسے آزاد کر دیا۔ یہ بھی روایت کیا گیا کہ مکہ سے مدینہ ہجرت سے قبل ابو بکرؓ نے چھ غلام خریدے جنہوں نے خفیہ طور پر اسلام قبول کر لیا تھا اور انہیں غلامی سے آزاد کر دیا اور بلالؓ ساتویں غلام تھے۔ (ان میں سے) عامر بن فہیرہ نے بدر اور احد میں شرکت کی اور بیر معونہ کے واقعے میں شہید ہوئے اور ام عبیس اور زنیرہ بھی ...'' حاکم نے اپنی مستدرک میں جابرؓ سے یہ روایت بیان کی اور اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا اور ذھبی نے اپنی **التَلْخِیص** میں اس سے اتفاق کیا کہ رسول اللہ ﷺ عمار اور اس کے خاندان کے پاس سے گزرے جبکہ انہیں اذیت دی جارہی تھی، آپؐ نے ارشاد فرمایا:

«أبشروا آل عمار وآل ياسر فإن موعدكم الجنة»	''آل عمار اور آل یاسر کو بشارت دے دو بے شک ان کے لیے جنت کا وعدہ ہے''۔

اور احمد نے ثقہ راویوں کے ذریعے عثمانؓ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آگے بڑھا انہوں نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ ہم کھلے علاقے کی طرف گئے یہاں تک کہ عمار، اس کے والد اور والدہ کے پاس پہنچے جنہیں اذیت دی جارہی تھی۔ عمار کے والد نے کہا: یارسول اللہ ﷺ کیا ہمارے لیے ایسے ہی حالات ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

«اصبر ثم قال: اللهم اغفر لآل ياسر وقد فعلت»

''صبر کیجیے۔ پھر فرمایا: اے اللہ آل یاسر کی مغفرت فرما، میں جو کر سکتا تھا، وہ کیا''۔

(10) بھوک و پیاس:

- ابن حبان نے اپنی صحیح میں انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لقد أوذيت في الله وما يؤذى أحد، ولقد أخفت في الله وما يخاف أحد، ولقد أتت علي ثلاث من بين يوم وليلة وما لي طعام إلا ما واراه إبط بلال»

''بے شک مجھے اتنی اذیت دی گئی جتنی کسی اور کو نہیں دی گئی اور بے شک مجھے اللہ کی وجہ سے اس قدر ڈرایا گیا جتنا کسی اور کو نہیں ڈرایا گیا اور مجھ پر تین دن اور راتیں گزریں جب میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا سوائے اتنا جو بلال کی بغل کے نیچے پورا آجائے''۔

ابن حبان نے یہ بھی واقعہ روایت کیا اور اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا، جس سے ذھبی نے اپنی **التلخیص** میں اتفاق کیا کہ: ''عتبہ بن غزوان نے ہمیں ایک خطبہ دیا۔ انہوں نے اللہ کی ثنا اور تعریف کے بعد کہا:۔۔۔ تم یہ جان لو کہ میں ان سات میں سے ساتواں تھا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا کھانے کے لیے کچھ نہ تھا یہاں تک کہ ہماری باچھیں پھٹ گئیں۔ ہمیں ایک چادر ملی جسے ہم نے پھاڑ کر اپنے اور سعد بن ابی وقاصؓ (فاتحِ فارس) کے درمیان تقسیم کر لیا۔ میں نے اس کے آدھے حصے سے نچلا دھڑ ڈھانپ لیا اور سعد نے بھی اس کے آدھے حصے سے نچلا دھڑ ڈھانپ لیا۔ آج ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو علاقوں میں کسی علاقے کا والی نہ ہو اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھوں جبکہ اللہ مجھے چھوٹا سمجھتا ہو۔۔۔''

(11) مقاطعہ:

- ابن سعد نے طبقات میں واقدی سے روایت کیا: ''۔۔۔ ابن عباسؓ اور ابو بکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام اور عثمان بن ابو سلیمان بن جبیر بن معطم سے روایت ہے، اور روایتوں کا ایک حصہ باہم مشترک ہے، ''۔۔۔ قریش نے بنو ہاشم کے متعلق یہ نوٹس لٹکا دیا کہ مکہ کا کوئی باشندہ بنو ہاشم میں نہ تو شادی کرے گا اور نہ ہی ان کے ساتھ تجارت اور اختلاط کرے گا اور انہوں نے بنو ہاشم کو مال اور

اشیائے خورد ونوش کی ترسیل کاٹ دی۔ایک کے بعد دوسرا موسم گزرا یہاں تک کہ زندگی بہت کٹھن ہو گئی۔انہیں وادی کے پیچھے سے بچوں کے رونے کی آوازیں آتیں۔قریش میں سے کچھ اسے اچھا جانتے اور کچھ برا سمجھتے...وہ وادی میں تین سال تک رہے۔۔‘‘(ذھبی نے اپنی تارخ میں مقاطعہ کے واقعہ کو موسیٰ بن عقبٰی سے اور انہوں نے زہری سے روایت کیا ہے)

(12)استہزاء کرنا اور طعنے دینا:

- ابنِ ہشام نے اپنی سیرۃ میں روایت کیا کہ ابنِ اسحاق نے بیان کیا کہ مجھے یزید بن زیاد نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا جنہوں نے کہا: ’’جب رسول اللہ ﷺ طائف پہنچے تو آپ بنو ثقیف کے کچھ لوگوں سے ملنے کے لیے گئے، جو کہ بنو ثقیف کے سردار اور معززین تھے اور یہ تین بھائی تھے...رسول اللہ ﷺ ان کے پاس بیٹھے اور انہیں اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ان سے کہا کہ وہ اسلام کی نصرت کریں اور آپ کی قوم کے ان لوگوں کیخلاف آپ کا ساتھ دیں جو آپ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا: اگر اللہ نے تمہیں (رسول بنا کر) بھیجا ہے تو وہ کعبے کا غلاف نوچے گا۔جبکہ دوسرے نے کہا: کیا اللہ کو رسول بنانے کے لیے تمہارے سوا کوئی اور نہیں ملا تھا۔۔۔انہوں نے اپنے قبیلے کے اوباشوں اور بچوں کو اکسایا کہ وہ آپ کا پیچھا کریں اور آپ کو شہر سے باہر نکال دیں۔۔۔ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں وہاں موجود تھا جب قریش کے معززین حجرِ اسود کے گرد جمع تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے انہوں نے کہا: ہمیں کبھی ایسی مصیبت پیش نہیں آئی جو کہ اس شخص کے ہاتھوں ہمیں پہنچی ہے۔اس نے ہمارے طرزِ زندگی کو احمقانہ قرار دیا، ہمارے آباؤ اجداد کی توہین کی، ہمارے دین کو برا بھلا کہا، ہماری قوم میں تفریق پیدا کر دی اور ہمارے خداؤں کے خلاف بدکلامی کی۔ہم نے اس پر حد درجے صبر کیا۔یا انہوں نے اسی طرح کے الفاظ کہے۔وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے اور ان کی طرف آئے اور حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور کعبہ کے طواف کے دوران ان کے پاس سے گزرے۔جب وہ ان لوگوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپؐ کو کچھ برے الفاظ کہے۔اس بات کو میں نے آپؐ کے چہرے کے تاثرات سے جان لیا۔آپؐ نے طواف جاری رکھا۔جب آپؐ دوسری مرتبہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر اسی طرح طعن و تشنیع کی...اور اسے میں نے آپؐ کے چہرے کے تاثرات سے جان لیا۔جب آپؐ ان کے پاس سے تیسری مرتبہ گزرے تو انہوں نے پھر ایسا کیا۔آپؐ رُکے اور کہا:

«أتسمعون يا معشر قريش أما والذي نفس محمد بيده لقد جئتكم بالذبح ... »

''اے قریش کیا تم سنتے ہو! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارے لیے ایک خونریزی لاؤں گا۔۔۔''

(13) قیادت اور پیروکاروں میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش:

● مسلم نے سعد سے روایت کیا کہ: ''ہم چھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ مشرکین نے آپؐ سے کہا: ان لوگوں کو دور ہٹائیے، کہیں یہ ہمارے خلاف جری نہ ہو جائیں۔ ان چھ میں، میں خود، ابن مسعود، قبیلہ ہذیل کا ایک شخص، بلال اور مزید دو لوگ شامل تھے، جن کا نام میں نہیں جانتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دل میں گمان کیا جو اللہ نے چاہا، پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾

''اور ان لوگوں کو مت نکالیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، خاص اس کی رضامندی کا قصد رکھتے ہیں''۔ (الانعام: 52)

(14) سرداری، مال اور عورتوں کی پیشکش کے ذریعے مبداء (آئیڈیالوجی) کو خریدنے کی کوشش:

● ابو یعلیٰ نے المسند میں اور ابن معین نے اپنی تاریخ میں ثقہ راویوں سے روایت کیا، جن میں **الاجلح** شامل نہیں کہ جابر بن عبد اللہؓ سے وثوق کے ساتھ یہ روایت کیا گیا: ابو جہل اور سردارانِ قریش نے کہا: محمد کا دین پھیل گیا ہے۔ اگر تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو جادو، کہانت اور شاعری کے متعلق علم رکھتا ہے تو اس سے بات کرو۔ پھر ایک شخص ہم سے معاملے کی بابت دریافت کرنے آیا۔ عتبہ نے کہا میں نے جادو، کہانت اور شاعری کو سنا ہے اور ان کے متعلق علم رکھتا ہوں اور اگر یہ ایسے الفاظ ہیں تو یہ مجھ سے چھپائے نہیں جا سکتے۔ جب محمد ﷺ آئے تو عتبہ نے کہا: اے محمد! کیا تم بہتر ہو یا ہاشم بہتر تھے؟ کیا تم بہتر ہو یا عبد المطلب بہتر تھے؟ کیا تم بہتر ہو یا عبد اللہ بہتر تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے جواب نہ دیا۔ عتبہ نے کہا: تم ہمارے خداؤں پر سب و شتم کیوں کرتے ہو اور ہمارے آباؤاجداد کی تذلیل کرتے ہو؟ اگر تمہیں سرداری چاہیے تو ہم اپنا جھنڈا تمہارے لیے باندھنے کو تیار ہیں اور تم ہمارے سردار بن جاؤ گے اور اگر تم میں جنسی طاقت ہے تو ہم دس عورتوں سے تمہاری شادی کیے دیتے ہیں اور تمہیں اختیار ہے کہ قریش کی عورتوں میں سے ان کا انتخاب کر لو۔ اگر تم

مال و دولت کے خواہاں ہو تو ہم اپنے مال میں سے جمع کر کے تمہیں اتنا مال دے دیتے ہیں جو کسی بھی قریشی سے زیادہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور کوئی بات نہ کی۔ جب عتبہ نے اپنی بات ختم کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

﴿حٰمٓ ۞ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۞ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۞﴾	”حمٰ، یہ رحیم اور رحمٰن کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ (ایسی) کتاب جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے، یہ قرآن عربی زبان میں ہے ان لوگوں کے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں“ (حمٰ السجدہ: 1-3)

یہاں تک کہ آپؐ اس آیت پر پہنچے:

﴿فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ﴾	”تو کہہ دو کہ میں تمہیں عاد و ثمود والی چنگھاڑ سے ڈراتا ہوں“۔ (حمٰ السجدہ: 13)

یہ سن کر عتبہ گھبرا اٹھا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور رسول اللہ ﷺ سے التجا کی کہ وہ بس کریں۔ عتبہ اپنے لوگوں کے پاس واپس نہ آیا اور ان سے دور رہا۔ ابو جہل نے کہا: اے معززینِ قریش! عتبہ نے محمد کا دین قبول کر لیا ہے اور وہ محمد کے کھانے سے متاثر ہو گیا ہے۔ یہ ضرور اس وجہ سے ہے کہ اسے پیسوں کی حاجت ہے۔ جب وہ عتبہ کی طرف گئے تو ابو جہل نے کہا: "اللہ کی قسم! ہمیں ڈر ہے کہ تم محمدؐ کے دین پر ہو گئے ہو اور اس سے متاثر ہو گئے ہو۔ اگر تم ضرورت میں ہو تو ہم تمہارے لیے اپنے مال میں سے مال جمع کر دیتے ہیں تاکہ تمہیں محمد کے کھانے کی ضرورت نہ رہے۔ عتبہ طیش میں آگیا اور اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ کبھی محمد سے بات بھی نہ کرے گا۔ اور کہا: تم جانتے ہو کہ میں قریش میں سے سب زیادہ مال و دولت والا ہوں، لیکن میں محمد کے پاس گیا۔ پھر اس نے تمام تر ماجرا سنایا۔ اس نے کہا: محمد نے مجھے جواب میں ایسی چیز سنائی جو اللہ کی قسم نہ جادو ہے اور نہ ہی شاعری اور نہ ہی کہانت ہے، محمدؐ نے پڑھا:

﴿حٰمٓ ۞ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۞ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۞﴾	”حمٰ، یہ رحیم اور رحمن کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ (ایسی) کتاب جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے، یہ قرآن عربی زبان میں ہے ان لوگوں کے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں“۔ (حمٰ السجدہ: 1-3)

یہاں تک کہ وہ اس آیت پر پہنچے:

﴿فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ﴾	''تو کہہ دو کہ میں تمہیں عاد و ثمود والی چنگھاڑ سے ڈراتا ہوں''۔(حمٓ السجدہ:13)

''پس میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے رک جانے کی درخواست کی۔ تم جانتے ہو کہ محمد جب بولتا ہے تو وہ کبھی جھوٹ نہیں کہتا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں تم پر عذاب نہ آن پڑے''۔(اور یہ ابنِ اسحاق کی روایت نہیں جو انہوں نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی جس میں ایک راوی مجہول ہے اور جو سیرۃ ابن ہشام میں مذکور ہے)

(15) برا بھلا کہنا:

- بخاری اور مسلم نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت کیا کہ بدر کے دن میں پہلی صف میں کھڑا تھا کہ اچانک میں نے اپنے دائیں اور بائیں انصار کے دو نوجوان لڑکوں کو دیکھا اور میری خواہش تھی کہ میں بھی ان میں سے ہوؤں۔ ان میں سے ایک نے چپکے سے مجھ سے سوال کیا: اے چچا کیا آپ مجھے ابو جہل دکھا سکتے ہیں؟ میں نے کہا: اے بھتیجے تمہیں اس سے کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا: میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میں یا تو اسے مار دوں گا یا خود مارا جاؤں گا۔ پھر دوسرے نے بھی چپکے سے مجھ سے یہی بات کہی...۔

- اور بخاری اور مسلم نے ابن عباسؓ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے متعلق روایت کیا:

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾	''اور نماز نہ بلند آواز میں پڑھو اور نہ پست آواز میں''۔ (الاسراء:110)

کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ ؐمکہ میں چھپے ہوئے تھے۔ جب وہ صحابہ کو نماز پڑھاتے تو آپ قرآن کی تلاوت کے دوران اپنی آواز کو بلند کیا کرتے پس جب مشرکین یہ سنتے تو وہ قرآن، اسے نازل کرنے والے اور اسے لانے والے کو گالی دیتے۔ پس اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾	''اور نماز نہ بلند آواز میں پڑھو اور نہ پست آواز میں''۔ (الاسراء:110)

یعنی آپ قرآن کی قرأت کو اتنا بلند نہ کریں کہ مشرکین سن لیں اور قرآن کو گالی دیں ﴿وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ جبکہ صحابہ کے متعلق یہ تھا کہ آپؐ کی آواز اتنی آہستہ نہ ہو کہ صحابہ سن ہی نہ سکیں ﴿وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا﴾ ''بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کریں''۔(الاسراء:110)

- اسی طرح احمد نے اپنی مسند میں ثقہ راویوں کے ذریعے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ألم تروا كيف يصرف الله عني لعن قريش وشتمهم، يسبون مذمماً، وأنا محمد»	''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے کس طرح مجھے قریش کی لعنت اور سب وشتم سے بچایا۔ وہ مذمم (مذمت کیا گیا) کہہ کر میری اہانت کرتے تھے جبکہ میں محمد (تعریف کیا گیا) ہوں''۔

- اور ابنِ عباسؓ سے ایک متفق علیہ حدیث میں مروی ہے: ''جب یہ آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ صفا کی پہاڑی پر چڑھے اور پکارا: اے لوگو! انہوں نے کہا: یہ کون ہے جو پکار رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ محمد ہے۔ پس وہ آپؐ کے پاس جمع ہوئے۔ آپؐ نے کہا: اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے وادی میں ایک فوج ہے جو تم پر حملہ کرنے والی ہے، تو کیا تم میری تصدیق کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ آپؐ نے کہا: میں تمہیں (اللہ کے) شدید عذاب سے ڈراتا ہوں۔ اس پر ابو لہب نے کہا: **"تباً لک"** تو تباہ ہو جائے، تو نے اس لیے ہمیں جمع کیا تھا؟ تو پھر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

﴿ تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴾	''ابو لہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے''۔(لھب:1)

- الطبرانی نے منبت الازدی سے روایت کیا: ''میں نے اپنے دورِ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپؐ یہ کہہ رہے تھے، **«يا أيها الناس: قولوا لا إله إلا الله تفلحوا»**، اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو فلاح پا جاؤ گے۔ اور ان میں کوئی آپؐ پر تھوکتا، کوئی آپؐ پر مٹی ڈالتا اور کوئی آپؐ کو برا بھلا کہتا، یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔ تب ایک لڑکی ایک بڑے برتن میں پانی لے کر آئی۔ آپؐ نے اپنے

چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور کہا: اے بیٹی اپنے باپ کی ہلاکت یا تذلیل پر مت گھبرا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا یہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی زینب ہے''۔ (ہیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں منبت بن مدرک ہے جسے میں نہیں جانتا لیکن باقی راوی ثقہ ہیں)

(16) جھٹلانا:

- بخاری اور مسلم نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

«لما كذبتني قريش قمت في الحجر فجلا، (وفي رواية) فجلّى الله لي بيت المقدس، فطفقت أخبرهم عن آياته، وأنا أنظر إليه»	''جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حجر میں کھڑا ہوا اور مجھے دکھلایا گیا (اور ایک روایت میں ہے) اللہ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا اور میں نے قریش کو اس کی نشانیاں بتانا شروع کیں اور میں اسے دیکھ رہا تھا''۔

- اور بخاری میں ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الله بعثني إليكم فقلتم كذبت وقال أبو بكر صدقت ...»	''اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا لیکن تم نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو جبکہ ابو بکرؓ نے کہا آپ سچے ہیں''۔

(17) منفی پروپیگنڈا:

- احمد اور الطبرانی نے ام معلمہ سے ایک طویل حدیث روایت کی جس کے متعلق ہیثمی نے کہا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں: ''...جب دونوں (نجاشی کے دربار سے) نکلے تو عمرو بن العاص نے کہا: اللہ کی قسم! کل میں (نجاشی کے سامنے) ایسی بات لاؤں گا جو کہ ان (مہاجرینِ حبشہ) کو تباہ کر ڈالے گی۔ عبداللہ، جو ان دونوں میں خدا خوفی والا تھا، نے کہا ایسا مت کرو! اگرچہ ان لوگوں نے ہماری مخالفت کی مگر بالآخر وہ ہمارے ہی قرابت دار ہیں۔ عمرو نے کہا: اللہ کی قسم! میں انہیں کل بتادوں گا کہ یہ لوگ عیسیٰ بن مریم کو صرف ایک انسان سمجھتے ہیں۔ پس اگلی صبح عمرو (نجاشی کے پاس) گیا اور کہا: اے بادشاہ یہ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں ایک نہایت بھاری بات کہتے ہیں، پس آپ ان سے اس کی بابت پوچھیئے۔ نجاشی نے دریافت کرنے کے لیے مہاجرین کو بلا بھیجا۔ (ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں) اس سے قبل ہمیں ایسی

صورت حال کا کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ مہاجرین جمع ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھا کہ جب ہم سے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں سوال کیا جائے تو ہم کیا جواب دیں۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ ہم ان سے وہی کہیں گے جو اللہ نے کہا اور ہمارے نبی ﷺ پر نازل کیا گیا...''۔

- مسلم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ضماد مکہ آیا اور اس کا تعلق ازدشنودہ قبیلے سے تھا۔ وہ اس شخص کا علاج کیا کرتا تھا جس پر جادو کا اثر ہوتا تھا۔ اس نے سنا مکہ کے احمق لوگ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ پر جادو ہوا ہے۔ ابنِ حبان نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ جب کعب بن اشرف مکہ گیا تو قریش اس سے ملنے کے لیے گئے۔ انہوں نے اس سے کہا: ہم حج کا انتظام کرتے ہیں، کعبہ کی دیکھ بھال کرتے ہیں، حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور تم یثرب کے سردار ہو کیا ہم بہتر ہیں یا یہ کمزور، لاچار اور بے اولاد شخص جو کہ اپنی قوم سے کٹا ہوا ہے؟ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے۔ تو کعب نے کہا: ''تم اس سے بہتر ہو'' اس موقع پر اللہ نے یہ آیات رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائیں:

﴿ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴾	''بے شک تمہارا دشمن ہی بے نام ونشان ہے''۔ (کوثر: 3)

- اور فرمایا:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هٰؤُلَاءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ﴾	''بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ وہ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت سیدھی راہ پر ہیں''۔ (النساء: 51)

(18) ہجرت سے روکنا:

- حاکم نے اپنی مستدرک میں صہیب سے یہ حدیث روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا جس سے ذہبی نے اتفاق کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أريت دار هجرتكم سبخة بين ظهراني حرة، فإما أن تكون هجراً، أو تكون يثرب»

''مجھے تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی، یہ نمکین دھنسی ہوئی جگہ ہے تو یہ یا تو حجر ہے یا پھر یہ یثرب ہے''۔

(راوی نے) بیان کیا: رسول اللہ ﷺ مدینہ جانے کے لیے نکلے اور ابو بکرؓ آپ ؐ کے ساتھ تھے۔ میں آپ ؐ کے ساتھ جانا چاہتا تھا لیکن مجھے قریش کے کچھ لڑکوں نے روک لیا۔ میں نے وہ ساری رات اپنے قدموں پر گزاری۔ انہیں اللہ نے پیٹ کی فکر میں مصروف کر دیا جبکہ مجھے اس کی حاجت نہ تھی۔ وہ کھڑے ہوئے اور ان میں کچھ نے میرا پیچھا کیا اور مجھے جالیا۔ جبکہ میں نے ایک برید فاصلہ طے کیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ میں واپس آجاؤں۔ میں نے ان سے کہا: کیا تمہیں یہ قبول ہے کہ میں تمہیں کچھ اوقیہ سونا دوں اور تم مجھے جانے دو اور اپنے وعدے کو پورا کرو؟ پس میں ان کے پیچھے مکہ آیا۔ میں نے ان سے کہا کہ میرے دروازے کی چوکھٹ کی جگہ کھودو تمہیں سونا مل جائے گا اور فلاں فلاں عورت کے پاس جاؤ اور اس سے زیورات کے دو ٹکڑے لے لو۔ پھر میں نکلا اور رسول اللہ ﷺ کے قبا سے مدینہ کی طرف روانہ ہونے سے قبل ان کے پاس پہنچ گیا۔ جب آپ ؐ نے مجھے دیکھا تو آپ ؐ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

«يا أبا يحيى ربح البيع»

''اے ابو یحییٰ! تمہاری تجارت نفع بخش رہی''۔

میں نے کہا: مجھ سے قبل آپ ؐ تک کوئی نہیں پہنچا اور صرف جبرئیل ؑ نے ہی آپ ؐ کو یہ خبر پہنچائی ہے۔ مشرکینِ مکہ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت سے روکنے کے اس قدر خواہش مند تھے کہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو بھی رسول اللہ ﷺ کو اور آپ ؐ کے صحابہ کو قتل یا گرفتار کرے گا، اسے انعام ملے گا۔ بخاری نے البراء سے روایت کیا کہ ابو بکرؓ نے بیان کیا: ''... ہم نکلے جبکہ لوگ ہماری تلاش میں تھے...'' اور سراقہ بن جعشم والی حدیث میں سراقہ نے بیان کیا: ''قریش کے کفار کے ہرکارے ہمارے پاس پہنچے اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ یا ابو بکرؓ دونوں میں سے ہر ایک کے قتل یا گرفتاری کے عوض دیت کا معاوضہ ہے۔ تو میں نے آپ ؐ سے کہا: ''آپ کے لوگوں نے آپ ؐ کے سر کے عوض دیت کا معاوضہ مقرر کیا ہے...'' آپ ؐ نے فرمایا:

«فقف مكانك لا تتركن أحداً يلحق بنا»

''جہاں پر ہو وہیں رہنا اور کسی کو ہم تک پہنچنے مت دینا''۔

اس نے بیان کیا کہ دن کے شروع میں وہ اللہ کے نبی ﷺ کا دشمن تھا اور دن کے آخر میں وہ آپ ﷺ کا محافظ تھا...''

(19) جان سے مار دینے کی کوشش یا دھمکی:

- بخاری نے عروہ بن زبیر سے روایت کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا: مشرکین کا رسول اللہ کے ساتھ بدترین سلوک کیا تھا؟ آپؓ نے بتایا: میں نے عقبہ بن ابی معیط کو رسول اللہ ﷺ کی طرف آتے دیکھا۔ آپ ﷺ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ عقبہ نے اپنی چادر رسول اللہ ﷺ کی گردن میں ڈالی اور نہایت سختی سے گردن کو دبایا۔ ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے عقبہ کو رسول اللہ ﷺ سے پیچھے ہٹایا اور کہا: کیا تم محض اس وجہ سے ایک شخص کو مار دینا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے تمہارے لیے کھلی نشانیاں لے کر آیا ہے؟ اور بخاری نے عمر بن الخطابؓ کے قبولِ اسلام کے باب میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا: جب عمر اپنے گھر میں خوف کی کیفیت میں تھے تو العاص بن وائل السھمی ابو عمروان کے پاس آیا اور اس نے کڑھائی والے نئے کپڑے اور ریشم کی جھالر والی قمیض پہن رکھی تھی۔ وہ بنو سہم سے تھا جو کہ اسلام سے قبل جاہلیت کے دور میں ہمارے حلیف تھے۔ العاص نے عمر سے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ عمر نے جواب دیا کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں مسلمان ہوا تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ العاص نے کہا: میری امان کے ہوتے ہوئے کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا، تو عمر نے کہا کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ قریش رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش سے باز نہ رہے۔ ابن حجر نے فتح الباری میں بیان کیا: ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ اور دیگر اصحابِ مغازی نے بیان کیا: جب قریش نے یہ دیکھا کہ صحابہ کو ایک ایسی جگہ مل گئی ہے جہاں وہ محفوظ ہیں، عمر نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اسلام قبیلوں میں پھیل گیا ہے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے پر اتفاق کیا۔ جب یہ خبریں ابو طالب تک پہنچیں تو اس نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو جمع کیا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی بلا لیا اور انہیں منع کیا، جو آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ احمد نے ثقہ رجال کے ساتھ روایت کیا، ماسوائے عثمان الجزری کے، جسے ابن حبان نے ثقہ قرار دیا جبکہ دیگر نے اسے ضعیف بتلایا ہے کہ ابن عباسؓ نے اللہ کے اس ارشاد:

﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِينَ﴾

''اور (یاد کیجیے) جب کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں اور وہ

اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیریں کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہترین تدبیر کرنے والا ہے"۔(الانفال:30)

کے بارے میں کہا: قریش نے مکہ میں ایک رات آپس میں مشورہ کیا۔ کچھ نے کہا کہ جب وہ (محمد) صبح اٹھے تو اسے باندھ دو، کچھ نے کہا نہیں بلکہ اسے قتل کر دینا چاہیے، جبکہ کچھ نے کہا کہ اسے مکہ بدر کر دینا چاہیے۔۔۔"

- ابن ہشام نے اپنی سیرۃ میں روایت کیا: "ابن اسحاق نے کہا: قریش اس بات سے گھبرائے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں اپنے صحابہ کے پاس چلے جائیں گے۔۔۔ پس سرداران قریش 'دار الندوہ' میں جمع ہوئے تاکہ اس بات پر مشورہ کیا جاسکے کہ رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں کیا حل نکالا جائے۔ ایک نے کہا کہ اسے لوہے کی زنجیروں سے جکڑ دو، ایک اور نے کہا: اسے اپنے میں سے نکال دو۔ ابو جہل نے کہا: اللہ کی قسم میرے پاس ایک طریقہ ہے، جس کے متعلق تم نے ابھی تک نہیں سوچا انہوں نے کہا: اے ابوالحکم! وہ کیا ہے؟ جس پر اس نے یہ رائے سامنے رکھی کہ ہر قبیلہ ایک اچھا، مضبوط اور جنگجو نوجوان مہیا کرے اور ہر کسی کو تیز دھار تلوار دی جائے اور وہ سب اکٹھے اس (محمد) پر وار کریں اور اسے قتل کر دیں، پس یوں ہم اس سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔

- اور صحابہؓ میں سے کچھ نے صبر کے ساتھ موت کو برداشت کیا جیسا کہ عمارؓ کی والدہ سمیہؓ جو کہ اسلام کی پہلی شہید تھیں۔

رسول اللہ ﷺ اور کچھ ایسے صحابہؓ نے مشرکین کو چیلنج کیا جو اس کی استطاعت رکھتے تھے اور انہوں نے مشرکین کے سامنے استقلال کا مظاہرہ کیا جیسا کہ:

- بخاری نے تاریخ الکبیر میں موسیٰ بن عقبیٰ سے روایت کیا، جنہوں نے بیان کیا کہ عقیل بن ابی طالب نے مجھے بتایا کہ قریش ابو طالب کے پاس آئے اور کہا: تمہارے بھتیجے نے ہمیں ہماری محفلوں میں اذیت دی ہے۔ ابو طالب نے کہا: اے عقیل محمد کو میرے پاس لاؤ۔ وہ آپؐ کے پاس گئے اور انہیں ایک کٹیا سے نکالا، جسے وہ بیتِ صغیر کہتے تھے۔ عقیل نے دوپہر کے وقت، سخت گرمی میں آپؐ کو ساتھ لیا۔ آپؐ عقیل کے ساتھ چھاؤں کو ڈھونڈتے ہوئے چل رہے تھے۔ جب آپؐ ابو طالب کے پاس پہنچے تو ابو طالب نے کہا: تمہارے چچیرے بھائی یہ کہتے ہیں کہ تم نے انہیں ان کے ملنے کی جگہ اور ان کی مسجد میں ایذا پہنچائی ہے، پس ایسا مت کرو۔ آپؐ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا:

«ترون هذه الشمس قال ما أنا بأقدر على أن أرد ذلك منكم على أن تشعلوا منها شعلة»

''کیا تم اس سورج کو دیکھتے ہو؟ میں اس بات کو تم (تک پہنچانے سے) سے نہیں رک سکتا جب تک کہ تم اس کا شعلہ نہ لے آؤ''۔

ابو طالب نے کہا: میرا بھتیجا جھوٹ نہیں بولتا لہٰذا تم لوگ واپس چلے جاؤ۔

● بخاری نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا کہ: ''سعد بن معاذؓ عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ آئے اور امیہ بن خلف بن صفوان کے گھر ٹھہرے کیونکہ امیہ بھی شام کے سفر کے دوران مدینہ سے گزرتے ہوئے سعد کے گھر ٹھہرا کرتا تھا۔ امیہ نے سعدؓ سے کہا: کیا تم دوپہر ہونے کا انتظار کروگے جب لوگ اپنے گھروں میں ہوں، پھر تم جاکر کعبہ کے گرد طواف کر سکتے ہو؟ پس جب سعدؓ طواف کر رہے تھے تو ابوجہل آیا اور پوچھا: یہ کون ہے جو طواف کر رہا ہے؟ سعدؓ نے جواب دیا: میں سعد ہوں۔ ابوجہل نے کہا: کیا تم اطمینان سے طواف کر رہے ہو جبکہ تم نے محمد اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دی ہے؟ سعدؓ نے کہا: ہاں۔ پھر وہ دونوں جھگڑنے لگے۔ امیہ نے سعدؓ سے کہا: ابو لحکم کے سامنے آواز بلند نہ کرو کیونکہ وہ وادی کے لوگوں کا سردار ہے۔ پھر سعدؓ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے کعبہ کے طواف سے روکا تو میں شام کے ساتھ تمہاری تجارت کو برباد کردوں گا۔ امیہ سعدؓ سے بار بار یہ کہتا رہا: اپنی آواز بلند مت کرو اور اس نے سعدؓ کو پکڑے رکھا۔ سعدؓ غضب ناک ہوگئے اور امیہ سے کہا: مجھ سے دور رہو کیونکہ میں نے محمد کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ تمہیں قتل کریں گے۔ امیہ نے کہا: کیا وہ مجھے قتل کرے گا؟ سعدؓ نے کہا: ہاں۔ امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! جب محمد کوئی بات کہتا ہے تو وہ جھوٹ نہیں بولتا۔۔۔''

● احمد بن حنبل نے فضائلِ صحابہ میں عُروہ سے روایت کیا: ''مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد جس نے قرآن کی تلاوت کی وہ عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ جمع ہوئے اور کہا: قریش نے ابھی تک قرآن کو علی الاعلان اور بآوازِ بلند نہیں سنا، کون انہیں قرآن سنائے گا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ میں یہ کام کروں گا۔ انہوں نے کہا: ہم تمہارے متعلق ڈرتے ہیں، ہم ایسا شخص چاہتے ہیں کہ جس کا قبیلہ اسے قریش کے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ لیکن عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ میں یہ کروں گا اور اللہ مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ پھر وہ مسجد کی طرف نکلے یہاں تک کہ وہ مقامِ ابراہیم پر پہنچے۔ یہ صبح کا وقت تھا اور قریش کعبہ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ عبداللہ مقامِ ابراہیم کے پاس کھڑے ہوئے اور بلند آواز میں قرآن کی تلاوت شروع کی:

﴿ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝ الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ ﴾

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا''۔ (الرحمٰن: 1-3)

آپ ان کے سامنے قرآن پڑھتے گئے۔ قریش نے تامل سے آپ کی طرف نگاہ ڈالی اور ان میں سے کچھ نے کہا: ابن اُم عبد کیا کہہ رہا ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہ اس میں سے کچھ پڑھ رہا ہے جو محمد ﷺ لے کر آیا ہے۔ وہ عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف لپکے اور انہوں نے آپ کے چہرے پر مارنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے تلاوت جاری رکھی۔ جب آپ صحابہؓ کی طرف لوٹے تو آپ کے چہرے سے خون بہہ رہا تھا۔ انہوں نے کہا: ہم تمہارے متعلق اس چیز سے ڈرتے تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا: اللہ کے دشمن اس وقت میرے سے زیادہ سکون میں نہیں۔ اگر تم چاہو تو کل میں دوبارہ جاؤں گا اور ایسا پھر کروں گا۔ انہوں نے جواب دیا: ''تم نے کافی کیا ہے اور انہیں وہ سنا دیا ہے جسے سننا وہ پسند نہیں کرتے''۔

- بخاری نے رسول اللہ ﷺ کی زوجہ عائشہؓ سے روایت کیا: مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے اپنے والدین کو دینِ حق کے علاوہ کسی اور دین پر دیکھا ہو... معززینِ قریش کو اس بات نے پریشان کر دیا، پس انہوں نے ابن الدغنّہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے تمہاری طرف سے ابو بکر کو پناہ دینے کو اس شرط پر قبول کیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں عبادت کرے گا... اور ہم اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ وہ اپنا یہ عمل کھلم کھلا کرے۔ عائشہؓ بیان کرتی ہیں: ابن الدغنّہ ابو بکر کے پاس گیا اور کہا: اے ابو بکر! تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارے متعلق کیا معاہدہ کیا تھا۔ اب یا تو تم اس کی پابندی کرو یا پھر مجھے پناہ دینے کے ذمے سے آزاد کر دو۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب یہ سنے کہ میرے لوگوں نے اس معاہدے کو پامال کیا ہے جو میں نے ایک شخص کے لیے کیا تھا۔ ابو بکر نے جواب دیا: میں تمہیں اپنی حفاظت کے معاہدے سے بری کرتا ہوں اور میں اللہ عزّوجل کی حفاظت پر راضی ہوں۔
- حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے، جس سے ذہبی نے اتفاق کیا اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ عمر نے مشرکین کے ساتھ مکہ کی مسجد میں لڑائی کی اور وہ ان کے ساتھ صبح سے لے کر دوپہر تک جھگڑا کرتے رہے۔ پھر عمر تھک کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک اچھی صورت کا شخص وہاں پہنچا جس نے سرخ رنگ کی قمیض زیبِ تن کر رکھی تھی۔ اس نے ان لوگوں کو عمر سے دور کیا اور کہا: تم اس آدمی سے کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: کچھ نہیں ماسوائے کہ یہ

اپنے دین کو چھوڑ دے۔ اس شخص نے کہا: یہ آدمی کیا خوب ہے کہ اس نے خود اپنے دین کو چنا، پس تم اسے اس پر چھوڑ دو جو اس نے اپنے لیے اختیار کیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو عدی اس بات کو قبول کرلیں گے کہ تم عمر کو مار ڈالو؟ نہیں اللہ کی قسم! وہ کبھی بھی اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ عمرؓ نے اس دن کہا: اے اللہ کے دشمنو! اگر ہماری تعداد تین سو تک پہنچ گئی ہوتی تو ہم تمہیں نکال باہر کرتے۔ عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعد میں اپنے والد سے پوچھا کہ وہ شخص کون تھا جس نے لوگوں کو آپ سے پرے ہٹایا تھا؟ تو آپ نے بتایا کہ وہ عمرو بن العاص کا باپ العاص بن وائل تھا۔ اس روایت کے الفاظ مستدرک الحاکم کے ہیں۔ یہ حدیث عبداللہ بن عمر سے مروی سابقہ حدیث سے متعارض نہیں جسے بخاری نے روایت کیا، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ عمر اپنے گھر میں تھے اور قتل کیے جانے سے خائف تھے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ یہ دونوں واقعات دو مختلف اوقات پر پیش آئے ہوں۔

- بیہقی نے **الدلائل** اور ذہبی نے **التاریخ** میں موسیٰ بن عقبہ سے روایت کیا کہ عثمان بن مظعونؓ اور ان کے ساتھی ان لوگوں میں سے تھے جو کہ واپس لوٹے لیکن وہ کسی کی طرف سے امان دیے بغیر مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ پس ولید بن مغیرہ نے عثمان بن مظعونؓ کو پناہ دی۔ جب عثمان بن مظعونؓ نے دیکھا کہ وہ خود تو محفوظ ہیں جب کہ صحابہ مصائب و آلام میں مبتلا ہیں اور آگ اور کوڑوں کے ذریعے انہیں اذیتیں دی جارہی ہیں تو آپ نے بھی مصائب کا سامنا کرنا قبول کیا۔ پس آپؓ نے ولید سے کہا: تم نے مجھے امان دی، میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے قبیلے کے پاس لے کر جاؤ اور اپنے آپ کو مجھ سے بری کردو۔ ولید نے کہا: اے میرے بھتیجے کیا کسی نے تمہیں تکلیف دی ہے یا برا بھلا کہا ہے۔ عثمانؓ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم کسی نے مجھے کچھ نہیں کہا اور نہ ہی مجھے کوئی اذیت دی۔ جب عثمانؓ نے اس بات پر اصرار کیا کہ وہ اپنی پناہ واپس لے لے، تو ولید آپ کو مسجد لے گیا جہاں لوگ بیٹھ کر وقت گزاری کر رہے تھے اور شاعر لبید بن ربیعہ انہیں شعر سنا رہا تھا۔ ولید نے عثمانؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: اس شخص نے مجھے مجبور کیا کہ میں اسے اپنی امان سے بری کردوں اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ یہ اس وقت تک مجھ سے بری ہے جب تک یہ چاہے۔ عثمانؓ نے کہا: اس نے سچ کہا اور اللہ کی قسم! میں نے اسے اس بات پر مجبور کیا اور یہ مجھ سے بری ہے۔ پس پہلے پہل تو عثمانؓ لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہے لیکن بعد میں لوگ آپ پر جھپٹ پڑے۔

اگرچہ صحابہؓ ان مصائب پر ثابت قدم رہے، البتہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا شکوہ کیا اور آپؐ سے مطالبہ کیا کہ وہ اللہ سے دعا کریں اور مدد طلب کریں۔ اس پر آپ کا جواب یہ تھا، جسے بخاری نے خباب بن الارتؓ سے روایت کیا ہے:

«شكونا إلى رسول الله ﷺ ، وهو متوسد بردة له في ظل الكعبة، قلنا له: ألا تستنصر لنا ألا تدعو لنا؟ قال: كان الرجل فيمن قبلكم يحفر له في الأرض فيجعل فيه، فيجاء بالمنشار فيوضع على رأسه فيشق باثنتين وما يصده ذلك عن دينه، ويمشط بأمشاط الحديد ما دون لحمه، من عظم أو عصب وما يصده ذلك عن دينه، والله ليتمن هذا الأمر، حتى يسير الراكب من صنعاء إلى حضرموت لا يخاف إلا الله أو الذئب على غنمه، ولكنكم تستعجلون»

''ہم نے رسول اللہ سے شکوہ کیا جب وہ کعبہ کے سائے تلے بیٹھے تھے، ہم نے آپ سے کہا: کیا آپ ہمارے لیے فتح طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے؟ آپ نے جواب دیا: تم سے پہلے وقتوں میں ایک شخص کو گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیا جاتا اور اس کے سر پر آرا رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے، لوہے کی کنگھیوں سے ان کا جسم نوچا جاتا جو ان کے گوشت اور ہڈیوں کو چیر دیتیں۔ یہ سب کچھ بھی انہیں دینِ حق سے نہ پھیر سکا۔ اللہ کی قسم! یہ معاملہ ضرور مکمل ہو گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے خوف اور اپنی بکریوں کے لیے بھیڑئے کے خوف کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا۔ لیکن تم لوگ عجلت کرتے ہو''۔

○○○

باب نمبر 12

مومنین کے ساتھ نرمی وعاجزی اور کافروں کے ساتھ سختی

● مومنوں کے سامنے نرمی وعاجزی اختیار کرنااور کافروں کے ساتھ سختی کرنا فرض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

”اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کو محبوب ہو گی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہو گی، وہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ نرم ہونگے اور کفار کے ساتھ سخت ہونگے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے“۔(المائدۃ:54)

یہاں پر لفظ **(الذِلَّة)** سے مراد نرم دلی، شفقت اور رحمت ہے اور یہ **(الذُلْ)** کے معنوں میں نہیں، جس کا مطلب ذلت اور اہانت ہے۔ لفظ **(عِزَّة)** کا مطلب ہے سختی، شدت، عداوت اور غلبہ۔ کہا جاتا ہے **(عِزَّهُ)** یعنی اس نے اسے شکست دی۔ وہ زمین جسے **(عِزاز)** کہا جاتا ہے وہ وہ زمین ہوتی ہے جو مضبوط اور سخت ہو، جیسا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

”اللہ کے رسول محمد اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر سخت ہیں“۔(الفتح:29)

● اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ مومنوں کے ساتھ نرم وشفیق رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾

”اور مومنوں کے ساتھ فروتنی سے پیش آئیں“۔(الحجر:88)

● ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”جو بھی ایمان لانے والا ہو کر آپ کی تابعداری کرے آپ اس کے ساتھ فروتنی سے پیش آئیں“۔(الشعرآء:215)

● یعنی ان کے ساتھ رحم دلی کا برتاؤ رکھیں اور ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اُن سے سختی کے ساتھ پیش آنے سے منع فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾

"اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بد زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، سو ان سے در گزر کیجئے اور ان کے لیے استغفار کیجئے اور معاملات میں ان سے مشورہ کیجئے۔ اور جب آپ فیصلہ کر لیں تو اللہ پر ہی بھروسہ کریں۔ بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔ (آل عمران 159:)

● جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مومنین کے ساتھ رحم دلی، شفقت کا برتاؤ کرنے اور ان سے در گزر کرنے کا حکم دیا، وہیں اللہ نے آپ کو کفار اور منافقین کے ساتھ سخت رویہ رکھنے کا حکم دیا ارشاد ہوا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾

"اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور وہ پائیں تمہارے اندر سختی۔ ان کا اصلی ٹھکانہ دوزخ ہے، جو بد ترین جگہ ہے"۔ (التوبہ: 73)

● اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ سے خطاب پوری امت سے خطاب ہے جب تک کہ کوئی ایسی دلیل موجود نہ ہو جو اس خطاب کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ اس لیے ایک مومن پر فرض ہے کہ وہ دوسرے مومنوں کے ساتھ شفقت، رحمت اور نرمی سے پیش آئے اور ان کے سامنے انکساری کا مظاہرہ کرے جبکہ وہ کفار کے ساتھ سخت، دشمنی پر مبنی اور انہیں مغلوب کرنے والا رویہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُوْآ أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

"اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور وہ تمہارے اندر سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے"۔ (التوبہ: 123)

سنت میں بھی یہی وارد ہوا ہے:

● نعمان بن بشیرؓ سے ایک متفق علیہ حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد، إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى»

"باہمی محبت، رحم دلی اور الفت میں مومن ایک جسم کی مانند ہیں۔ جب جسم کے کسی ایک حصے کو تکلیف پہنچے تو باقی سارا جسم بے آرامی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔ (متفق علیہ)

● مسلم نے عیاض بن حمار سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«أهل الجنة ثلاثة: ذو سلطان مقسط متصدق موفق، ورجل رحيم رقيق القلب لكل ذي قربى ومسلم، وعفيف متعفف ذو عيال»

"تین لوگ جنتی ہیں: ایک حکمران جو عادل ہو، خیرات دیتا ہو اور موافقت کراتا ہو، اور ایک وہ شخص جو اپنے تمام رشتے داروں اور مسلمانوں کے ساتھ نرم دلی کا رویہ رکھتا ہو اور ایک وہ نیک اور پاک دامن مسلمان ہو جو کثیر اولاد ہو مگر اس کے وسائل قلیل ہوں"۔

● جریر بن عبد اللہؓ سے متفق علیہ حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«من لا يرحم لا يرحم»

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔ (متفق علیہ)

● اللہ کی رحمت سے محرومی اس بات کا قرینہ ہے کہ مومنین کے ساتھ رحم کا برتاؤ فرض ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوہریرہؓ سے جو حدیث روایت کی، وہ بھی باہمی رحمت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں: میں نے صادق المصدوق ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إن الرحمة لا تنزع إلا من شقي»

"رحمت کسی سے واپس نہیں اٹھائی جاتی ماسوائے جو شقی ہو"۔

● اسی طرح مسلم نے عائشہؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

«اللهم من ولي من أمر أمتي شيئاً فشق عليهم فاشقق عليه ومن ولي من أمر أمتي شيئاً فرفق بهم فارفق به»

''اے میرے اللہ! جس کو بھی میری امت کے امور پر حکمرانی دی جائے اور وہ ان پر سخت گیر ہو تو تُو بھی اس پر سختی کر اور جسے تو میری امت کے امور پر حکمرانی بخشے اور وہ ان پر رحم دل ہو تو تُو بھی اس پر رحم کر''۔

● اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ رحم دلی کا حکم تمام انسانوں کے لیے ہے اور اس میں مسلمان، کافر، منافق، فرمانبردار یا پھر نافرمان سب شامل ہیں، جیسا کہ مسلم نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يرحم الله من لا يرحم الناس»

''اللہ اس پر رحم نہیں کرے گا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا''۔

یہ درست ہے کہ لفظ 'الناس' یعنی 'لوگ' عموم کا صیغہ ہے، لیکن یہ عموم کا ایسا صیغہ ہے کہ جس سے خاص مراد ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ﴾

''وہ لوگ (مؤمنین) کہ جب ان سے لوگوں (منافقین) نے کہا کہ لوگوں (کافروں) نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لیے ہیں''۔(آل عمران:173)

● رسول اللہ ﷺ کی مومنین کے ساتھ رحمت اس حدیث سے ظاہر ہے جسے شیخین نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے، آپ بیان کرتے ہیں:

«اشتكى سعد بن عبادة شكوى له، فأتى رسول الله ﷺ يعوده مع عبد الرحمن بن عوف وسعد بن أبي وقاص وعبد الله بن مسعود، فلما دخل عليه وجده في غشية، فقال: «**أقد قضى؟**» قالو لا يا رسول الله، فبكى رسول الله ﷺ، فلما رأى القوم بكاء رسول الله

''سعد بن عبادہ بیمار پڑ گئے تو رسول اللہ ﷺ عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود کے ہمراہ ان کی بیمار پرسی کے لیے گئے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ سعد بے ہوش ہیں۔ آپؐ نے پوچھا: ''کیا وہ مر گئے؟'' انہوں نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسول۔ رسول اللہ ﷺ رونے لگے اور جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رونے لگے۔ آپؐ نے فرمایا:

ﷺ بكوا، فقال: «ألا تسمعون؟ إن الله لا يعذب بدمع العين، ولا بحزن القلب، ولكن يعذب بهذا -وأشار إلى لسانه- أو يرحم»	کیا تم نے نہیں سنا، اللہ تعالیٰ آنسو بہانے اور دل گرفتہ ہونے پر سزا نہیں دے گا لیکن وہ سزا دے گا یا اپنی رحمت کرے گا اس کی وجہ سے، اور آپ ؐ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا''۔

● اسی طرح ترمذی نے عائشہ ؓ سے یہ حدیث روایت کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے:

«أن النبي ﷺ قبّل عثمان بن مظعون، وهو ميت، وهو يبكي، أو قال عيناه تذرفان».	''جب عثمان بن مظعون فوت ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بوسہ دیا اور رو پڑے، یا (راوی نے کہا کہ) ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے''۔

● مسلم نے انس ؓ سے روایت کیا:

«أن النبي ﷺ كان لا يدخل على أحد من النساء إلا على أزواجه إلا أم سليم، فإنه كان يدخل عليها فقيل له في ذلك فقال: إني أرحمها، قتل أخوها معي»	''رسول اللہ ﷺ کسی عورت کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے ماسوائے اپنی بیویوں اور ام سلیم کے۔ وہ ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ جب آپ سے اس بابت پوچھا گیا تو آپ ؐ نے فرمایا: میں ان کے لیے رحم دلی کا جذبہ رکھتا ہوں، اس کا بھائی (حرام ؓ) شہید ہو گیا، جب وہ میرے ساتھ (جنگ میں شریک) تھا''۔

● رسول اللہ ﷺ کی مومنین پر آسانی کرنے کی مثال یہ حدیث بھی ہے جسے بخاری نے عبد اللہ بن عمر ؓ سے روایت کیا، آپ بیان کرتے ہیں:

«حاصر النبي ﷺ أهل الطائف فلم يفتحها، فقال إنا قافلون غداً إن شاء الله، فقال المسلمون: نقفل ولم نفتح؟ قال: فاغدوا على القتال، فغدوا فأصابتهم جراحات قال النبي	''نبی ﷺ نے طائف کا محاصرہ کر لیا لیکن وہ اسے فتح نہ کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو ہم کل گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔ تو مسلمانوں نے کہا: کیا ہم واپس چلے جائیں گے جبکہ ابھی ہم نے طائف کو فتح نہیں کیا ہے؟ تو آپ ؐ نے فرمایا: اچھا پھر صبح لڑائی کے لیے

إنا قافلون غداً إن شاء الله، فكأن ذلك أعجبهم فتبسم رسول الله ﷺ »

تیار رہو۔ پس مسلمان اگلے دن لڑے لیکن انہیں کئی چوٹیں آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو ہم کل واپس چلے جائیں گے۔ مسلمانوں کو یہ بات پسند آئی، تو رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے''

● اور مومنین کے ساتھ شفقت و مہربانی کی مثال یہ حدیث بھی ہے جسے مسلم نے معاویہ بن الحاکم السلیمانی سے روایت کیا:

«بينا أنا أصلي مع رسول الله ﷺ ، إذ عطس رجل من القوم، فقلت يرحمك الله، فرماني القوم بأبصارهم ، فقلت: واثكل أمياه! ما شأنكم تنظرون إليّ؟ فجعلوا يضربون بأيديهم على أفخاذهم، فلما رأيتهم يصمتونني لكني سكت، فلما صلى رسول الله ﷺ ، فبأبي هو وأمي، ما رأيت معلماً قبله وبعده أحسن تعليماً منه، فوالله ما كهرني ولا ضربني ولا شتمني، قال: إن هذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، إنما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن»

''میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا اور مجلس میں موجود کوئی شخص چھینکا۔ میں نے کہا: یرحمک اللہ'' اللہ تجھ پر رحم کرے'' تو لوگ مجھے گھورنے لگے گویا کہ وہ میرے عمل کو ناپسند کر رہے تھے۔ میں نے کہا: ''تم میری طرف اس غصے سے کیوں گھور رہے ہو؟'' انہوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر مارنے شروع کر دیئے۔ تب میں نے دیکھا کہ وہ چاہتے ہیں کہ میں خاموش ہو جاؤں۔ میں خاموش ہو گیا۔ میرے ماں باپ آپ ؐ پر قربان، میں نے ان سے اچھا استاد نہ پہلے پایا تھا اور نہ ان کے بعد؛ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کی تو آپ ؐ نے نہ تو مجھے ڈانٹا اور نہ ہی مارا اور نہ ملامت کی بلکہ صرف یہ فرمایا: نماز کے دوران دوسروں سے باتیں کرنا اچھی بات نہیں، کیونکہ نماز تو اللہ کی حمد وثناء، اس کی بڑائی اور قرآن کی تلاوت ہے''۔

● اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی رحم دلی کی مثال ایک اور حدیث ہے جسے بخاری نے انس ؓ سے روایت کیا، وہ بیان کرتے ہیں:

«كنت أمشي مع رسول الله ﷺ وعليه برد نجراني غليظ الحاشية، فأدركه أعرابي، فجذبه جذبة حتى رأيت صفح أو صفحة عنق رسول

''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، آپ ؐ نے ایک نجرانی کرتہ پہنا ہوا تھا، جس کے کنارے دبیز تھے۔ اتنے میں ایک بدو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کا کرتہ اس شدت سے کھینچا کہ میں کرتے

الله ﷺ قد أثرت بها حاشية البرد من شدة جذبه، فقال يا محمد أعطني من مال الله الذي عندك، فالتفت إليه فضحك ثم أمر له بعطاء»

کے حاشیے کے ان نشانات کو دیکھ سکتا تھا جو اس کھنچاؤ کے سبب آپ ﷺ کی گردن پر پڑے۔ اس بدو نے کہا: ''اے محمد! مجھے اللہ کے مال سے کچھ عطا کر جو تیرے پاس ہے''۔ رسول اللہ ﷺ اسکی طرف مڑے اور مسکرائے اور اسے عطا کرنے کا حکم دیا''۔

● صحابہؓ کی ایک دوسرے سے رحمت و مہربانی کرنے کی ایک مثال یہ حدیث ہے جسے ابن عباسؓ سے مسلم نے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں: ''...جب عمر کو زخمی کیا گیا تو وہاں صہیب آئے اور وہ رونے لگے۔ وہ کہہ رہے تھے: اے میرے بھائی، اے میرے دوست''۔

● اسی طرح ترمذی نے واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ سے ایک حدیث روایت کی اور اسے حسن صحیح قرار دیا کہ: ''انس بن مالکؓ آئے تو میں انہیں دیکھنے کے لیے گیا۔ انہوں نے کہا: تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں واقد بن سعد بن معاذ ہوں۔ تو وہ رونے لگے اور کہا کہ تم تو بالکل سعد کی شبیہہ ہو''۔

● اسی طرح مسلم انسؓ سے روایت کرتے ہیں جو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ابو بکرؓ نے عمرؓ سے کہا: ''آؤ اُم ایمن کے گھر چلتے ہیں کیونکہ اللہ کے نبیؐ ان کے گھر جایا کرتے تھے'' جب ہم ان کے گھر پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ انہوں نے کہا: آپ کو کس چیز نے رلایا؟ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے رسول ﷺ کے لیے بہتر ہے "اُم ایمن نے کہا: میں اس وجہ سے نہیں روئی کہ میں نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس اپنے رسول کے لیے جو کچھ ہے وہ بہتر ہے۔ بلکہ میں تو اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ آسمانوں سے وحی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ ان الفاظ نے ان پر اتنا اثر کیا کہ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ رونے لگے''۔

● مسلم نے عمر بن الخطابؓ سے ایک لمبی حدیث روایت کی جو بدر کے قیدیوں کی رہائی کے حوالے سے ہے: ''اگلے دن جب میں آیا تو رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیے کہ کس بات نے آپؐ اور آپ کے دوست کو رلایا۔ اگر میں نے اس میں کوئی رونے کی وجہ پائی تو میں بھی آپؐ کے ساتھ روؤں گا اور اگر مجھے کوئی وجہ نظر نہ آئی تو میں آپؐ کی خاطر آپؐ کے ساتھ روؤں گا...''

● ابن عبدالبر، الاستیعاب میں جنادہ بن ابی امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ "عبادہ بن صامتؓ اسکندریہ کی جنگ کے موقعہ پر امیر جہاد تھے اور انہوں نے لوگوں کو اس وقت لڑنے سے روکا لیکن وہ لوگ پھر بھی لڑنے لگے۔ تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا: اے جنادہ! لوگوں کی طرف جاؤ۔ پس میں ان کی طرف گیا اور واپس آپ کے پاس آیا۔ عبادہ نے پوچھا: کیا کوئی مارا گیا؟ میں نے جواب دیا: ''نہیں''، آپ نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نافرمانی کی حالت میں قتل نہیں ہوا''۔

● یہاں یہ ضروری ہے کہ وہ حدِ فاصل بیان کر دی جائے کہ کہاں مسلمانوں کے درمیان رحم دلی، شفقت اور مہربانی کا رویہ ہونا چاہیے اور کہاں ان سے مضبوط اور سخت رویہ اپنانا چاہیے۔ یہ بات واضح رہے کہ شریعت کے قوانین کے نفاذ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی صورت میں رحم دلی، شفقت اور مہربانی کی کوئی گنجائش نہیں۔ احکامِ شریعت کے نفاذ اور مسلمانوں کو کسی نقصان سے روکنے کے لیے ایک شخص کو مضبوط اور شدید ہونا چاہیے۔

شریعت کے نفاذ میں سختی کے متعلق وضاحت کے سلسلہ میں احادیث درج ذیل ہیں:

● احمد نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا جس میں رسول اللہ ﷺ نے شراب پینے والے کے متعلق فرمایا:

«**اضربوه**» ثم يقول: «**قولوا رحمك الله**».	''اسے مارو۔ پھر فرمایا: اب کہو کہ اللہ تجھ پر رحم کرے''۔

حدیبیہ کے موقعہ پر آپؐ نے صحابہؓ کی رائے کے برخلاف کیا کیونکہ اس معاملے کا تعلق حکم شرعی سے تھا۔ اس کے متعلق حدیث مشہور و معروف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے رائے دریافت نہیں کی، یہ ان پر رحمت کرنے کی بنا پر تھا تاکہ وہ کسی حرج میں مبتلا نہ ہوں۔

● عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں:

«إن قريشاً أهمهم شأن المرأة المخزومية التي سرقت، فقالوا من يكلم فيها رسول الله ﷺ، فقالوا: من يجترئ عليه إلا أسامة حب رسول الله	''قریش کے لوگ بنو مخزوم کی ایک عورت کی عزت کے متعلق فکر مند ہوئے جس نے کوئی چیز چرائی تھی۔ انہوں نے کہا کہ کون اس عورت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے بات کرے گا؟ لوگوں نے کہا:

ﷺ ،فكلمه أسامة، فقال رسول الله ﷺ : **أتشفع في حد من حدود الله** ثم قام فاختطب فقال: **أيها الناس إنما هلك الذين قبلكم أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد وأيم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها»**

اسامہ کے علاوہ کون یہ جرأت کر سکتا ہے، جس سے اللہ کے رسول ﷺ محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ اسامہ نے اس عورت کے متعلق آپؐ سے بات کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسامہ سے کہا: ''کیا تم اللہ کی حد میں سفارش کرنا چاہتے ہو؟'' پھر آپؐ کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے خطاب کیا: اے لوگو! تم سے پچھلے اسی وجہ سے ہلاک کر دیے گئے کیونکہ جب ان میں سے امیر چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی غریب چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا''۔ (متفق علیہ)

● آپؐ نے قریش کے لیے کوئی نرمی نہ دکھائی اور نہ ہی آپؐ نے بنو مخزوم کی عورت کے لیے رحم دلی کا اظہار کیا اور آپؐ نے اسامہؓ کی سفارش کو رد کر دیا۔

● اگر رسول اللہ ﷺ حکمِ شرعی کے انطباق میں نرم ہوتے تو وہ حسن بن علیؓ کے ساتھ اس وقت نرمی کا برتاؤ کرتے جب حسن صدقہ کی کھجور کھانے لگے۔ ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حسن بن علیؓ نے صدقہ میں سے ایک کھجور لی اور اسے اپنے منہ میں ڈالا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كخ كخ، إرم بها، أما علمت أنا لا نأكل الصدقة؟!».

''کخ کخ، اسے باہر نکالو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے؟'' (متفق علیہ)

● ضرر کو دور کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سختی، معاذؓ کی اُس حدیث سے واضح ہے جسے مسلم نے غزوہ تبوک کے متعلق روایت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إنكم ستأتون غداً إن شاء الله عين تبوك، وإنكم لن تأتوها حتى يضحى النهار، فمن جاءها منكم فلا يمسّ من مائها شيئاً حتى آتي، فجئناها وقد سبقنا إليها رجلان، والعين مثل الشراك تبض بشيء من ماء، قال: فسألهما رسول الله ﷺ : **هل مسستما من مائها شيئاً؟** قالا نعم فسبهما النبيﷺ ،وقال لهما ما شاء الله أن يقول ...»

''تم کل انشاءاللہ تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے،اور تم صبح ہونے کے بعد ہی وہاں پہنچ سکو گے۔ تو تم میں سے جو بھی وہاں پہنچے وہ میرے آنے سے قبل اس چشمے کے پانی کو ہاتھ مت لگائے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دو آدمی پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے اور چشمہ تھوڑے پانی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: "کیا تم نے اس میں سے کچھ پانی لیا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: ہاں، رسول اللہ ﷺ نے انہیں برا بھلا کہا اور آپؐ نے وہ کچھ کہا جو اللہ آپ کی زبان سے کہلوانا چاہتا تھا...''

● ابن اسحاق نے بنی مُصطلِق کے واقعے اور منافقین کی کارستانی کے متعلق محمد بن یحییٰ بن حبان سے روایت کیا:

«... فسار رسول الله ﷺ بالناس حتى أمسوا، وليلته حتى أصبحوا، وصدر يومه حتى اشتد الضحى، ثم نزل بالناس ليشغلهم عما كان من الحديث ...»

''... تب رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ تمام دن اور رات اور اگلے دن بھی سفر کرتے رہے یہاں تک کہ جب سورج کی تمازت نے انہیں بے آرام کیا، پھر آپؐ لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہے تاکہ اس واقعے سے ان کی توجہ ہٹی رہے''۔

● اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے یہ الفاظ روایت کیے جسے ابن کثیر نے صحیح قرار دیا: «أن رسول الله ﷺ**ارتحل قبل أن ينزل آخر النهار ...**». ''رسول اللہ ﷺ دن کے اختتام تک پڑاؤ ڈالے رکھنے سے قبل روانہ ہو گئے''۔

جہاں تک صحابہؓ کی طرف سے شریعت کے معاملہ میں سختی برتنے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں سب سے نمایاں مثال ابو بکرؓ کی ہے جب آپ نے تمام مسلمانوں کی رائے کے برخلاف مرتدین کے خلاف جنگ کرنے اور اسامہؓ کے لشکر کو بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ لوگوں نے آپ کی رائے کو تسلیم کیا، آپ کے حکم کی تعمیل کی اور پھر آپ کی تعریف کی۔

اگر ہم شریعت کے نفاذ کو مستثناء کر دیں جس میں نقصان کو دور کرنا بھی شامل ہے، تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جن پر رحم کیا جانا چاہیے وہ ایسے لوگ ہیں جو کسی مصیبت کا شکار ہو گئے ہوں جیسے موت، بیماری یا کسی قریبی کی وفات، اسی طرح ایک لاعلم شخص کو سکھاتے وقت اس کے ساتھ رحمدلی اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ نیز مباح کے نفاذ میں ایک شخص کو آسان ترین راہ اپنانی چاہیے اور سخت گیری کی بجائے نرمی کا رویہ اختیار کرنا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کے محاصرے کے موقع پر کیا تھا، جسے ابن عمرؓ سے بخاری نے روایت کیا، جسے گذشتہ صفحوں میں بیان کیا گیا ہے۔

جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ سختی کرنے کو واضح کر دیا جائے:

اوّل: میدانِ جنگ میں:

بخاری نے وحشی سے ایک حدیث روایت کی، جس میں وہ کہتے ہیں: ''جب لوگ جنگِ احد کے لیے عینین کے سال نکلے (عینین احد پہاڑ کے نزدیک ایک پہاڑ ہے اور اس کے اور احد کے درمیان ایک وادی ہے) تو میں بھی جنگ کے لیے لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ جب فوج نے جنگ کے لیے صف بندی کر لی، تو سباع نکلا اور کہا: میرے ساتھ لڑنے کے چیلنج کو کون قبول کرتا ہے۔ حمزہ بن عبدالمطلب باہر آئے اور کہا: اے سباع! اے ام انمار کی اولاد، جو دوسری عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی! کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چیلنج کرتا ہے؟ پھر حمزہؓ نے اس پر حملہ کیا اور اسے قصہ پارینہ بنا دیا''۔

مبازرت والی وہ دو بدو لڑائیاں جو حمزہ، علی، البراء، خالد، عمرو بن معدیکرب، عامر، ظہیر بن رافعؓ اور دوسروں نے لڑیں وہ سیرت اور مغازی کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کی تفصیل کے لیے ان کتابوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ کتاب سیرت یا قصوں کی کتاب نہیں اور ان واقعات کی طرف اشارہ ہی مقصد کو بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔

دوئم: مذاکرات میں:

بخاری نے المِسْوَر اور مروان سے حدیث روایت کی جس میں بیان کیا گیا ہے: ''... مغیرہ بن شعبہؓ رسول اللہ ﷺ کے سر کے پاس کھڑے تھے اور ان کے پاس تلوار تھی اور سر پر خود پہن رکھا تھا۔ جب بھی عروہ رسول اللہ کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو مغیرہ اپنی تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے: ''اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے دور رکھو''۔

گذشتہ حدیث میں ہی ہے کہ عروہ نے کہا: ''میں تمہارے (یعنی محمد ﷺ) کے ساتھ باوقار لوگ نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے ساتھ اوباش لوگ ہیں''۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تمہارے ساتھ مختلف قبیلوں کے لوگ ہیں جو تمہیں اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ یہ سن کر ابو بکرؓ نے اسے برا بھلا کہا اور کہا: جاؤ اور جا کر لات کی شرم گاہ کو چوسو، کیا تم یہ کہتے ہو کہ ہم بھاگ جائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے مغیرہؓ کے عمل کو دیکھا اور ابو بکرؓ کے قول کو سنا اور آپؐ اس پر خاموش رہے اور آپؐ کی خاموشی ان کے قول و فعل کو قبول کرنا ہے۔

محمد بن حسن الشعبانی نے السیر الکبیر میں بیان کیا، وہ کہتے ہیں: ''اسید بن حضیرؓ آئے جبکہ **عُیَیْنَه**، رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنے پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا۔ اسیدؓ نے کہا: اے **عیینة**! اپنے پاؤں پیچھے کر، کیا تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے پاؤں پھیلاتے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اپنا نیزہ تمہارے خصیوں میں گھونپ دیتا۔ ہمارے ہوتے ہوئے کب سے تم نے یہ چاہا''۔

کتابوں میں ان مذاکرات کا احوال موجود ہے جو ثابت بن اقرم، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، قتیبہ، محمد بن مسلم، المامون اور دیگر لوگوں نے کیے۔ یہ سب ان لوگوں کے لیے عزت و وقار اور قیادت کی مثال ہیں، جو دعوت کے کام میں مصروف ہیں۔

سوئم: عہد شکن لوگوں کے ساتھ سختی:

- ارشادِ تبارک و تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ

''بیشک اللہ کے نزدیک، زمین پر چلنے والے بدترین وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا چنانچہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ وہ لوگ کہ آپ نے عہد باندھا

فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۞ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۞﴾

ان سے، لیکن وہ ہر مرتبہ اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔ پس جب آپؐ لڑائی میں ان پر غالب آ جائیں تو انہیں ایسی مار ماریں کہ ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں، تاکہ وہ عبرت حاصل کریں''۔(الانفال: 55-57)

● جبکہ مسلم نے ابوہریرہؓ سے قریش کی طرف سے معاہدے کی خلاف ورزی کے بعد فتح مکہ کے بارے میں حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يا معشر الأنصار، هل ترون أوباش قريش؟ قالوا نعم، قال انظروا إذا لقيتموهم غداً أن تحصدوهم حصداً، وأخفى بيده ووضع يمينه على شماله، وقال موعدكم الصفا، قال فما أشرف يومئذ لهم أحد إلا أناموه ...»

''اے انصار! کیا تم قریش کے اوباشوں کو دیکھتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں! آپؐ نے فرمایا: دیکھو کل صبح جب تمہارا ان سے سامنا ہو تو انہیں تہس نہس کر دو۔ اور آپؐ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارا اور کہا: مجھے الصفا پر ملو۔ تب ہم چلے گئے اور ہم میں سے کوئی کسی خاص شخص کے بارے میں چاہتا (کہ اسے قتل کر دیا جائے) تو وہ شخص ضرور قتل کیا جاتا...''

● ابنِ عمرؓ سے ایک متفق علیہ حدیث میں روایت ہے کہ: بنو نضیر اور بنو قریظہ (نے امن معاہدے کی خلاف ورزی کی اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف) لڑے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا اور بنی قریظہ کو (مدینہ میں) اپنے گھروں میں رہنے کی اجازت دی اور ان سے کچھ نہ لیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے دوبارہ رسول اللہ ﷺ سے لڑائی کی۔ تب آپ نے ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں، بچوں اور جائیدادوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔ البتہ کچھ افراد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ نے انہیں تحفظ دیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپؐ نے تمام یہودیوں کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ اس میں بنو قینقاع، عبداللہ بن سلام کا قبیلہ اور بنی حارثہ کے یہودی اور مدینہ کے باقی تمام یہودی شامل تھے۔

ooo

جنت کی خواہش رکھنا اور بھلائی کے کاموں میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرنا

اس بات پر ایمان کہ جنت برحق ہے اور یہ مومنوں کے لیے تیار کی گئی ہے اور کافروں پر ہمیشہ کے لیے ممنوع کر دی گئی ہے، روزِ آخرت پر ایمان کا حصہ ہے۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَسَارِعُوآ إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾	”اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے“۔(آل عمران:133)

● اور فرمایا:

﴿وَنَادٰى أَصْحٰبُ النَّارِ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۚ قَالُوآ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِينَ﴾	”اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا وہ جو اللہ نے تمہیں عطا کر رکھا ہے۔جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں“۔ (الاعراف:50)

جو شخص جنت، جہنم، روزِ آخرت یا حساب کتاب کو نہیں مانتا، وہ کافر ہے۔جس کی دلیل وہ نصوص ہیں جو معنی اور ثبوت کے لحاظ سے قطعی ہیں۔جن لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت تیار کر رکھی ہے، وہ لوگ مندرجہ ذیل ہیں:

انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا﴾

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، یعنی انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ، اور یہ بہترین رفیق ہیں''(النساء:69)

نیک لوگ(الأبرار):

● اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ﴾

''یقیناً نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہونگے''۔(المطففین:22)

● اور فرمایا:

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۞ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۞ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۞ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا ۞ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُورًا ۞ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۞ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُورًا ۞ وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۞﴾

''بیشک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہے، جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے۔ اس کی نہریں نکال لے جائیں گے (جدھر چاہیں)۔ جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کھلاتے ہیں، نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ تمہاری شکر گزاری کے طلب گار ہیں۔ بیشک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں، جو تنگی اور سختی والا ہو گا۔ پس انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی اور انہیں ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے''۔(الدھر:5تا12)

اللہ کے قرب میں سبقت لے جانے والے:

● اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝﴾

''اور جو آگے بڑھنے والے (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔ وہی اللہ کے مقرب ہیں، نعمت والی جنتوں میں''۔(الواقعہ:10تا 12)

داہنے ہاتھ والے:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝ إِنَّآ أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ لِّأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝﴾

''اور داہنے ہاتھ والے، کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے۔ وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں اور تہہ بہ تہہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں اور بہ کثرت پھلوں میں ہونگے، جو نہ ختم ہوں نہ روک لیے جائیں۔ اور وہ اونچے اونچے فرشوں پر ہونگے۔ ہم نے ان کی بیویوں کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے وہ محبت کرنے والی اور ہم عمر ہیں، دائیں ہاتھ والوں کے لیے''۔(الواقعہ:27تا38)

نیکی کرنے والے:

● اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

''جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے لیے خوبی ہے اور اس سے بڑھ کر اور نعمتیں بھی۔ ان کے چہروں پر نہ کدورت چھائے گی اور نہ ذلت، یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔ (یونس:26)

صبر کرنے والے:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۞ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۞﴾

"ہمیشہ رہنے کے باغات جہاں یہ خود داخل ہوں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے نیکوکار لوگ بھی اور ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے بدلے۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے یہ گھر"۔(الرعد: 23-24)

اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرنے والے:

● ارشاد ہوا:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٰنِ﴾

"اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لیے جنت کے دو باغ ہیں"۔(الرحمٰن: 46)

پرہیزگاروں کے لیے:

● اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ﴾

"پرہیزگار لوگ باغوں اور چشموں میں ہونگے"۔(الحجر: 45)

● مزید فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۞ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ۞﴾

"بے شک اللہ سے ڈرنے والے امن وچین کی جگہ میں ہونگے، باغوں اور چشموں میں"۔(الدخان: 51-52)

● مزید ارشاد ہوا:

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴾

''یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہیں بنائیں گے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا''۔(مریم:63)

●مزید فرمایا:

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۖ أُكُلُهَا دَآئِمٌ وَظِلُّهَا ۚ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَعُقْبَى الْكٰفِرِينَ النَّارُ ﴾

''اس جنت کی مثال، جس کا وعدہ پرہیز گاروں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں۔اس کے میوے ہمیشگی والے ہیں اور اس کے سائے بھی۔یہ ہے انجام ان لوگوں کا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے''۔(الرعد:35)

ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرنے والے:

●اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کیے یقیناً ان کے لیے جنت الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ اس جگہ کو چھوڑنے کا کبھی بھی ارادہ نہیں کریں گے''۔
(الکھف:107-108)

●اور فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے،ان کے لیے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانہ ہے''۔(الرعد:29)

●اور فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَٰرُ فِي جَنَّٰتِ النَّعِيمِ﴾

''یقیناجو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، ان کا رب ان کو ان کے مومن ہونے کے سبب انہیں سیدھی راہ پر چلائے گا، نعمت بھری جنتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی''۔(یونس:9)

● اور ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ۝﴾

''جو لوگ آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار بن گئے (ان سے کہا جائے گا) کہ تم اور تمہاری بیویاں عزت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ''۔(الزخرف:69-70)

● اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَٰبُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝﴾

''یقیناجو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور اپنے پروردگار کے سامنے عاجزی کرتے رہے، وہی جنت میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔(ہود:23)

توبہ کرنے والے:

● اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا﴾

''سوائے وہ جو توبہ کرلیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا''۔(مریم:60)

اسی طرح جنت کی خوشیاں حقیقی ہیں، جس کے دلائل یہ ہیں:

لباس:

●اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾

''اوران کالباس خالص ریشم کاہوگا''۔(الحج:23)

●اور ارشاد فرمایا:

﴿يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَٰبِلِينَ﴾

''وہ باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہونگے''۔(الدخان:53)

●اور ارشاد فرمایا:

﴿وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا﴾

''اورانہیں ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشم کالباس عطاہوگا''۔ (الدھر:12)

●اور ارشاد ہے:

﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ﴾

''ان کے جسموں پر سبز مہین اور موٹے ریشمی کپڑے ہونگے اور انہیں چاندی کے کنگن کازیور پہنایاجائے گا''۔(الدھر:21)

کھانے اور پینے کی چیزیں:

●اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَفَاكِهَةٍ مِمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ﴾

''اور ایسے میوے جوان کی پسند کے ہوں اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں''۔(الواقعہ:20-21)

●مزید ارشاد ہے:

﴿فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۞ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۞ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۞ وَمَآءٍ مَّسْكُوبٍ ۞ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۞ لَا مَقْطُوعَةٍ وَّلَا مَمْنُوعَةٍ ۞﴾	''وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں اور تہہ بہ تہہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں اور بہ کثرت پھلوں کے درمیان ہونگے جو نہ ختم ہونگے اور نہ ان سے منع کیا جائے گا''۔(الواقعہ:28-33)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۞ خِتَٰمُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۞ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ۞ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۞﴾	''ان لوگوں کو سربمہر خالص شراب پلائی جائے گی، وہ شراب جس پر مشک کی مہر ہوگی۔ رغبت کرنے والوں کو اسی کی رغبت کرنی چاہیے اور اس کی آمیزش تسنیم کی ہوگی یعنی، وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پئیں گے''۔(المطففین:25-28)

● اور ارشاد ہوا:

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۞ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۞﴾	''بیشک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی آمیزش کافور کی ہے، جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور اس کی نہریں نکال لے جائیں گے (جدھر چاہیں)''۔(الدھر:5-6)

● اور ارشاد ہے:

﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۞﴾	''ان جنتوں کے سائے اُن پر جھکے ہوئے ہونگے اور ان کے (میوے اور) گچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہونگے''۔(الدھر:14)

● اور ارشاد ہے:

﴿وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۞ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ۞﴾	''اور انہیں وہاں وہ جام پلائے جائیں گے جنکی آمیزش زنجبیل کی ہوگی، جنت کی ایک نہر سے جس کا نام سلسبیل ہے''۔(الدھر:17-18)

● اور ارشاد ہے:

﴿وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴾	''اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا''۔(الدھر:21)

● اور ارشاد ہے:

﴿لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴾	''یہاں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے''۔ (الزخرف:73)

● اور فرمایا:

﴿يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ﴾	''وہ دل جمعی کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میووں کی فرمائش کریں گے''۔(الدخان:55)

● اور فرمایا:

﴿وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴾	''اور ان میووں میں جن کی وہ خواہش کریں''۔(المرسلٰت:42)

● اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴾	''اور جس طرح کے میووں اور گوشت کو ان کا دل کرے گا، ہم انہیں عطا کریں گے''۔(الطور:22)

● اور ارشاد ہے:

﴿فِيهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۞ فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۞﴾

''ان دونوں باغوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہیں۔ پس اے جن وانس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میووں کے جوڑے ہونگے''۔(الرحمٰن:50-52)

● اور فرمایا:

﴿وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۞﴾

''اور ان دونوں باغوں کے میوے بالکل قریب ہونگے''۔ (الرحمٰن:54)

شادی:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۞﴾

''یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کردیں گے''۔(الدخان:54)

● اور ارشاد ہوا:

﴿وَحُورٌ عِينٌ ۞ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۞﴾

''اور گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔ جو چھپے ہوئے موتیوں کی مانند ہیں''۔(الواقعہ:22-23)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّآ أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَآءً ۞ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ۞ عُرُبًا أَتْرَابًا ۞﴾

''ہمنے انکی بیویوں کو خاص طور پر پیدا کیا ہے اور ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے، اور وہ محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہیں''۔(الواقعہ:35-37)

● اور فرمایا:

﴿وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴾	”اور ہم نے ان کے نکاح گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیے ہیں“۔(الطور:20)

● اور ارشاد ہے:

﴿فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۞ فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۞﴾	”وہاں شرمیلی نگاہ والی حوریں ہیں جنہیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہیں لگایا۔ پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ وہ حوریں ایسی ہونگی کہ گویا یاقوت اور مونگے کی بنی ہوئی ہیں“۔(الرحمٰن:56-58)

خادم:

● اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ﴾	”نوجوان خدمت گار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے، ان کے آس پاس پھریں گے“۔(الواقعہ:17)

● اور ارشاد ہے:

﴿وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا﴾	”اور ان کے ارد گرد گھومتے پھرتے ہونگے وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں، تو جب انہیں دیکھے تو سمجھے کہ گویا وہ بکھرے ہوئے سچے موتی ہیں“۔(الدھر:19)

فرنیچر:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ﴾ | ”وہ آپس میں بھائی بھائی ہونگے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہونگے“۔(الحجر:47)

● اور فرمایا:

﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ﴾ | ”ان کے چاروں طرف سونے کی رکابیوں اور سونے کے گلاسوں کا دور لگایا جائے گا“۔(الزخرف:71)

● اور فرمایا:

﴿عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ﴾ | ”مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہونگے“۔(المطففین:23)

● اور فرمایا:

﴿بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِنْ مَعِينٍ﴾ | ”آبخورے اور آفتابے لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پُر ہو“۔(الواقعہ:18)

● اور فرمایا:

﴿مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ﴾ | ”یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھیں گے“۔(الدھر:13)

● اور ارشاد ہے:

﴿وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِنْ فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا﴾ | ”اور ان کے لیے چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور چلے گا، جو شیشے کے ہونگے“۔(الدھر:15)

● اور ارشاد ہے:

﴿عَلٰی سُرُرٍ مَوْضُونَةٍ ۞ مُتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِينَ ۞﴾

”یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے“۔(الواقعہ:15-16)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ ۞﴾

”اور اونچے اونچے فرشوں میں ہونگے“۔(الواقعہ:34)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ ۞ وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ ۞ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۞ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۞﴾

”اور اونچے اونچے تخت ہونگے اور آبخورے رکھے ہوئے ہونگے اور ایک قطار میں لگے ہوئے تکیے ہونگے اور مخملی مسندیں پھیلی ہوئی ہونگی“۔(الغاشیہ:13-16)

● مزید ارشاد ہے:

﴿مُتَّكِئِينَ عَلٰی سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۞﴾

”جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہونگے جن کے بستر دبیز ریشم کے ہونگے“۔(الرحمٰن:54)

معتدل موسم:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۞ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَاوَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلاً ۞﴾

”نہ وہ وہاں پر آفتاب کی گرمی دیکھیں گے اور نہ ہی جاڑے کی سختی۔ ثمر دار شاخیں اور ان کے سائے ان کے نزدیک ہونگے اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہونگے“۔(الدھر:13-14)

ہر چیز جس کی من خواہش کرے:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴾

''ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، وہ سب کچھ وہاں ہوگا اور (اے اہل جنت) تم اس میں ہمیشہ رہو گے''۔(الزخرف:71)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ﴾

''اور اپنے لیے جس چیز کی بھی خواہش کریں، وہ انہیں میسر ہوگا''۔ (النحل:57)

● اور فرمایا:

﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ﴾

''جو تمہارا من چاہے گا (وہ سب کچھ) وہاں ہوگا''۔(فصلت:31)

● اور فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى أُولٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۞ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خٰلِدُونَ﴾

''البتہ جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ٹھہر چکی ہے، وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے۔ وہ تو دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانی چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے''۔ (الانبیاء:101-102)

اور وہ چیزیں جن سے اللہ اہلِ جنت کو محفوظ رکھے گا اور انہیں ان سے دور کردے گا:

بغض:

● اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ﴾

"ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش و کینہ تھا، ہم وہ سب نکال دیں گے"۔(الحجر:47)

تکلیف:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ ﴾

"نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھوئے گی"۔(الحجر:48)

خوف اور رنج:

● اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴾

"میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمزدہ ہوگے"۔ (الزخرف:68)

اس کے علاوہ جنت کی خوشیاں دائمی ہونگی، ان کا کبھی بھی خاتمہ نہ ہوگا اور نہ ہی اہل جنت کو انہیں چھوڑنے کا کہا جائے گا۔ اس بات کے دلائل درج ذیل ہیں:

● اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ﴾

"اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے"۔(الحجر:48)

● اور فرمایا:

﴿وَأَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴾

"اور تم یہاں ہمیشہ رہوگے"۔(الزخرف:71)

●اور فرمایا:

﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴾	''وہاں وہ موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے، ماسوائے وہ پہلی موت جو انہیں آئی تھی، انہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی سزا سے بچالیا''۔ (الدخان:56)

●اور فرمایا:

﴿وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴾	''اور اپنی من چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے''۔ (الانبیاء:102)

یہ ہے جنت اور اس کی نعمتیں پس اس کی طرف لپکو:

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴾	''اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے''۔(آل عمران:133)

اور اس کے لیے اچھے اعمال میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾	''تم نیکیوں کی طرف سبقت کرو۔ جہاں کہیں بھی تم ہو گے، اللہ تم سب کو جمع کردے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔ (البقرۃ:148)

●اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں اس زندگی میں فتح ونصرت سے نوازے گا، تمہارے لیے جنت کے بلند ترین درجے ہوں گے اور اس کے بعد آخرت میں تمہارا مقام ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيقًا﴾

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ، اور یہ بہترین رفیق ہیں''۔ (النساء: 69)

ایک داعی سے بڑھ کر اور کون ہے جو نیکی کی طرف لپکے اور اللہ کی مغفرت، جنت اور اس کی رضا کا متلاشی ہو؟

نیکی کے وہ اعمال جن کی طرف سبقت کرنے اور تیزی سے لپکنے اور مبادرت کا اللہ نے حکم دیا ہے، ان کی اقسام یہ ہیں:

فرضِ عین: جیسے فرض نمازیں ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، حج ادا کرنا، ان شرعی احکامات کا علم حاصل کرنا جو اس کی زندگی کے لیے ضروری ہوں، دفاعی جہاد کرنا، جب خلیفہ جہاد کا حکم دے تو جہاد کے لیے نکلنا، بیعتِ اطاعت کا گردن پر موجود ہونا، واجب نفقہ کے لیے کوشش و محنت کرنا، رشتہ داریوں کو جوڑنا (صلہ رحمی)، مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا وغیرہ۔

فرضِ کفایہ: امت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے تیار کرنا، اقدامی جہاد (جہادِ طلب) کرنا، بیعتِ انعقاد کو منعقد کرنا، علم حاصل کرنا، سرحدی علاقوں کی حفاظت کرنا وغیرہ۔

یہ فرائض اللہ کا تقرب حاصل کرنے کا سب سے افضل طریقہ ہیں۔ بندہ ان فرائض کی ادائیگی کے بغیر رب کی رضا کا امیدوار نہیں بن سکتا۔ طبرانی نے ''الکبیر'' میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

«إن الله تعالى قال: من أهان لي ولياً فقد بارزني في العداوة، ابن آدم لن تدرك ما عندي إلا بأداء ما افترضته عليك...»

''جس نے میرے دوست کی اہانت کی اس نے مجھ سے عداوت کا اظہار کیا۔ اے ابن آدم! جو باتیں میں نے تجھ پر فرض کی ہیں تو انہیں پورا کیے بغیر تو وہ حاصل نہیں کرے گا جو میرے پاس ہے''۔

مندوبات: جب بندہ اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کو ادا کرلیتا ہے تو پھر مندوبات و مستحبات کا التزام کرتا ہے اور نوافل کے ذریعہ قربِ الٰہی کا خواہاں ہوتا ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کو اپنے مقرب بندوں میں شامل کرتا ہے اور محبوب رکھتا ہے۔ چنانچہ ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے:

«... ولا يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبّه، فأكون قلبه الذي يعقل به، ولسانه الذي ينطق به، وبصره الذي يبصر به، فإذا دعاني أجبته، وإذا سألني أعطيته، وإذا استنصرني نصرته، وأحبّ عبادةعبدي إليّ النصيحة»

''میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ پس میں اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے، اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور جب مجھے پکارتا ہے تو اس کا جواب دیتا ہوں (قبول کرتا ہوں) اور جب مانگتا ہے تو عطا کرتا ہوں، اور جب مدد طلب کرتا ہے تو اسے نصرت عطا کرتا ہوں اور میرے بندے کی سب سے محبوب عبادت نصیحت کرنا ہے''۔

- اور بخاری نے انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا رب فرماتا ہے:

«إذا تقرب العبد إلي شبراً تقربت إليه ذراعاً، وإذا تقرب إلي ذراعاً تقربت منه باعاً، وإذا أتاني يمشي أتيته هرولة»

''اگر وہ ایک ہاتھ کے برابر میرے نزدیک آتا ہے تو میں ایک بازو کے برابر اس کے نزدیک آتا ہوں اور اگر وہ ایک بازو کے برابر میرے نزدیک آتا ہے تو میں دونوں بازوؤں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے نزدیک آتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں''۔

ان مندوب اعمال اور نوافل کی مثالیں درج ذیل ہیں:

ہر نماز کیلئے تازہ وضو کرنا اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا:

● احمد نے ابوہریرہؓ سے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم عند كل صلاة بوضوء، ومع كل وضوء بسواك»	’’اگر میں اسے اپنی امت کیلئے مشکل خیال نہ کرتا تو میں ہر نماز (تازہ) وضو کے ساتھ ادا کرنے اور ہر وضو کے ساتھ مسواک استعمال کرنے کا حکم دیتا‘‘۔

● ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے:

«لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة»	’’اگر میں اسے اپنی امت کیلئے مشکل خیال نہ کرتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا‘‘۔

پاک ہونے کے بعد دو رکعت نماز کی ادائیگی:

● یہ ابوہریرہؓ کی اس حدیث کی وجہ سے ہے: رسول اللہ ﷺ نے بلالؓ سے فرمایا:

«يا بلال حدثني بأرجى عمل عملته في الإسلام، فإني سمعت دف نعليك بين يدي في الجنة؟ قال: ما عملت عملاً أرجى عندي من أني لم أتطهر طهوراً، في ساعة من ليل أو نهار، إلا صليت بذلك الطهور ما كتب لي أن أصلي»	’’اے بلال، مجھے اسلام میں سے اس عمل کے بارے میں بتاؤ جس کے ثواب کے بارے میں تم سب سے زیادہ پر امید ہو، کیونکہ میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے‘‘۔ بلالؓ نے جواب دیا: ’’میں نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ جس کے ثواب کے بارے میں، میں زیادہ پر امید ہوں ماسوائے یہ کہ میں دن اور رات میں ہمیشہ فرض غسل کے بعد (نفلی) نماز ادا کرتا ہوں‘‘۔

اذان دینا، پہلی صف میں نماز ادا کرنا اور نماز کیلئے تکبیر کہنا:

● یہ ابوہریرہؓ سے مروی اس متفق علیہ حدیث کی وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لو يعلم الناس ما في النداء والصف الأول، ثم لم يجدوا إلا أن يستهموا عليه لاستهموا، ولو يعلمون ما في التهجير لاستبقوا إليه، ولو يعلمون ما في العتمة والصبح لأتوهما ولو حبوا»	”اگر لوگ اذان دینے اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کا ثواب جانتے اور اسے حاصل کرنے کیلئے قرعہ ڈالنے کے علاوہ کوئی راستہ نہ پاتے تو وہ قرعہ ڈالتے اور اگر وہ (اول وقت میں) نمازِ ظہر ادا کرنے کا ثواب جانتے تو وہ اس کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور اگر وہ عشاء اور فجر کی نمازوں کی جماعت کے ساتھ ادائیگی کا ثواب جانتے تو وہ اسے ادا کرنے کیلئے آتے خواہ اس کے لیے انہیں گھٹنوں کے بل کیوں نہ آنا پڑتا“۔

● اور احمد اور نسائی نے البراءؓ سے یہ حدیث روایت کی جس کے متعلق منذری نے بیان کیا کہ اس کی اسناد جید ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إن الله وملائكته يصلون على الصف المقدم، والمؤذن يغفر له بمد صوته، ويصدقه من سمعه من رطب ويابس، وله مثل أجر من صلى معه»	”اللہ اور فرشتے پہلی صف (والوں) پر درود بھیجتے ہیں اور موذن کی مغفرت کر دی جاتی ہے جہاں تک کہ اس کی آواز پہنچتی ہے اور سننے والی ہر جاندار اور بے جان چیز اس کی تصدیق کرتی ہے اور اسے اپنے ساتھ نماز ادا کرنے والوں کا ثواب بھی ملے گا“۔

مؤذن کا جواب دینا:

● ابو سعید خدریؓ سے متفق علیہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول»	”جب تم اذان سنو تو جو موذن کہتا ہے اسے دہراؤ“۔

● اور مسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی سند سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول، ثم صلوا عليّ، فإنه من صلى عليّ صلاة صلى الله بها عشرا، ثم سلوا الله لي الوسيلة، فإنها منزلة في الجنة لا تنبغي إلا لعبد من عباد الله، وأرجو أن أكون أنا هو، فمن سأل لي الوسيلة حلت له الشفاعة»

''جب تم موذن کو سنو تو اس کے الفاظ دوہراؤ اور پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ بدلے میں اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ پھر اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے وسیلہ عطا فرمائے، جو کہ جنت میں ایک جگہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک کیلئے ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی وہ بندہ ہوں جسے وہ مقام ملے گا۔ جو کوئی بھی اللہ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرتا ہے، میں اس کیلئے شفاعت کرونگا''۔

● اور بخاری نے جابرؓ سے یہ حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة، والصلاة القائمة، آت محمداً الوسيلة والفضيلة، وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته، حلت له شفاعتي يوم القيامة»

''جو کوئی بھی اذان کی پکار سننے پر کہتا ہے کہ، "اے اللہ! اے اس دعوتِ کامل اور اس کے نتیجے میں کھڑی ہونے والی نماز کے رب! محمدؐ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقامِ محمود تک پہنچادے جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے،" اسے قیامت کے دن میری شفاعت عطا کی جائے گی''۔

اذان سننے سے مراد یہ ہے کہ جب اذان مکمل ہو جائے۔

اذان اور اقامت کے درمیان دعا کرنا:

● ابوداؤد، ترمذی، النسائی نے اور ابنِ خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں انسؓ سے یہ حدیث نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الدعاء بين الأذان والإقامة لا يرد»

''اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا رد نہیں کی جاتی''۔

مساجد کی تعمیر:

● عثمانؓ سے مروی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من بنى مسجداً يبتغي به وجه الله بنى الله له بيتاً في الجنة»	''وہ شخص جس نے اللہ کی خاطر مسجد بنائی، اللہ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنائے گا''۔

نماز کیلئے مسجد کی طرف چلنا:

● ابوہریرہؓ سے مروی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«صلاة الرجل في الجماعة تضعف صلاته في بيته وفي سوقه خمساً وعشرين درجة، وذلك أنه إذا توضأ فأحسن الوضوء، ثم خرج إلى الصلاة لا يخرجه إلا الصلاة، لم يخط خطوة إلا رفعت له بها درجة وحط عنه بها خطيئة، فإذا صلى، لم تزل الملائكة تصلي عليه ما دام في مصلاه: اللهم صل عليه، اللهم ارحمه، ولا يزال في صلاة ما انتظر الصلاة»	''ایک شخص کی جماعت کے ساتھ نماز اس کی اس کے گھر یا بازار میں نماز سے (ثواب میں) پچیس درجے زیادہ اعلیٰ ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اچھے طریقے سے وضو کرتا ہے اور مسجد کی طرف صرف نماز ادا کرنے کے مقصد سے جاتا ہے۔ پھر وہ کوئی قدم نہیں اٹھاتا مگر یہ کہ اس کا ایک درجہ بڑھا دیا جاتا ہے اور اس کے گناہوں میں سے ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ پھر نماز پڑھنے کے بعد جب تک اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، فرشتے اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! اس پر رحمت کر۔ اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ اور وہ اس وقت تک نماز کی حالت میں ہوتا ہے جب تک وہ نماز کیلئے انتظار کر رہا ہوتا ہے''۔

● ابوموسیٰؓ سے متفق علیہ حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إن أعظم الناس أجراً في الصلاة أبعدهم إليها ممشى فأبعدهم، والذي ينتظر الصلاة حتى يصليها مع الإمام، أعظم أجراً من الذي يصليها ثم ينام»	''نماز کا سب سے زیادہ ثواب اسے ملتا ہے جو سب سے زیادہ فاصلے سے نماز ادا کرنے کیلئے مسجد میں آتا ہے۔ اور جو شخص امام کے ساتھ (یعنی باجماعت) نماز ادا کرنے کیلئے انتظار کرتا ہے اس کا اجر اس شخص سے زیادہ ہے جو کہ اکیلے نماز ادا کرتا ہے اور پھر سو جاتا ہے''۔

گھر میں نافلہ نماز ادا کرنا:

● ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اجعلوا من صلاتكم في بيوتكم ولا تتخذوها قبوراً»	''اپنی نمازوں میں سے کچھ اپنے گھروں میں ادا کرو اور اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ''۔

● اور زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«... فصلوا أيها الناس في بيوتكم فإن أفضل الصلاة صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة»	''اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز ادا کرو کیونکہ ایک شخص کی بہترین نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں ادا کرے ماسوائے فرض نمازوں کے''۔ (متفق علیہ)

رات میں نماز ادا کرنا (قیامُ اللیل):

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾	''ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں''۔ (السجدہ:16)

● اور فرمایا:

﴿كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ﴾	''وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے''۔ (الذاریات:17)

● ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يعقد الشيطان على قافية رأس أحدكم إذا هو نام ثلاث عقد، يضرب على كل عقدة: عليك ليل طويل	''جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اس کے سر کے پیچھے تین گرہیں باندھ دیتا ہے اور ہر گرہ پر وہ یہ الفاظ پھونکتا ہے: ابھی رات لمبی

فارقد، فإذا استيقظ فذكر الله تعالى انحلت عقدة، فإذا توضأ انحلت عقدة، فإن صلى انحلت عقده كلها، فأصبح نشيطاً طيب النفس، وإلا أصبح خبيث النفس كسلان»

ہے لہٰذا سوئے رہو۔ جب ایک شخص جاگتا ہے اور اللہ کو یاد کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، اور جب وہ نماز ادا کرتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ شخص صبح اچھی طبیعت کے ساتھ تازہ دم اٹھتا ہے، وگرنہ وہ کاہلی اور برے مزاج کے ساتھ اٹھتا ہے''۔ (متفق علیہ)

- اور عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کی مثال بیان کی جو کہ ساری رات سوتا ہے یہاں تک کہ صبح ہی اس آنکھ کھلتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ذاك رجل بال الشيطان في أذنيه أو قال في أذنه»

''یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں میں (یا آپؐ نے فرمایا کہ اس کے کان میں) شیطان نے پیشاب کر دیا''۔ (متفق علیہ)

- رات کی آخری نماز کو وتر بنانا سنت ہے کیونکہ ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وتراً»

''رات کی آخری نماز کو وتر بناؤ''۔ (متفق علیہ)

جمعہ کے دن غسل کرنا:

- ابنِ عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إذا جاء أحدكم الجمعة فليغتسل»

''جو جمعہ کی نماز ادا کرنے کیلئے آتا ہے اسے چاہیے کہ وہ (آنے سے قبل) غسل کرلے''۔ (متفق علیہ)

- اور سلمان الفارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من اغتسل يوم الجمعة وتطهر بما استطاع من طهر ثم ادَّهن أو مسَّ من طيب، ثم راح فلم يفرق بين اثنين فصلى ما كتب له ثم إذا خرج الإمام أنصت غفر له ما بينه وبين الجمعة الأخرى»

”جو کوئی جمعہ کے دن غسل کرے، اپنے آپ کو اپنی استطاعت کے مطابق پاک صاف کرے، پھر (اپنے بالوں میں) تیل لگائے یا اپنے جسم پر خوشبو ملے پھر (جمعہ کی نماز کیلئے) چلے اور بیٹھے ہوئے اشخاص کو الگ نہ کرے، پھر جتنی اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے لکھی ہے اتنی نماز پڑھے اور پھر جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ خاموش رہے تو اس کے اس جمعے اور اگلے جمعے کے درمیان کیے جانے والے سب گناہ معاف کر دیے جائیں گے“۔ (بخاری)

صدقہ:

● ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب -ولا يقبل الله إلا الطيب- فإن الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبها، كما يربي أحدكم فلوه حتى تكون مثل الجبل»

”اگر کوئی شخص اپنی پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ دیتا ہے؛ اور اللہ صرف پاکیزہ مال کو قبول کرتا ہے، تو اللہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے اور پھر اس شخص کے ثواب کو بڑھاتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی بھی اپنے گھوڑے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ بڑھ کر ایک پہاڑ کے برابر جا پہنچتا ہے“۔ (متفق علیہ)

● اور عدی بن حاتم سے روایت ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«ما منكم من أحد إلا سيكلمه الله ليس بينه وبينه ترجمان، فينظر أيمن منه فلا يرى إلا ما قدم، وينظر أشأم منه فلا يرى إلا ما قدم، وينظر بين يديه فلا يرى إلا النار تلقاء وجهه، فاتقوا النار ولو بشق تمرة»

”(حشر کے دن) تم میں سے کسی شخص اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، وہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا، پھر وہ اپنے بائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا، پھر وہ سامنے نگاہ ڈالے گا تو اسے جہنم کی آگ

کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا تو تم میں سے ہر کوئی اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائے خواہ یہ آدھی کھجور کا صدقہ ہی ہو"۔

● اور جابرؓ کی یہ حدیث ابو یعلی نے صحیح اسناد سے روایت کی، جسے حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کعب بن عجرہؓ سے فرمایا:

«يا كعب بن عجرة، الصلاة قربان والصيام جنة، والصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ الماء النار ...»	"اے کعب بن عجرہ! نماز اللہ کا قرب ہے، روزہ ایک ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے..."

● اور بہترین صدقہ وہ ہے جو مخفی طور پر دیا جائے کیونکہ ابو ہریرہؓ نے جن سات لوگوں کے متعلق حدیث میں بیان کیا کہ اللہ انہیں اپنے سائے میں جگہ دے گا، ان میں سے ایک وہ ہے:

«ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه»	"اور وہ شخص جس نے اتنا چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو نہیں معلوم کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے"۔

● اور وہ صدقہ بھی افضل ہے جو کوئی شخص اپنے رشتہ داروں کو دے کیونکہ زینب الثقفیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لهما أجران أجر القرابة وأجر الصدقة»	"ان کیلئے دوہرا اجر ہے؛ اپنے رشتہ داروں کو دینے کا اجر اور صدقہ دینے کا اجر"۔

قرض:

● ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما من مسلم يقرض مسلماً قرضاً مرتين إلا كان كصدقتها مرة»	"کوئی بھی مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض نہیں دیتا ماسوائے کہ یہ اسی طرح ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے ایک مرتبہ صدقہ دیا"۔

قرض کی واپسی میں مہلت دینااور غریب قرضہ دار کو معاف کر دینا:

● حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إن رجلاً ممن كان قبلكم أتاه الملك ليقبض روحه، فقال هل عملت من خير؟ قال ما أعلم، قيل له انظر، قال ما أعلم شيئاً غير أني كنت أبايع الناس في الدنيا، فأنظر الموسر، وأتجاوز عن المعسر فأدخله الله الجنة»	''تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا جس کی روح قبض کرنے کیلئے ملک الموت اس کے پاس گیا۔ اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے کوئی اچھا کام کیا تھا، اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ میں نے کبھی کوئی اچھا کام کیا ہو۔ اس سے کہا گیا کہ دوبارہ سوچو۔ اس نے کہا: مجھے یاد نہیں، سوائے یہ کہ میں دنیا میں لوگوں سے تجارت کیا کرتا تھا اور میں امیروں کو مہلت دے دیا کرتا تھا اور غریبوں کے قرض کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ پس اللہ نے اسے جنت میں داخل کر دیا''۔ (متفق علیہ)

ابو مسعود نے بیان کیا کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے ایسی ہی بات سنی ہے۔

کھانا کھلانا:

● عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

«تطعم الطعام وتقرأ السلام على من عرفت ومن لم تعرف»	''لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جنہیں تم جانتے ہو اور جنہیں نہیں جانتے''۔ (متفق علیہ)

ہر پیاسے کو پانی پلانا:

● ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«بينما رجل يمشي بطريق اشتد عليه الحر، فوجد بئراً فنزل فيها فشرب ثم خرج، فإذا كلب يلهث يأكل الثرى من العطش، فقال الرجل: لقد بلغ هذا الكلب من العطش مثل الذي كان مني، فنزل البئر فملأ خفه ماء، ثم أمسكه بفيه حتى رقي، فسقى الكلب، فشكر الله له، فغفر له. قالوا يا رسول الله: إن لنا في البهائم أجراً؟ فقال: في كل كبد رطبة أجر»

''ایک شخص کسی راستے پر جا رہا تھا اسے پیاس کی شدت محسوس ہوئی، اسے ایک کنواں نظر آیا، وہ کنویں میں اترا اور اس نے پانی پیا اور باہر نکل آیا۔ اسی اثناء میں اسے ایک کتا نظر آیا جس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور وہ پیاس کے مارے گیلی مٹی کھا رہا تھا۔ اس شخص نے کہا: "یہ کتا اسی طرح پیاس سے نڈھال ہے جیسے میں تھا"۔ پس وہ کنویں میں اترا اور اپنا جوتا پانی سے بھر لیا اور کتے کو پینے کے لیے کچھ پانی دیا۔ پھر اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پس اللہ نے اس کی مغفرت فرما دی۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا ہمارے لئے ہمارے جانوروں میں بھی ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر جاندار میں ثواب ہے''۔ (متفق علیہ)

نفلی روزہ:

● ابو امامہؓ نے بیان کیا:

«قلت يا رسول الله مرني بعمل قال عليك بالصوم فإنه لا عدل له، قلت: يا رسول الله مرني بعمل، قال عليك بالصوم فإنه لا عدل له، قلت: يا رسول الله مرني بعمل، قال: عليك بالصوم فإنه لا مثل له»

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: مجھے کسی نیک کام کا حکم دیں۔ آپؐ نے فرمایا: روزہ کا التزام کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی شے نہیں۔ میں نے دوبارہ رسول اللہ سے کہا: مجھے کسی نیک کام کا حکم دیں۔ آپؐ نے فرمایا: روزہ کا التزام کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ میں نے دوبارہ رسول اللہ سے کہا: مجھے کسی نیک کام کا حکم دیں۔ آپؐ نے فرمایا: روزہ کا التزام کرو کیونکہ اس جیسا کوئی عمل نہیں''۔ (نسائی اور ابن خزیمہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اتفاق کیا ہے۔)

یہ حکم عام ہے۔ جہاں تک خاص اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے کا تعلق ہے تو ابو سعیدؓ سے یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

«ما من عبد يصوم يوماً في سبيل الله تعالى، إلا باعد الله بذلك اليوم وجهه عن النار سبعين خريفاً»	’’کوئی بندہ اللہ کی راہ میں روزہ نہیں رکھتا مگر اللہ جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے ستر سال دور کر دیتے ہیں‘‘۔ (متفق علیہ)

نفلی روزوں میں شوال کے چھ روزے، عرفہ کے دن کا روزہ، اللہ کے مہینے یعنی محرم میں روزہ رکھنا، ہر مہینے تین روزے رکھنا اور پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا شامل ہیں۔

ماہِ رمضان میں رات کا قیام بالخصوص لیلۃ القدر اور رمضان کے آخری عشرے میں قیام کرنا:

- ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث روایت کی:

«من قام رمضان إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه»	’’جو شخص پورے رمضان میں ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ قیام کرتا ہے، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں‘‘۔ (متفق علیہ)

- اور ابو ہریرہؓ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من قام ليلة القدر إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه»	’’جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان اور اللہ کی طرف سے اجر و ثواب کی امید کے ساتھ قیام کرتا ہے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں‘‘۔ (متفق علیہ)

- اور عائشہؓ روایت کرتی ہیں:

«كان رسول الله ﷺ إذا دخل العشر أحيا الليل، وأيقظ أهله، وجد وشد المئزر»	''جب ماہِ رمضان اپنے آخری دس دنوں میں داخل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ رات نماز ادا کرتے ہوئے گزارتے اور اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ (عبادت کے لیے) جگاتے اور آپ اپنا کمر بند کس لیتے''۔ (متفق علیہ)

سحری کرنا:

- انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تسحروا فإن في السحور بركة»	''سحری کیا کرو، اس میں برکت ہے''۔

روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا:

- سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر»	''لوگ اس وقت تک خیر (بھلائی) پر رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے''۔ (متفق علیہ)

- اور کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت ہے اور اگر کھجور نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا چاہیے۔ ابنِ حبان اور ابنِ خزیمہ نے اپنی صحیح میں سلمان بن عامر الضبی سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إذا أفطر أحدكم فليفطر على تمر فإنه بركة، فإن لم يجد تمراً فالماء فإنه طهور»	''جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ اس میں برکت ہے، اگر اس کے پاس کھجور نہ ہو تو وہ پانی سے روزہ افطار کرے کیونکہ وہ پاک ہے''۔

حاکم اور ابن خزیمہ نے بھی انسؓ سے ایسے مفہوم والی ایک حدیث روایت کی ہے۔

روزہ دار کو افطار کی دعوت دینا:

● ابنِ حبان اور ابنِ خزیمہ اپنی صحیح میں زید بن خالد الجہنی سے یہ حدیث روایت کی جسے ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من فطر صائماً كان له مثل أجره، غير أنه لا ينقص من أجر الصائم شيء»	''جو کوئی بھی کسی روزے دار کو روزہ افطار کراتا ہے اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب دیا جائیگا اور روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی''۔

عمرہ کرنا:

● ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما، والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة»	''عمرہ ان گناہوں کے لیے کفارہ ہے جو اس عمرے اور سابقہ عمرے کے درمیان کئے گئے ہوں۔ اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے علاوہ کچھ نہیں''۔ (متفق علیہ)

● اور رمضان میں کئے گئے عمرے کا ثواب حج کے برابر ہے۔ جیسا کہ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے:

«عمرة في رمضان تعدل حجة»	''رمضان میں کئے جانے والے عمرے کا ثواب حج کے برابر ہے''۔ (متفق علیہ)

ذوالحجہ کے دس دنوں میں صالح اعمال کرنا:

● بخاری نے ابنِ عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما من أيام، العمل الصالح فيها أحب إلى الله عز وجل، من هذه الأيام -يعني أيام العشر- قالوا: يا رسول الله ولا الجهاد في سبيل الله، قال: ولا الجهاد في سبيل الله، إلا رجل خرج بنفسه وماله ثم لم يرجع من ذلك بشيء»	''اللہ تعالیٰ کو اعمالِ صالح ذوالحجہ کے دس دنوں سے زیادہ کسی اور دنوں میں پیارے نہیں ہیں۔ صحابہؓ نے سوال کیا: کیا اللہ کی خاطر جہاد بھی؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلے اور خالی ہاتھ واپس لوٹے''۔

شہادت کی تمنا رکھنا:

- مسلم نے سہل بن حنیفؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه»	''جو شخص صدقِ دل سے اللہ سے شہادت کا سوال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے بلند درجات تک پہنچا دے گا، خواہ اس کی موت اپنے بستر پر ہی ہو''۔

سورۃ الکھف یا اس کے شروع یا آخر کی دس آیات کی تلاوت کرنا:

- مسلم نے ابو درداؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من حفظ عشر آيات من أول سورة الكهف عصم من الدجال»	''جس کسی نے سورۃ الکھف کی پہلی دس آیات کو حفظ کیا، اسے دجال سے محفوظ رکھا جائیگا''۔

- اور ایک اور روایت میں ہے:

«من آخر سورة الكهف»	''سورۃ الکھف کے آخر میں سے''۔

مسلمان جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن مکمل سورۃ الکھف پڑھ کر اپنے آپ کو دجال سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔الشافعی نے اسے ترجیح دی ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی تصنیف ''**الأم**'' میں بیان کیا کہ ''یہ اس لئے ہے کہ اس کے بارے میں یہ بات روایت کی گئی ہے''۔

خرید وفروخت، قرض کی ادائیگی اور قرض کے تقاضے میں فراخ دلی دکھانا:

● بخاری نے جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«رحم الله رجلاً سمحاً إذا باع، وإذا اشترى، وإذا اقتضى»	''اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو خریدتے وقت اور بیچتے وقت اور (قرض کی واپسی کے مطالبہ) کے وقت نرمی وشائستگی اختیار کرتا ہے''۔

● اور ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ :

«أن رجلاً أتى النبي ﷺ يتقاضاه، فأغلظ له، فهمّ به أصحابه، فقال رسول الله ﷺ : دعوه، فإن لصاحب الحق مقالاً، ثم قال أعطوه سناً مثل سنه، قالوا: يا رسول الله لا نجد إلا أمثل من سنه، قال: أعطوه، فإن خيركم أحسنكم قضاء»	''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا اور سختی سے کلام کیا۔رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے اس پر ہاتھ اٹھانے کا ارادہ کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ قرض خواہ کو مطالبے کا حق ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے اس کے اونٹ کی عمر کا ایک اونٹ دے دو۔لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صرف اس کے اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ ہی موجود ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ اسے دے دو کیونکہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو دوسرے کا حق احسن طریقے سے ادا کرے''۔(متفق علیہ)

● اور جابرؓ سے مروی ہے:

«أن النبي ﷺ اشترى منه بعيراً فوزن لي فأرجح»	''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک اونٹ خریدا اور مجھے اس اونٹ کے برابر قیمت سے زیادہ ادا کیا''۔(متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾	''اللہ اور اسکے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو''۔(الاحزاب:56)

● اور مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«من صلى عليّ صلاة صلى الله عليه بها عشرا»	''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے،اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے''۔

فرمانبردار مسلمان کی کوتاہیوں کو چھپانا:

● مسلمان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو یا تو وہ چھپ کر گناہ کا کام کرتا ہے یا وہ لوگوں کے سامنے ایسا کرتا ہے۔ایک مسلمان کو اوّل الذکر شخص کی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنا چاہیے۔کیونکہ ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«... ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة»	''جو کوئی بھی مسلمان کے عیبوں کو چھپاتا ہے۔اللہ قیامت کے دن اس کے عیبوں کو چھپائے گا''۔(متفق علیہ)

● اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«... من ستر مسلماً ستره الله في الدنيا والآخرة ...»	''جو کوئی اس دنیا میں ایک مسلمان کے عیبوں کو چھپاتا ہے،اللہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے گا''۔

● اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عتبہ بن عامرؓ سے یہ حدیث روایت کی جسے حاکم نے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا۔عتبہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا:

«من ستر عورة فكأنما استحيا موءودة في قبرها»

''جس نے کوئی عیب چھپایا وہ اس کی طرح ہے جس نے ایک زندہ دفن کی جانے والی لڑکی کو بچا لیا''۔

● جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے، جو لوگوں کے سامنے کھلم کھلا گناہ کرتا ہے تو اسے چھپانے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس نے بذاتِ خود اس گناہ کو عیاں کر دیا۔ ایسا عمل ابوہریرہؓ کی اس حدیث کی وجہ سے حرام ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«كل أمتي يعافى إلا المجاهرين، وإن من المجاهرة أن يعمل الرجل بالليل عملاً ثم يصبح وقد ستره الله، فيقول: يا فلان عملت البارحة كذا وكذا، وقد بات يستره ربه، ويصبح يكشف ستر الله عنه»

''میری تمام امت کے گناہ معاف کر دیے جائینگے سوائے ان لوگوں کے جو المجاہرین ہیں اور مجاہرہ یہ ہے کہ ایک شخص رات میں ایک گناہ کرتا ہے اور اللہ اسے لوگوں سے اوجھل رکھتا ہے لیکن وہ صبح آتا ہے اور کہتا ہے: اے فلاں! میں نے کل یہ اور یہ گناہ کیا۔ گویا اللہ نے ساری رات اس کی پردہ داری کی اور صبح اس نے اللہ کا پردہ اپنے اوپر سے ہٹا لیا''۔

اس کے باوجود ایک مسلمان کو ان لوگوں کے متعلق گفتگو سے گریز کرنا چاہیے جو لوگوں کے سامنے گناہ کرتے ہیں، ان کی کمیوں (عیوب) کو چھپانے کیلئے نہیں بلکہ اس خوف سے کہ مومنین کے درمیان فحاشی نہ پھیلے اور زبان کو بے مقصد گفتگو سے روکنا چاہیے سوائے جب کھلم کھلا فسق کرنے والے کے خلاف خبردار کرنا مقصود ہو۔ اس بات کا اطلاق اس صورت میں ہوگا جب نقصان صرف اس شخص کی ذات تک محدود ہو اور یہ دوسرے لوگوں تک نہ پھیلے۔

● تاہم اگر وہ نقصان عام طور پر ریاست، معاشرہ یا امت سے متعلق ہو تو تب اسے بے نقاب کرنا اور لوگوں کو بتانا لازم ہے۔ زید بن ارقمؓ سے مروی ہے:

«كنت في غزاة فسمعت عبد الله بن أبي يقول: لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا من حوله، ولئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن

''میں بھی غزوہ میں شریک تھا۔ میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''ان لوگوں پر مت خرچ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں تاکہ وہ رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اگر ہم مدینہ کی طرف واپس

الأعز منها الأذل، فذكرت ذلك لعمي أو لعمر فذكره للنبي ﷺ فدعاني فحدثته ... الحديث»

لوٹے تو یقیناً زیادہ عزت والا ان میں سے ذلیل ترین کو نکال باہر کرے گا"۔ میں نے اپنے چچا یا عمر سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے رسول اللہ کو اس کی اطلاع دی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلا بھیجا اور میں نے انہیں سارا قصہ بیان کر دیا"۔ (متفق علیہ)

● اور مسلم کی روایت میں ہے:

«... فأتيت النبي ﷺ فأخبرته بذلك ...»

"میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور انہیں اس کی اطلاع دی"۔

یہ عبداللہ بن ابی اور منافقین کے مقرب لوگوں کا عمل تھا۔ وہ اپنی منافقت کو چھپایا کرتا تھا جس کا ثبوت یہ حدیث بھی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت کیا تو اُس نے اِس کا انکار کیا۔ چنانچہ زید بن ارقمؓ کی یہ اطلاع گویا جاسوسی کی ایک شکل تھی۔ اگر ایک ممنوع کام کی اجازت دی گئی ہو تو تب وہ عمل واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں اطلاع دینا فرض تھا کیونکہ اس صورتِ حال میں لوگوں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ تھا۔

معاف کر دینا، اپنے غصہ کو قابو میں رکھنا اور نقصان پر صبر کرنا:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالْكٰظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

"وہ غصہ پینے والے اور لوگوں سے در گزر کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے"۔ (آل عمران: 134)

● اور فرمایا:

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾

"اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے"۔ (الشوریٰ: 43)

●اور فرمایا:

﴿فَاصْفَحَ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ﴾

''پس (اے محمد!) آپ ان کی غلطیوں سے اچھائی کے ساتھ در گزر کیجئے''۔(الحجر:85)

●اور فرمایا:

﴿وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِينَ﴾

''اور جاہلوں سے اعراض کیجئے''۔(الاعراف:199)

●اور فرمایا:

﴿ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾

''بلکہ معاف کر دینااور در گزر کر دینا چاہیے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمادے''۔(النور:199)

●اور مسلم ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ما نقصت صدقة من مال، وما زاد الله عبداً بعفو إلا عزاء، وما تواضع أحد لله إلا رفعه الله»

''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، اور اپنے پر قابو پانے کی وجہ سے اللہ اپنے بندے کی عزت کو بڑھاتا ہے اور کوئی بندہ بھی عاجزی اختیار نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ اسے رفعت وبلندی عطا کرتا ہے''۔

●احمد نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ارحموا ترحموا واغفروا يغفر لكم»

''لوگوں پر رحم کرو، تم پر رحم کیا جائیگا، دوسروں کو معاف کرو تمہیں معاف کیا جائیگا''۔

●اور احمد نے صحیح رجال کے ذریعے عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا کہ:

«ما من رجل يجرح في جسده جراحة فيتصدق بها، إلا كفر الله تبارك وتعالى عنه مثل ما تصدق به»

''اگر ایک شخص نے کسی دوسرے کے جسم میں زخم لگایااوراس نے اسے صدقہ کردیاتواللہ تبارک وتعالیٰ اسے اس کے برابربدلہ عطافرمائیں گے جواس نے صدقہ میں دیا''۔

● بخاری اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ليس الشديد بالصرعة، إنما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب»

''مضبوط اور طاقتور وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑدے، بلکہ مضبوط وہ شخص ہے جوغصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھے''۔

● مسلم ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں:

«أن رجلاً قال يا رسول الله، إن لي قرابة أصلهم ويقطعوني، وأحسن إليهم ويسيئون إلي، وأحلم عنهم ويجهلون علي، فقال: لئن كنت كما قلت فكأنما تسفهم الملّ، ولا يزال معك من الله تعالى ظهير عليهم ما دمت على ذلك»

''ایک شخص رسول ﷺ کے پاس آیااور کہا: یارسول اللہ ﷺ! میرے رشتہ دار ہیں جن سے میں اچھے تعلقات رکھتاہوں لیکن وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ میں انہیں معاف کردیتاہوں لیکن وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں۔ میں ان سے بھلائی کرتاہوں، لیکن وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں۔ کیامیں بھی ان سے برابری کاسلوک کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اگر تم ایسا کروگے تو یوں تمام تعلقات قطع ہوجائیں گے۔اس کی بجائے وسیع القلبی اختیار کرواوران سے تعلق قائم رکھو، جب تک تم اس طرح رہوگے ہمیشہ اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی''۔

البرجلانی نے صحیح اسناد کے ساتھ سفیان بن عیینہ سے روایت کیا کہ، ''عمر نے ابن عیاش سے کہا(جس نے آپ کو نقصان اور تکلیف پہنچائی تھی)اے شخص! ہمارے ساتھ برائی کرنے میں حد سے زیادہ مت بڑھو،اور صلح کیلئے کچھ موقع چھوڑوکیونکہ ہم اللہ کی نافرمانی کرنے والے کوجواب دینے سے زیادہ اللہ کی فرمانبرداری کرنے کوترجیح دیتے ہیں''۔

لوگوں کے درمیان صلح کرانا:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوٰهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾

"ان کے بہت سے مشوروں میں خیر نہیں ہے، ہاں بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے"۔(النساء:114)

● اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾

"صلح کرنا بہتر ہے"۔(النساء:128)

● اور فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾

"بے شک سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادیا کرو"۔(الحجرات:10)

● بخاری اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«كل سلامى من الناس عليه صدقة، كل يوم تطلع فيه الشمس تعدل بين الاثنين صدقة، وتعين الرجل في دابته تحمله عليها أو ترفع له عليها متاعه صدقة، والكلمة الطيبة صدقة، وكل خطوة تمشيها إلى الصلاة صدقة، وتميط الأذى عن الطريق صدقة»

"ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر شخص کے ہر جوڑ پر صدقہ کرنا لازم ہے۔ دو لوگوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے، کسی شخص کی سواری میں اس کی مدد کرنا، اس کو اس پر سوار کرانا یا اس پر اس کا سامان لادنا صدقہ ہے، اچھی بات صدقہ ہے، اور ہر قدم جو تم نماز کی طرف اٹھاتے ہو صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ شے ہٹادینا صدقہ ہے"۔

● اُمِّ کلثوم بن عقبہ بن ابو معیت سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ :

«ليس الكذاب الذي يصلح بين الناس فينمي خيراً أو يقول خيراً»

”جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے وہ جھوٹا نہیں ہے، جبکہ وہ خیر پہنچاتا ہے یا خیر کی بات کرتا ہے“۔(متفق علیہ)

● سہل بن سعد الساعدیؓ سے روایت ہے کہ :

«أن رسول الله ﷺ بلغه أن بني عمرو بن عوف كان بينهم شر –وفي رواية البخاري شيء- فخرج رسول الله ﷺ يصلح بينهم في أناس معه ...»

”رسول اللہ تک یہ بات پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا۔(اور بخاری کی روایت میں ہے کہ کوئی معاملہ کھڑا ہو گیا ہے)تو رسول اللہ ﷺ اپنے کچھ صحابہ کے ہمراہ ان میں صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے“۔(متفق علیہ)

● ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام والصلاة والصدقة؟ قالوا: بلى، قال: إصلاح ذات البين، فإن فساد ذات البين هي الحالقة»

”کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں ایسا عمل بتاؤں جس کا درجہ روزہ رکھنے، نماز ادا کرنے اور صدقہ کرنے سے بڑھ کر ہے؟ انہوں نے کہا: ضرور۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کے درمیان صلح کرانا کیونکہ لوگوں کے درمیان دشمنی ہلاکت وتباہی کا باعث ہے“۔

(احمد اور ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ترمذی نے بھی یہ حدیث روایت کی اور اسے حسن صحیح قرار دیا)

قبروں پر جانا:

● ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور آپؐ رو پڑے اور جس کی وجہ سے آپؐ کے ارد گرد موجود ہر شخص رو پڑا۔ آپؐ نے فرمایا:

«استأذنت ربي في أن أستغفر لها فلم يؤذن لي، واستأذنته في أن أزور قبرها فأذن لي، فزوروها فإنها تذكر الموت»

"میں نے اللہ سے ان کی مغفرت کی اجازت طلب کی، لیکن اللہ نے مجھے اجازت نہیں دی۔ میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ نے مجھے اجازت دے دی۔ لہٰذا قبر کی زیارت کرو کیونکہ بے شک قبر موت کی یاد دلاتی ہے"۔(مسلم)

عمل میں باقاعدگی:

● یہاں عمل سے مراد مندوب اعمال ہیں اور یہاں فرض اعمال مراد نہیں جو کہ واجب ہیں اور ان کا اطلاق یہاں نہیں ہوتا۔ کوئی بھی شخص جب کسی سنت عمل کا ارادہ کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے باقاعدگی سے ادا کرے خواہ وہ عمل چھوٹا سا ہی کیوں نہ ہو۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہ:

«أن النبي ﷺ دخل عليها وعندها امرأة، قال: من هذه؟ قالت هذه فلانة تذكر من صلاتها قال: مه، عليكم بما تطيقون، فوالله لا يمل الله حتى تملوا. وكان أحب الدين إليه ما داوم عليه صاحبه»

"رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے جب کہ میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: یہ وہ خاتون ہے کہ لوگ جس کی نماز کا تذکرہ کرتے ہیں۔ آپؐ نے اس خاتون سے کہا: (یہ کیا بات ہے!) تم سے وہی کچھ مطلوب ہے جو تم آسانی سے انجام دے سکتی ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ اس وقت تک اپنی رحمت اور مغفرت نہیں روکتا جب تک تم اچھے اعمال ترک نہ کر دو۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہے جو ایک عبادت گزار پابندی سے انجام دے"۔(متفق علیہ)

● عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يا عبد الله لا تكن مثل فلان، كان يقوم الليل، فترك قيام الليل»

"اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جاؤ۔ وہ رات کو نماز پڑھتا تھا پھر اس نے قیامِ لیل ترک کر دیا"۔(متفق علیہ)

○○○

باب نمبر14

اخلاق میں تم میں سب سے بہتر

اخلاق سے مراد اوصاف اور خوبیاں ہیں اور ان اوصاف اور خوبیوں کو شریعت کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے۔یعنی شریعت نے ان اخلاق میں سے جنہیں اچھا کہا ہے انہیں اچھا تصور کیا جائے اور جنہیں بُرا کہا ہے انہیں بُرا تصور کیا جائے۔اخلاق شریعت کا ایک حصہ ہیں اور اللہ کے اوامر ونواہی کی اقسام میں سے ایک قسم ہیں۔ مسلمان اور خاص طور پر ایک حاملِ دعوت کیلئے لازم ہے کہ وہ شرعی احکامات کے مطابق اچھے اخلاق کا حامل بننے کی کوشش کرے۔یہاں اس نقطہ کو بیان کرنا اور اس بات پر غور کرنا انتہائی اہم ہے کہ ایک شخص کے اخلاق اسلامی عقیدہ کی اساس پر مبنی ہوں اور ایک مومن انہیں اس وجہ سے اپنائے کہ یہ اللہ کے اوامر ونواہی ہیں۔پس ایک مومن اِس وجہ سے دیانتدار ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے دیانتداری کا حکم دیا ہے،وہ امانت دار ہو گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کی پاسداری کا حکم دیا ہے۔وہ کسی مادی فائدے کی بنا پر اخلاق کو نہیں اپناتا مثلاً وہ امانت دار اس لیے نہیں بنتا کہ اس وجہ سے لوگ اس سے مال خریدیں یا اسے منتخب کریں۔یہی وہ امر ہے جو ایک مسلمان کی دیانتداری کو ایک کافر کی دیانتداری سے ممتاز کرتا ہے۔اوّل الذکر صحیح دیانتداری ہے کیونکہ اللہ نے اسے دیانتدار بننے کا حکم دیا ہے جبکہ آخر الذکر دیانتداری کے پس پردہ مادی منفعت کارفرما ہے اور دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

اخلاق سے متعلق نصوص مندرجہ ذیل ہیں:

● عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

«إن من خياركم أحسنكم أخلاقاً»	”تم میں سے بہترین وہ ہے جو اخلاق میں بہترین ہے“۔(متفق علیہ)

● نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا۔آپؐ نے فرمایا:

«البرّ حسن الخلق، والإثم ما حاك في نفسك وكرهت أن يطلع عليه الناس»

''نیکی اچھا اخلاق ہے۔اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اس بات کو ناپسند کرو کہ لوگوں کو اس کے متعلق پتہ چلے''۔(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● ابو درداءؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«ما شيء أثقل في ميزان المؤمن يوم القيامة من خلق حسن، وإن الله يبغض الفاحش البذيء»

''قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسنِ خلق سے زیادہ وزنی چیز کوئی نہیں ہوگی۔بے شک اللہ تعالیٰ فحش بکنے والے اور بدزبان شخص سے نفرت کرتا ہے''۔

(ابن حبان اور ترمذی نے اسے روایت کیا اور بیان کیا کہ یہ حدیث حسن ہے)

● ابوہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شے کے بارے میں سوال کیا گیا جو سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی، آپؐ نے فرمایا:

«تقوى الله تعالى وحسن الخلق»

''اللہ تعالیٰ کا خوف (تقویٰ) اور اچھے اخلاق''۔

● اور آپؐ سے اس شے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس کی وجہ سے سب سے زیادہ لوگ دوزخ میں جائینگے تو آپؐ نے فرمایا:

«الفم والفرج»

''منہ اور شرمگاہ''

(ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ابنِ حبان نے اسے اپنی صحیح میں اور بخاری نے اسے الادب المفرد میں روایت کیا۔ابن ماجہ، احمد اور حاکم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے)

● ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لأنا زعيم ببيت في ربض الجنة لمن ترك المراء وإن كان محقاً، وببيت في وسط الجنة لمن ترك الكذب وإن

''میں اس شخص کے لئے جنت کے مضافات میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا کرنے سے اجتناب کرے۔اور

<table>
<tr><td>كان مازحاً، وببيت في أعلى الجنة لمن حسن خلقه»</td><td>اس شخص کیلئے جنت کے وسط میں گھر کی ضمانت دیتاہوں جو جھوٹ سے اجتناب کرے خواہ وہ مذاق کر رہا ہو، اور اس شخص کیلئے جنت کے بالائی حصہ میں گھر کی ضمانت دیتاہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں''۔(ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کیا اور نووی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے)</td></tr>
</table>

● ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

<table>
<tr><td>«أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً، وخياركم خياركم لنسائهم»</td><td>''تم میں سے کامل ترین ایمان اس شخص کا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں اور تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے بہتر ہے''۔</td></tr>
</table>

(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔احمد، ابوداؤد اور ابن حبان نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔)

اسی موضوع پر عائشہ، ابوذر، جابر، انس، اسامہ بن شریک، معاذ اور عمیر بن قتادہ اور ابو ثعلبہ الخشنیؓ سے احادیث روایت کی گئی ہیں اور یہ احادیث حسن ہیں۔

اخلاقِ حسنہ کون سے ہیں:

(1) حیا:

● ابنِ عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انصار کے ایک آدمی کے پاس سے گزرے جسے لوگ حیا کو ترک کرنے کے لیے کہہ رہے تھے، آپؐ نے فرمایا:

<table>
<tr><td>«دعه فإن الحياء من الإيمان»</td><td>''اسے چھوڑ دو کیونکہ حیا ایمان میں سے ہے''۔(متفق علیہ)</td></tr>
</table>

● عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الإيمان بضع وسبعون –أو بضع وستون- شعبة، فأفضلها: قول لا إله إلا الله، وأدناها: إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان»	''ایمان کی ستر یا ساٹھ شاخیں ہیں، جن میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے، اور سب سے ادنی راستے میں سے کوئی اذیت والی چیز دور کرنا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے''۔ (متفق علیہ)

(2) نرمی، حلم اور بردباری:

- ابن عباسؓ اور ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے الاشج عبد القیس سے فرمایا:

«إن فيك لخصلتين يحبهما الله الحلم والأناة»	''تم میں دو خوبیاں ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے: نرمی اور تحمل مزاجی''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إن الله رفيق يحب الرفق في الأمر كله»	''اللہ نرم و مہربان ہے اور تمام چیزوں میں نرمی کو پسند کرتا ہے''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- عائشہؓ سے روایت ایک اور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الله رفيق يحب الرفق، ويعطي على الرفق ما لا يعطي على العنف، وما لا يعطي على ما سواه»	''اللہ مہربان ہے اور نرمی و مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ اللہ نرمی و مہربانی پر وہ شے عطا کرتا ہے جو وہ سختی کرنے پر عطا نہیں کرتا اور جو وہ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر عطا نہیں کرتا''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- عائشہؓ سے ہی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الرفق لا يكون في شيء إلا زانه، ولا ينزع من شيء إلا شانه»	''نرمی کسی چیز میں نہیں پائی جاتی ماسوائے یہ کہ وہ اس چیز کو خوشنما بنا دیتی ہے اور نرمی کسی چیز سے نکالی نہیں جاتی ماسوائے یہ کہ وہ اسے بدنما بنا دیتی ہے''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«من يحرم الرفق يحرم الخير»

''جو نرمی سے محروم ہے وہ بھلائی سے محروم ہے''۔(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر میں رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

«اللهم من ولي من أمر أمتي شيئاً فشق عليهم فاشقق عليه، ومن ولي من أمر أمتي شيئاً فرفق بهم فارفق به»

''اے اللہ جو شخص میری امت کے معاملات پر کسی قسم کا اختیار حاصل کرے اور پھر ان پر سختی کرے تو تُو بھی اس پر سختی کر اور جو شخص میری امت کے معاملات پر کسی قسم کا اختیار حاصل کرے اور پھر ان کے ساتھ نرمی کرے تو تُو بھی اس کے ساتھ نرمی کر''۔(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

(3) دیانت داری و سچائی:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّدِقِينَ﴾

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔(التوبہ:119)

● اور فرمایا:

﴿فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ﴾

''تو اگر وہ اللہ سے سچے رہیں تو یہ ان کیلئے بہتر ہے''۔(محمد:21)

● ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عليكم بالصدق، فإن الصدق يهدي إلى البر، وإن البر يهدي إلى الجنة،

''سچ بولنے کو تم اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے

وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صدّيقاً ...»	اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے پاس صدیق (انتہائی سچا) لکھ دیا جاتا ہے"۔(متفق علیہ)

- کعب بن مالکؓ نے بیان کیا:

«وقلت يا رسول اللهإنما أنجاني الله بالصدق، وإن من توبتي أن لا أحدث إلا صدقاً ما بقيت ...»	"میں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ نے میری سچائی کی وجہ سے مجھے معاف کیااور اپنی توبہ کے طور پر میں باقی زندگی سچ کے سوا کچھ نہیں بولوں گا"۔(متفق علیہ)

- حسن بن علیؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ذہن نشین کر لیا کہ:

«دع ما يريبك إلى ما لا يريبك، فإن الصدق طمأنينة والكذب ريبة»	"جس چیز میں تمہیں شک ہو اسے اس چیز کی خاطر چھوڑ دو جس کے بارے میں تمہیں کوئی شک نہ ہو کیونکہ سچائی دل کا اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے"۔(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیااور اسے حسن قرار دیا)

- عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ:

«قيل: يا رسول الله، أي الناس أفضل؟ قال: كل مخموم القلب صدوق اللسان، قالوا: صدوق اللسان نعرفه فما مخموم القلب؟ قال هو التقي النقي، لا إثم فيه، ولا بغي، ولا غل، ولا حسد»	"رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کونسے لوگ بہترین ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: تمام وہ اشخاص جو مخموم القلب ہیں اور زبان کے سچے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم جانتے ہیں کہ زبان کا سچا ہونا کیا ہے لیکن یہ مخموم القلب کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ سے ڈرنے والا اور پاک قلب جو گناہ، ظلم، نفرت اور حسد سے پاک ہو"۔(ابن ماجہ نے اس حدیث کو روایت کیا اور ھیثمی اور منذری نے بیان کیا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں)

- ابو بکر صدیقؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عليكم بالصدق، فإنه مع البر، وهما في الجنة... »	”سچ بولو کیونکہ سچائی اور نیکی ایک ساتھ ہیں اور دونوں جنت میں ہیں“۔

(ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا اور طبرانی نے بھی اسے معاویہ سے روایت کیا اور اس کی اسناد کو ھیثمی اور منذری نے حسن قرار دیا)

- ابو سعید الخدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء»	”سچا اور امانت دار تاجر (آخرت میں) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا“۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا)

(4) تول کر بولنا اور کسی واقعے کو ٹھیک بیان کرنا:

- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾	”جس بات کا علم تجھے نہ ہو اسے مت بیان کرو“۔ (الاسراء:36)

- اور فرمایا:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾	”کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ہوشیار نگہبان موجود نہ ہو“۔ (ق:18)

- ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كفى بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع»	”ایک شخص کیلئے اتنا ہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ جو کچھ بھی سنے اسے آگے بیان کردے“۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

(5) اچھی بات کہنا:

- عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اتقوا النار ولو بشق تمرة، فمن لم يجد فبكلمة طيبة»	”اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ، خواہ آدھی کھجور کا صدقہ دے کر ہی۔ جو شخص یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کیا کرے“۔ (متفق علیہ)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

«والكلمة الطيبة صدقة»	”اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے“۔ (متفق علیہ)

- عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن في الجنة غرفة، يرى ظاهرها من باطنها، وباطنها من ظاهرها، فقال أبو مالك الأشعري: لمن هي يا رسول الله؟ قال: لمن أطاب الكلام، وأطعم الطعام، وبات قائماً والناس نيام»	”جنت میں ایک کمرہ ایسا ہے کہ جس کے اندرونی حصے کو باہر سے دیکھا جا سکتا ہے اور اس کے اندر سے باہر دیکھا جا سکتا ہے۔ ابوموسیٰ الاشعری نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کس کے لئے ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: وہ شخص جو کلام میں سب سے بہتر ہے، جو بہترین کھانا پیش کرتا ہے اور ساری رات عبادت کرتا ہے جب کہ دوسرے لوگ سو رہے ہوتے ہیں“۔

(طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا، ہیثمی اور منذری نے اسے حسن قرار دیا جبکہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

(6) خندہ پیشانی سے ملنا:

- ابوذرؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا تحقرن من المعروف شيئاً ولو أن تلقى أخاك بوجه طليق»	”نیکی کے کسی عمل کو بھی معمولی مت سمجھو خواہ یہ اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو“۔

(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- جابر بن عبداللہؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كل معروف صدقة، وإن من المعروف أن تلقى أخاك بوجه طلق، وأن تفرغ من دلوك في إناء أخيك»	''ہر نیکی صدقہ ہے اور یہ عمل نیکی میں سے ہے کہ تو اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے اور یہ کہ تو اپنے ڈول میں سے پانی اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دے''۔(احمد اور الترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور موخرالذکر نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔)

- ابوذرؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«تبسمك في وجه أخيك صدقة ...»	''تمہارا اپنے بھائی کی طرف مسکرانا صدقہ ہے''۔(احمد و ابن حبان)

- ابو جری بن جحیمیؓ نے روایت کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا:

«أتيت رسول الله ﷺ فقلت: يا رسول الله، إنا قوم من أهل البادية، فعلمنا شيئاً ينفعنا الله به، فقال: لا تحقرن من المعروف شيئاً، ولو أن تفرغ من دلوك في إناء المستسقي، ولو أن تكلم أخاك ووجهك إليه منبسط ...»	''اے اللہ کے رسول! ہم بدو لوگ ہیں، آپ ؐ ہمیں کچھ ایسی باتیں سکھائیں جن کے ذریعے اللہ ہمیں نفع بخشے۔ آپ ؐ نے فرمایا: نیکی کے کسی بھی عمل کو حقیر مت جانو خواہ یہ اپنے ڈول میں سے پیاسے کے برتن میں پانی ڈال دینا ہی ہو اور خواہ یہ کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ بات چیت کرو''۔

(احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور موخرالذکر نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔ ابن حبان نے بھی اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا)

(7) اچھی بات کے سوا کچھ نہ کہنا:

- ابوہریرہؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيراً أو ليصمت»	''جو شخص بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے''۔(متفق علیہ)

- برآء بن عازبؓ نے روایت کیا:

«جاء أعرابي إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله، علمني عملاً يدخلني الجنة، قال: إن كنت أقصرت الخطبة لقد أعرضت المسألة، أعتق النسمة، وفك الرقبة، فإن لم تطق ذلك فأطعم الجائع، وأسق الظمآن، وأمر بالمعروف، وانه عن المنكر، فإن لم تطق ذلك فكف لسانك إلا عن خير»

"رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل سکھائیں جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپؐ نے فرمایا: بے شک تم نے چند الفاظ میں ایک اہم بات دریافت کی ہے۔ (سنو) تم غلام کو آزاد کرو اور کسی کی گردن کو نجات دلاؤ۔ اور اگر تم ایسا نہ کر سکتے ہو تو پھر بھوکے کو کھانا کھلاؤ، پیاسے کو پانی پلاؤ اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اور اگر تم یہ بھی نہ کر سکتے ہو تو اپنی زبان کو اچھی بات کے سوا کچھ بھی کہنے سے روکے رکھو"۔

(احمد نے اس حدیث کو روایت کیا اور ھیثمی نے کہا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح اور بیہقی نے اسے شعب الایمان میں روایت کیا)

- ثوبانؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«طوبى لمن ملك لسانه، ووسعه بيته، وبكى على خطيئته»

"اس شخص پر رحمت ہو جس نے اپنی زبان کو قابو میں رکھا اور جس کے گھر نے اسے سما لیا اور جو اپنے گناہوں پر آنسو بہائے"۔

(طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا اس کی اسناد کو حسن قرار دیا)

- بلال بن حارث المزنیؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الرجل ليتكلم بالكلمة من رضوان الله، ما كان يظن أن تبلغ ما بلغت، يكتب الله تعالى له بها رضوانه إلى يوم يلقاه. وإن الرجل ليتكلم بالكلمة من سخط الله، ما كان يظن أن تبلغ ما بلغت، يكتب الله له بها سخطه إلى يوم يلقاه»

"ایک شخص ایسی بات کہتا ہے جس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اسے اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ رضامندی کس مقام تک پہنچی ہے اور اللہ اس کے لئے اس دن تک کے لئے اپنی خوشنودی لکھ دیتا ہے جس دن وہ اللہ سے ملاقات کرے گا۔ اور ایک شخص ایسی بات اپنے منہ سے نکالتا ہے جو اللہ کو غضب ناک کرتی ہے اور اسے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ اس کا

غضب کہاں تک جا پہنچا ہے اور اللہ اس کے لئے اس دن تک کے لئے غضب لکھ دیتا ہے جب وہ اللہ سے ملے گا“۔

(مالک اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور موخر الذکر نے اسے حسن صحیح قرار دیا۔ النسائی، ابنِ ماجہ اور ابنِ حبان نے بھی اس حدیث کو روایت کیا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا)

- معاذ بن جبلؓ نے روایت کیا:

«كنت مع النبي ﷺ في سفر، فأصبحت يوماً قريباً منه ونحن نسير، فقلت: يا رسول الله، أخبرني بعمل يدخلني الجنة ويباعدني من النار ... ثم قال ألا أخبرك بملاك ذلك كله؟ قلت بلى يا رسول الله، قال: كف عليك هذا، وأشار إلى لسانه، قلت: يا نبي الله وانا لمؤاخذون بما نتكلم به؟ قال: ثكلتك أمك، وهل يكب الناس في النار على وجوههم، أو قال على مناخرهم، إلا حصائد ألسنتهم»

”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالتِ سفر میں تھا۔ اس دن جب ہم سفر کر رہے تھے تو میں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک موجود تھا۔ پس میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور آگ سے دور کر دے۔ آپؐ نے کہا: کیا میں تمہیں ان تمام کے مجموعے سے آگاہ نہ کر دوں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا: اس چیز کو روکے رکھو، اور آپؐ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا جو بات ہم کرتے ہیں اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا: تمہاری ماں تم پر روئے، کیا لوگوں کی زبانوں کے علاوہ بھی کوئی چیز ایسی ہے جو انہیں ان کے چہروں کے بل جہنم کی آگ میں پھینکے گی یا آپؐ نے فرمایا: ان کی ناکوں کے بل“۔

(احمد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور موخر الذکر نے اسے حسن قرار دیا۔ نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا)

(8) ایفائے عہد:

- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾

”اے ایمان والو! وعدوں کو پورا کرو“۔ (المائدۃ:1)

● اور فرمایا:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾	”وعدوں کو پورا کرو۔ بے شک وعدوں کے متعلق سوال کیا جائے گا“۔(الاسراء:34)

(9)اللہ کی خاطر ناراض ہونا:

● علی بن ابی طالبؓ بیان کرتے ہیں:

«كساني رسول الله ﷺ حلة سيراء، فخرجت فيها، فرأيت الغضب في وجهه، فشققتها بين نسائي»	”رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک ریشمی کرتہ دیا۔ میں اسے پہن کر باہر نکلا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ پر غصے کے آثار دیکھے، پس میں نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا“۔(متفق علیہ)

● ابو مسعود عقبہ بن عمرو البدریؓ سے روایت ہے کہ:

«جاء رجل إلى النبي ﷺ ، فقال: إني لأتأخر عن صلاة الصبح، من أجل فلان، مما يطيل بنا، فما رأيت رسول الله ﷺ غضب في موعظة قط أشد مما غضب يومئذٍ، فقال: يا أيها الناس، إن منكم منفرين، فأيكم أمّ الناس فليوجز، فإن من ورائه الكبير والضعيف وذا الحاجة»	”رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی باجماعت نماز سے دور رہتا ہوں کیونکہ وہ طویل نماز پڑھاتا ہے۔(راوی بیان کرتا ہے کہ) میں نے نصیحت کے دوران رسول اللہ کو اس دن سے زیادہ غضب ناک کبھی نہیں دیکھا۔ آپؐ نے کہا: اے لوگو تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو متنفر کرتے ہیں۔ پس تم میں سے جو شخص بھی لوگوں کی امامت کرے وہ نماز کو مختصر کرے۔ کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور حاجت مند لوگ بھی ہوتے ہیں“۔(متفق علیہ)

● عائشہؓ سے روایت ہے:

«قدم رسول الله ﷺ من سفر، وقد سترت سهوة لي بقرام فيه تماثيل، فلما رآه رسول الله ﷺ هتكه وتلون وجهه وقال: يا عائشة، أشد الناس عذاباً عند الله يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله»

"رسول اللہ ﷺ سفر سے واپس لوٹے۔ میرے پاس ایک الماری تھی جس پر باریک پردہ لٹکا ہوا تھا اور اس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو اسے پھاڑ ڈالا اور آپؐ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ اور آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن سب سے شدید عذاب اسے دیا جائے گا جو اللہ کی خلق کی مثل تخلیق کرتے ہیں"۔ (متفق علیہ)

(10) مومنین کے ساتھ حسن ظن رکھنا:

- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ﴾

"جب انہوں نے یہ (تہمت) سنی تو کیوں نہیں مومن مرد اور عورتوں نے اپنے لوگوں کے متعلق اچھا گمان کیا"۔ (النور: 12)

(11) اچھی ہمسائیگی:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾

"اور تم سب اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، اور قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور پڑوسی رشتہ دار کے ساتھ، اور اجنبی ہمسایہ سے، اپنے ساتھی سے، مسافر سے اور اپنے غلاموں سے حسنِ سلوک کرو"۔ (النساء: 36)

- ابن عمرؓ اور عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما زال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه»	''جبریل مجھے ہمسائے کے متعلق نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ اسے وراثت میں حصہ دار ٹھہرا دیا جائے گا''۔(متفق علیہ)

- ابن شریح الخزاعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليحسن إلى جاره ...» وفي رواية البخاري «فليكرم جاره»	''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے ہمسائے کے ساتھ حسنِ سلوک کرے،''اور بخاری کی روایت میں ہے: وہ اپنے ہمسائے کو عزت دے''۔(متفق علیہ)

- انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«والذي نفسي بيده، لا يؤمن عبد حتى يحب لجاره أو لأخيه ما يحب لنفسه»	''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، کوئی بندہ ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ہمسائے یا اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے''۔(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خير الأصحاب عند الله خيرهم لصاحبه، وخير الجيران عند الله خيرهم لجاره»	''اللہ کی نظر میں تم میں سے بہترین رفیق وہ ہے جو اپنے رفقاء کے ساتھ اچھا ہے اور سب سے بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا ہے''۔

(ابنِ خزیمہ اور ابنِ حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا اور الحاکم نے اسے مسلم، احمد اور دارمی کی شرط پر صحیح قرار دیا)

- سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أربع من السعادة: المرأة الصالحة، والمسكن الواسع والجار الصالح والمركب الهنيء ...»

''چار چیزیں سعادت کا باعث ہیں: صالح بیوی، کشادہ گھر، نیک ہمسایہ، آرام دہ سواری''۔

(ابن حبان نے اور احمد نے اسے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا)

- نافع بن الحارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من سعادة المرء الجار الصالح والمركب الهنيء والمسكن الواسع»

''صالح ہمسایہ، آرام دہ سواری اور کشادہ گھر ان چیزوں میں سے ہیں جو ایک شخص کے لئے سعادت کا باعث ہیں''۔

(احمد نے اس حدیث کو روایت کیا اور منذری اور ہیثمی نے بیان کیا کہ اس کے رجال صحیح ہیں)

- ابوذرؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يا أبا ذر، إذا طبخت مرقاً فأكثر ماءها، وتعاهد جيرانك»

''اے ابوذر جب تم سالن بناؤ تو اس کے شوربے کو بڑھالو اور کچھ اپنے ہمسائے کو بھی بھیج دو''۔(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا۔)

- ابوہریرہؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يا نساء المسلمات، لا تحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة»

''اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی بھی اپنی ہمسایہ عورت کو کمتر نہ سمجھے خواہ یہ بھیڑ کے پاؤں ہی کی وجہ سے ہو''۔(متفق علیہ)

- عائشہؓ نے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ ! میرے دو ہمسائے ہیں، ان میں سے کس کا حق زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا:

«إلى أقربهما منك باباً»

''اس کا حق زیادہ ہے جس کا دروازہ تمہارے گھر کے زیادہ نزدیک ہے''۔(بخاری)

(12)امانت داری:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَنۡ تُؤَدُّوا الۡأَمٰنٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا﴾	”بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اہل امانت کو لوٹاؤ“۔ (النساء:58)

- اور حذیفہؓ نے روایت کیا:

«جاء أهل نجران إلى النبي ﷺ فقالوا: ابعث لنا رجلاً أميناً، فقال لأبعثن إليكم رجلاً أميناً حق أمين، فاستشرف له الناس، فبعث أبا عبيدة بن الجراح»	”نجران کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا ہماری طرف ایک امانت دار شخص بھیج دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری طرف ایک امین شخص کو بھیجوں گا جو واقعی امین ہے۔ لوگوں میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ یہ شخص وہی ہو۔ لیکن آپؐ نے ابوعبیدہ بن الجراح کو (ان کی طرف) بھیجا“۔ (متفق علیہ)

- ابوذرؓ سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

«قلت: يا رسول الله، ألا تستعملني، قال فضرب بيده على منكبي، ثم قال: يا أبا ذر، إنك ضعيف، وإنها أمانة، وإنها يوم القيامة خزي وندامة، إلا من أخذها بحقها، وأدى الذي عليه فيها»	”کیا آپ مجھے لوگوں کے امور پر مقرر نہیں کریں گے؟ (ابوذر بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو میرے کندھے پر مارا اور فرمایا: اے ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ امانت ہے اور قیامت کے دن یہ ندامت اور غم کا باعث ہوگی، ماسوائے جو اس کا حق ادا کرے اور اس سے متعلق ذمہ داریوں کو پورا کرے“۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- حذیفہ بن یمانؓ نے روایت کیا:

«أن الأمانة نزلت في جذر قلوب الرجال ...»

”امانت کو لوگوں کے دلوں کی جڑ پر اتارا گیا ہے“۔(متفق علیہ)

● ابو ہریرہؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«اكفلوا لي بست أكفل لكم الجنة، قلت: ما هن يا رسول الله؟ قال: الصلاة، والزكاة، والأمانة، والفرج، والبطن، واللسان»

”تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو اور میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ میں نے پوچھا وہ (چھ چیزیں) کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: نماز، زکوۃ، امانت، شرمگاہ، پیٹ اور زبان“۔

(طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا اور منذری نے کہا کہ اس کی اسناد میں کوئی خامی نہیں اور ہیثمی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا)

امانت سے مراد شرعی فرائض ہیں۔ کچھ نے کہا کہ اس سے مراد اطاعت ہے۔ امانت میں تمام تر اوامر و نواہی شامل ہیں۔ پس خلیفہ امین ہے اور اسی طرح والی، اور عامل اور قاضی اور مجلس شوریٰ کا رکن، لشکر کا سپہ سالار، سفیر، نماز ادا کرنے والا، روزہ رکھنے والا، حج کرنے والا، زکوۃ دینے والا، حاملِ دعوت، وہ شخص جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے، طالب علم، مفتی، وقف کا نگران، بیت المال کا ڈائریکٹر، مال بیچنے والا، زکوۃ اور خراج کے لئے فصلوں کا تخمینہ لگانے والا، صدقات کی وصولی پر مقرر عامل، وہ جو خراجی زمین کا جائزہ لیتا ہے، مجتہد، محدث، مورخ، سوانح نویس، گلے اور مویشیوں کا نگران، شعبہ صنعت کا ڈائریکٹر، معاونِ تفویض، معاونِ تنفیذ، مترجم، معلم جو بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتا ہے، وہ شخص جو اپنے اہل خانہ پر ذمہ دار ہوتا ہے، عورت جو اپنے شوہر کے گھر پر ذمہ دار ہوتی ہے، طبیب، دائی، دواساز، نرس، پارٹنر، ملازم، دارالخلافہ کا ڈائریکٹر اور وہ انچارج جو اس کے تحت آتے ہوں مثلاً خرید و فروخت کا انچارج، مہمان خانے کا انچارج، گیراج کا انچارج، باورچی خانے کا انچارج، دیکھ بھال کا انچارج، وکیل، وہ شخص جو اپنی زوجہ کے ساتھ ہے، رازدان، میڈیا، میڈیا رپورٹر، وہ شخص جس کی ذمہ داری ٹیلی فون اور انٹرنیٹ پر خبریں سننا ہے اور اس کے علاوہ دیگر۔ امانت ایک امر عظیم ہے اور اس کا دائرہ وسیع ہے اور کوئی بھی شخص جسے کسی ذمہ داری پر مکلف بنایا گیا ہو، اس سے بری نہیں خواہ یہ ذمہ داری چھوٹی ہو یا بڑی۔

(13) پرہیزگاری اختیار کرنا اور شبہات کو ترک کرنا:

● حذیفہ بن یمانؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«فضل العلم خير من فضل العبادة، وخير دينكم الورع»	''علم کا فضل عبادت کے فضل سے بڑھ کر ہے اور دین میں تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو پرہیز گار ہے''۔

(طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا اور بزار اور منذری نے کہا کہ اس کی اسناد حسن ہے)

- نعمان بن بشیرؓ نے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إن الحلال بيّن، وإن الحرام بيّن، وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام، كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه، ألا وإن لكل ملك حمى، ألا وإن حمى الله محارمه، ألا وإن في الجسد مضغة، إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسدت فسد الجسد كله، ألا وهي القلب»	''بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان مشتبہ امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پس جس نے شبہات سے اجتناب کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں پڑ گیا تو وہ حرام میں داخل ہو گیا۔ جیسے کہ ایک چرواہا جو کہ اپنے ریوڑ کو حِمیٰ (ممنوعہ علاقے) کے پاس چرائے تو قریب ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائے بے شک ہر بادشاہ کا حِمیٰ ہوتا ہے اور محرمات اللہ کے حِمیٰ ہیں۔ بے شک جسم میں لقمے کی طرح کا ایک لوتھڑا ہے جب یہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے اور جب یہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، اور یہ لوتھڑا قلب ہے''۔ (متفق علیہ)

- نواس بن سمعانؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«البر حسن الخلق، والإثم ما حاك في نفسك، وكرهت أن يطلع عليه الناس»	''حسن خلق نیکی ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اس بات کو ناپسند کرو کہ لوگوں کو اس کا پتہ چلے''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا۔)

- وابصہ بن معبدؓ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

«ادنُ يا وابصة، فدنوت منه حتى مسَّت ركبتي ركبته، فقال لي: يا وابصة أخبرك عما جئت تسأل عنه؟ قلت: يا رسول الله أخبرني، قال: جئت تسأل عن البر والإثم، قلت: نعم، فجمع أصابعه الثلاث فجعل ينكت بها صدري ويقول: يا وابصة استفت قلبك، البر ما اطمأنت إليه النفس، واطمأن إليه القلب، والإثم ما حاك في القلب، وتردد في الصدر، وإن أفتاك الناس وأفتوك»

''اے وابصہ! قریب ہو جاؤ، پس میں آپؐ نے نزدیک ہوا یہاں تک کہ میرا گھٹنا آپ کے گھٹنے سے مَس ہو رہا تھا۔ آپؐ نے کہا: اے وابصہ! کیا میں تمہیں بتادوں کہ تم مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو؟ وابصہ نے کہا: بتائیے یا رسول اللہ ﷺ۔ آپؐ نے فرمایا: تم مجھ سے نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو۔ وابصہ نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے اپنی تین انگلیوں کو جوڑا اور میرے سینے پر رکھا اور کہا: اپنے قلب سے پوچھو۔ نیکی وہ ہے جس پر تمہارا نفس مطمئن ہو اور تمہارا قلب مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو تمہارے قلب میں کھٹکے اور تمہارے سینے میں تردد پیدا کرے، خواہ لوگ تمہیں اس کے متعلق کوئی بھی فتویٰ دیں''۔

(منذری نے بیان کیا کہ احمد نے اس حدیث کو اپنی حسن روایات میں بیان کیا۔ نووی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور احمد اور دارمی دونوں نے اسے اپنی مسند میں بیان کیا ہے۔)

- ابو ثعلبہ الخُشَنیؓ نے روایت کیا:

«البر ما سكنت إليه النفس، واطمأن إليه القلب، والإثم ما لم تسكن إليه النفس، ولم يطمئن إليه القلب، وإن أفتاك المفتون»

''میں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بتائیں کہ میرے لئے کون سی چیز حلال ہے اور کونسی چیز حرام ہے؟ آپؐ نے کہا: نیکی وہ ہے جس سے نفس کو تسکین ہو اور قلب کو اطمینان ہو اور گناہ وہ ہے جس پر نفس اور قلب کو اطمینان نہ ہو خواہ فتویٰ دینے والے تمہیں کوئی بھی فتویٰ دیں''۔

(منذری نے بیان کیا کہ اس روایت کو احمد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ ھیثمی نے کہا: احمد اور طبرانی نے اسے روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں)

- انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو راستے میں ایک کھجور پڑی ہوئی ملی تو آپ نے فرمایا:

«لولا أني أخاف أن تكون من الصدقة لأكلتها»	”اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقہ کی ہو سکتی ہے تو میں اسے کھالیتا“۔(متفق علیہ)

- حسن بن علیؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات یاد کرلی:

«دع ما يريبك إلى ما لا يريبك»	”جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرلو جس میں تمہیں شک نہ ہو“۔

(ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا۔ ابنِ حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ اور یہ روایت نسائی سے بھی مروی ہے۔)

- عطیہ بن عروہ السعدیؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين، حتى يدع ما لا بأس به حذراً لما به بأس»	”کوئی شخص تقویٰ کی بلندی تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا، یہاں تک کہ وہ گناہ کے کاموں سے بچنے کے لئے ایسے اعمال سے بھی اجتناب کرنے لگے جن میں گناہ نہ ہو“۔

(حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا)

- ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ:

«سأل رجل النبي ﷺ ما الإثم؟ قال: إذا حاك في نفسك شيء فدعه، قال فما الإيمان؟ قال: إذا ساءتك سيئتك وسرتك حسنتك فأنت مؤمن»	”ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ گناہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اگر کوئی بات تمہارے دل میں کھٹکے تو اسے چھوڑ دو۔ اس نے مزید سوال کیا: ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جب تمہیں اپنے اچھے اعمال سے خوشی ہونے لگے اور تمہیں اپنے گناہ کے کام برے لگنے لگیں تو تم مومن ہو“۔

(منذری نے کہا کہ احمد نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا)

(14)علماء، بزرگوں اور نیکوکاروں کی تعظیم کرنا:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾

''کہہ دیجئے کیا جاننے والے اور لاعلم کبھی یکساں ہو سکتے ہیں، بے شک نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں''۔(الزمر:9)

- جابرؓ نے بیان کیا:

«أيهما أكثر أخذاً للقرآن؟ فإذا أشير إلى أحدهما قدمه في اللحد»

''جنگِ اُحد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر کے لئے دو دو شہدا کو جمع کیا۔ پھر آپؐ دریافت کرتے: ان دونوں میں سے کس نے قرآن زیادہ سیکھا؟ پس جس شخص کی طرف اشارہ کیا جاتا آپؐ اسے پہلے لحد میں اتارتے''۔(بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«البركة في أكابركم»

''تمہارے اکابرین میں برکت ہے''۔

(الحاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ اس کی اسناد بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں۔ ابنِ حبان نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا اور ابنِ مفلح نے الآداب میں بیان کیا کہ اس کی اسناد جید ہیں)

- عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ليس منا من لم يرحم صغيرنا، ويعرف حق كبيرنا»

''جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کے حق کو تسلیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں''۔

(حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا)

● عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ليس من أمتي من لم يجلّ كبيرنا، ويرحم صغيرنا، ويعرف لعالمنا حقه»	''وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عزت کو نہ جانے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے علماء کے حق کو تسلیم نہ کرے''۔

(منذری نے بیان کیا کہ احمد نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا اور ہیثمی نے بیان کیا کہ اس حدیث کو احمد اور الطبرانی نے روایت کیا اور اس کی اسناد حسن ہیں)

● عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے روایت کیا جن کے دادا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ليس منا من لم يرحم صغيرنا، ويعرف شرف كبيرنا»	''جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے شرف کو تسلیم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں''۔

(احمد، ترمذی، ابوداؤد، اور بخاری نے اپنی الادب المفرد میں اس حدیث کو روایت کیا۔ نووی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

● عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لِيَلِنِي منكم أولوا الأحلام والنهى، ثم الذين يلونهم ثلاثاً، وإياكم وهيشات الأسواق»	''نماز میں میرے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو حلال و حرام کا علم رکھنے والے ہوں اور پھر وہ جو اس معاملے میں ان کے قریب ترین ہوں: آپ نے تین مرتبہ اس بات کو دوہرایا اور فرمایا: بازار کے جھگڑوں سے بچو''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● ابو سعید سمرہ بن جندبؓ نے بیان کیا:

«كنت على عهد رسول الله ﷺ غلاماً، فكنت أحفظ عنه، فما	''میں رسول اللہ ﷺ کے دور میں لڑکا تھا اور میں آپؐ کے ارشادات کو یاد کر لیتا تھا۔ لیکن میں جو حفظ کرتا اسے بیان نہ کرتا کیونکہ ہمارے

يمنعني من القول إلا أن ههنا رجالاً هم أسنّ مني»

درمیان ایسے لوگ موجود تھے جو عمر میں مجھ سے بڑے تھے"۔(متفق علیہ)

- ابو موسیٰؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إن من إجلال الله إكرام ذي الشيبة المسلم، وحامل القرآن غير الغالي فيه ولا الجافي عنه، وإكرام ذي السلطان المقسط»

"وہ شخص جو قرآن کو یاد کرتا ہے اور اس میں غلو نہیں کرتا اور یاد کرنے کے بعد اسے بھولتا نہیں، بوڑھا مسلمان اور عادل حکمران، ان سب کا اکرام کرنا اللہ کے جلال کی وجہ سے ہے"۔

(ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کیا۔ نووی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن مفلح نے کہا ہے کہ اس کی اسناد جید ہیں)

(15) ایثار:

- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

«جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال: إني مجهود، فأرسل إلى بعض نسائه، فقالت: والذي بعثك بالحق ما عندي إلا ماء، ثم أرسل إلى أخرى، فقالت مثل ذلك، حتى قلن كلهن مثل ذلك: لا والذي بعثك بالحق ما عندي إلا ماء، فقال النبي ﷺ : من يضيف هذا الليلة؟ فقال رجل من الأنصار أنا يا رسول الله، فانطلق به إلى رحله فقال لامرأته: أكرمي ضيف رسول الله ﷺ ، وفي رواية قال لامرأته: هل عندك شيء؟ فقالت لا إلا قوت صبياني، قال علّليهم بشيء، وإذا أرادوا العشاء فنوميهم، وإذا دخل ضيفنا فأطفئ السراج، وأريه

"ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں تباہ حال ہوں۔ پس آپؐ نے اپنی بیویوں میں سے ایک کی طرف پیغام بھیجا، تو آپؐ کی بیوی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میرے پاس پانی کے سوا کچھ موجود نہیں۔ آپؐ نے ایک اور بیوی کی طرف پیغام بھیجا تو وہاں بھی یہی معاملہ تھا۔ یہاں تک کہ تمام بیویوں کی طرف سے یہی جواب ملا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: آج رات کون اس شخص کو اپنا مہمان بنائے گا؟ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ایسا کروں گا۔ پس وہ انصاری اسے اپنے ساتھ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان کا اکرام کرو۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ انصاری نے اپنی بیوی سے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں، صرف بچوں کے

أنا نأكل فقعدوا وأكل الضيف وباتا طاويين، فلما أصبح غدا على النبي ﷺ فقال: لقد عجب الله من صنيعكما بضيفكما الليلة»	لئے تھوڑا سا کھانا ہے۔ انصاری نے کہا، انہیں کسی چیز سے بہلا دو۔ اور جب وہ رات کا کھانا مانگیں تو انہیں سلا دینا، اور جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا تا کہ وہ یہ محسوس کرے کہ ہم بھی (اس کے ساتھ) کھا رہے ہیں۔ پس وہ بیٹھے اور مہمان نے کھانا کھایا جبکہ انہوں نے رات بھوکے گزار دی۔ جب صبح وہ انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا: جو تم دونوں نے رات کو اپنے مہمان کے ساتھ کیا اللہ اس پر حیران ہوا"۔ (متفق علیہ)

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«طعام الاثنين كافي الثلاثة وطعام الثلاثة كافي الأربعة»	"دو لوگوں کا کھانا تین کے لئے کافی ہے اور تین لوگوں کا کھانا چار کے لئے کافی ہے"۔ (متفق علیہ)

- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ:

«بينما نحن في سفر مع النبي ﷺ ، إذ جاء رجل على راحلة له، فجعل يصرف بصره يميناً وشمالاً، فقال رسول الله ﷺ : من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له، ومن كان له فضل من زاد فليعد به على من لا زاد له، فذكر من أصناف المال ما ذكر حتى رأينا أنه لا حق لأحد منا في فضل»	"ایک مرتبہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص سواری پر آیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس اضافی سامان ہے اسے چاہیے کہ وہ اسے اس شخص کو پیش کر دے جس کے پاس سامان نہیں ہے۔ اور جس شخص کے پاس اضافی کھانا ہے اسے چاہیے کہ وہ اسے اس شخص کو پیش کر دے جس کے پاس کھانا نہیں ہے۔ آپؐ دیگر مال گنواتے رہے یہاں تک کہ ہم یہ گمان کرنے لگے کہ ہم میں سے کسی کو بھی اپنے اضافی ساز و سامان پر کوئی حق حاصل نہیں"۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابو موسیٰؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الأشعريين إذا أرملوا في الغزو، أو قلّ طعام عيالهم بالمدينة، جمعوا ما كان عندهم، في ثوب واحد، ثم اقتسموا بينهم في إناء واحد بالسوية، فهم مني وأنا منهم»

''جب الاشعریین (خاندان) کے پاس جہاد کے دوران یا مدینہ میں ان کے گھروں میں کھانا کم پڑ گیا تو انہوں نے اپنے پاس جو کچھ تھا اسے ایک ہی کپڑے میں جمع کیا اور پھر اس میں سے ہر کسی کو برابر تقسیم کر دیا۔ پس وہ مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں ہوں''۔ (متفق علیہ)

(16) سخاوت اور بھلائی کے کاموں پر خرچ کرنا:

- اللہ سبحانہ وتعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا أَنْفَقْتُم مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾

''اور جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو ان کی جگہ وہی تمہیں اور دیتا ہے''۔ (سبا:39)

- اور فرمایا:

﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللهِ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾

''اور جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لئے بھلا ہے، جب تم صرف اس لئے خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ تو جو مال تم راہِ خیر میں خرچ کرو گے اس کا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔ (البقرہ:272)

- اور فرمایا:

﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾

''اور جو کچھ تم بھلائی کے لئے خرچ کرتے ہو بے شک اللہ اسے جانتا ہے''۔ (البقرہ:273)

- اور فرمایا:

﴿وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ۚ فَالَّذِينَ ءَامَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ﴾

''اور خرچ کرو اس میں سے جس پر اللہ نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لئے بڑا اجر ہے''۔ (الحدید:7)

● اور فرمایا:

﴿وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً ﴾

''اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس میں سے اعلانیہ اور مخفی طور پر خرچ کرو''۔(الرعد:22)

● اور فرمایا:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾

''تم نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی وہ چیزیں خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو''۔(آل عمران:92)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے''۔(البقرہ:261)

● اور ارشاد ہوا:

﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

''اور جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی رضا کے لئے اور دل کے پورے ثبات و قرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو۔ اگر زور کی بارش ہو جائے تو دوگنا پھل لائے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اس کے لئے کافی ہو جائے۔ اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو سب اللہ کی نظر میں ہے''۔(البقرہ:265)

● اور ارشاد ہوا:

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

''جو لوگ اپنے مال شب و روز، کھلم کھلا اور مخفی طور پر خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگیں ہوں گے''۔ (البقرہ: 274)

- اور ارشاد ہوا:

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

''جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ وہ بدحال ہوں یا خوش حال۔ اور جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں، اور اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے''۔ (آلِ عمران: 134)

- ابنِ مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا حسد إلا في اثنتين: رجل آتاه الله مالاً فسلطه على هلكته في الحق، ورجل آتاه الله حكمة فهو يقضي بها ويعلمها»

''دو طرح کے اشخاص کے سوا رشک کرنا جائز نہیں؛ ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے راہِ حق پر خرچ کرے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت و دانش سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعے فیصلہ کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے''۔ (متفق علیہ)

- ابنِ مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أيكم مال وارثه أحب إليه من ماله؟ قالوا يا رسول الله ما منا أحد إلا ماله أحب إليه، قال: فإن ماله ما قدم ومال وارثه ما أخر»

''تم میں سے کون ہے جو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے محبت کرتا ہو۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ہم سب اپنے مال کو ہی زیادہ چاہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تو ایک شخص کا مال وہ ہے جو اس نے خرچ کر دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا''۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

- عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اتقوا النار ولو بشق تمرة»

”اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ اگرچہ یہ آدھی کھجور کے (صدقے) کے ذریعے ہی ہو“۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما من يوم يصبح العباد فيه إلا ملكان ينزلان، فيقول أحدهما اللهم أعط منفقاً خلفاً، ويقول الآخر اللهم أعط ممسكاً تلفاً»

”لوگوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ ان پر دو فرشتے نہ اترتے ہوں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ جو تیرے لئے خرچ کرتا ہے اس کا مال باقی رکھ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ جو خرچ کرنے سے روک رکھتا ہے اس کے مال کو تباہ کردے“۔ (متفق علیہ)

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«قال الله تعالى: أَنفق يا ابن آدم أُنفق عليك»

”اللہ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا“۔ (متفق علیہ)

- اور دوسری حدیث میں ہے:

«أن رجلاً سأل رسول الله ﷺ: أي الإسلام خير؟ قال: تطعم الطعام، وتقرأ السلام على من عرفت ومن لم تعرف»

”ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کونسا اسلام سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کھانا کھلاؤ اور وہ شخص جسے تم جانتے ہو اور وہ شخص جسے تم نہیں جانتے، دونوں کو سلام کرو“۔ (متفق علیہ)

- ابو امامہ صدی بن عجلانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يا ابن آدم، إنك أن تبذل الفضل خير لك، وأن تمسكه شر لك، ولا تلام على كفاف، وابدأ بمن تعول، واليد العليا خير من اليد السفلى»

”اے ابن آدم! اگر تم اپنے اضافی مال کو خرچ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم اسے روکے رکھو تو یہ تمہارے لئے شر ہے اور تم پر اس مال کے متعلق کوئی ملامت نہیں جو تم اپنی ضروریات کے لئے

	رکھو۔اور (خرچ کا) آغاز ان سے کرو جو تم پر منحصر ہیں۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے"۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أربعون خصلة أعلاها منيحة العنز، ما من عامل يعمل بخصلة منها رجاء ثوابها وتصديق موعدها، إلا أدخله الله بها الجنة»	"چالیس اعمال نیک ہیں اور ان میں سے بہترین بھیڑ کو صدقہ کے طور پر دینا ہے اور جو شخص ان میں سے کوئی ایک نیک عمل بھی کرے اور وہ اللہ سے اس کے اجر کی امید کرتا ہو اور اس بات کی تصدیق کرتا ہو کہ اسے ضرور اجر دیا جائے گا، اللہ تعالی اسے جنت میں داخل کردے گا"۔ (بخاری)

● اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا توكي فيوكى عليك»	"خرچ کرنے میں تنگی مت کرو ورنہ یہ تم پر تنگ کردیا جائے گا"۔ (متفق علیہ)

● ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«مثل البخيل والمنفق، كمثل رجلين عليهما جُنَّتان من حديد من ثديهما إلى تراقيهما، فأما المنفق فلا ينفق إلا سبغت أو وفرت على جلده حتى تخفي بنانه وتعفو أثره. وأما البخيل فلا يريد أن ينفق شيئاً إلا لزقت كل حلقة مكانها فهو يوسعها فلا تتسع»	"بخیل اور (اللہ کی خاطر) خرچ کرنے والے کی مثال ایسے ہے کہ جیسے دو اشخاص ہوں جن کی چھاتی سے کندھوں تک ایک لوہے کا لباس ہو۔ جب اللہ کی خاطر خرچ کرنے والا خرچ کرنا چاہتا ہے تو یہ لباس کھلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے جسم کو ڈھانپ لیتا ہے حتیٰ کہ اس کی انگلیوں کے سرے اور قدموں کے نشان بھی چھپ جاتے ہیں۔ اور جب بخیل خرچ کرنا چاہتا ہے تو اس لباس کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر تنگ پڑ جاتا ہے اور وہ اسے کھلا کرنا چاہتا ہے مگر وہ وسیع نہیں ہو پاتا"۔ (متفق علیہ)

● ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب، ولا يقبل الله إلا الطيب، فإن الله يقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبها كما يربي أحدكم فلوه حتى تكون مثل الجبل»

''اگر تم میں سے کوئی ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیتا ہے، اور یہ اس کی نیک کمائی میں سے ہو کیونکہ اللہ طیب مال کے علاوہ کچھ قبول نہیں کرتا، تو اللہ اسے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور اسے پالتا ہے جیسا کہ کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ صدقہ بڑھ کر پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے''۔(متفق علیہ)

(17) جاہل لوگوں سے کنارہ کش ہو جانا:

● اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِينَ﴾

''اور جاہل لوگوں سے کنارہ کش ہو جایئے''۔(الاعراف:199)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُونَ قَالُوا سَلٰمًا﴾

''جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ (فقط) سلام کہہ دیتے ہیں''۔(الفرقان:63)

(18) اطاعت:

اطاعت دو قسم کی ہے: اول مطلق اور غیر مشروط اطاعت اور یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ دوئم وہ اطاعت جو معروف سے مشروط ہے۔ پس جب گناہ کا حکم دیا جائے تو اس حکم کی کوئی اطاعت نہیں، جیسا کہ والدین، خاوند اور امیر کی اطاعت۔ یہ تمام اطاعات واجب ہیں اور ان کے دلائل معروف اور عام ہیں۔

اخلاق ذمیمہ:

اب تک ہم نے بعض اخلاقِ حمیدہ بیان کئے اور اب ہم وہ اخلاق بیان کرتے ہیں جن کی مذمت کی گئی ہے اور جن سے منع فرمایا گیا ہے:

(1) جھوٹ بولنا:

- ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... وإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذّابا»	”...اور بے شک جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں کذّاب لکھ دیا جاتا ہے“۔(متفق علیہ)

- حسن بن علیؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات ذہن نشین کر لی:

«دع ما يريبك إلى ما لا يريبك، فإن الصدق طمأنينة، والكذب ريبة»	”جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر لو جس میں تمہیں شک نہ ہو کیونکہ سچائی اطمینانِ قلب ہے اور جھوٹ شک ہے“۔

(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أربع من كنَّ فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من نفاق حتى يدعها: إذا ائتمن خان، وإذا حدَّث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر»	”جس میں یہ چار چیزیں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے۔اور جس میں ان میں سے کوئی ایک چیز ہو تو اس میں نفاق کی خصلتوں میں سے ایک خصلت موجود ہے۔یہاں تک کہ وہ اسے ترک نہ کر دے۔(وہ چار یہ ہیں): جب اسے امین بنایا جائے تو وہ خیانت کرے، جب بات کرے تو

جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وفا نہ کرے، جب وہ جھگڑا کرے تو حد سے گزر جائے"۔ (متفق علیہ)

- ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«... وإياكم والكذب، فإنه مع الفجور وهما في النار»	"جھوٹ سے بچو کیونکہ یہ فجور کے ساتھ ہے اور یہ دونوں جہنم کی آگ میں ہوں گے"۔

(ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا اور طبرانی نے اسے معاویہ سے روایت کیا اور ہیثمی اور منذری نے اسے حسن قرار دیا)

- سمرہ بن جندبؓ بیان کرتے ہیں:

«كان رسول الله ﷺ مما يكثر أن يقول لأصحابه: هل رأى أحد منكم من رؤيا، فيقص عليه ما شاء الله أن يقص، وإنه قال لنا ذات غداة: ... وأما الرجل الذي أتيت عليه يشرشر شدقه إلى قفاه، ومنخره إلى قفاه وعينه إلى قفاه، فإنه الرجل يغدو من بيته فيكذب الكذبة تبلغ الآفاق ...»	"رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے صحابہؓ سے پوچھا کرتے تھے: کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ پس جس قدر اللہ چاہتا آپؐ اس کے متعلق بیان فرماتے۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا: ... جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جس پر میرا گزر ہوا جبکہ اس کے منہ کے کنارے، نتھنے اور آنکھیں سامنے سے پیچھے کی طرف چیری گئیں تھیں تو یہ وہ شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا ہے اور جھوٹ بیان کرتا ہے اور اس کا جھوٹ پوری دنیا تک پھیلتا ہے"۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابنِ عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن من أفرى الفرى أن يري عينيه ما لم تر»	"بدترین جھوٹ یہ ہے کہ ایک شخص یہ کہے کہ میں نے کوئی بات دیکھی جبکہ اس نے نہ دیکھی ہو"۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا ائتمن خان»

’’منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے‘‘۔ (متفق علیہ)

- عائشہؓ سے یہ روایت کیا گیا:

«ما كان من خلق أبغض إلى رسول الله ﷺ من الكذب، ما اطلع على أحد من ذلك بشيء فيخرج من قلبه حتى يعلم أنه قد أحدث توبة»

’’(برے) اخلاق میں سے کوئی چیز ایسی نہ تھی جو کہ رسول اللہ ﷺ کو جھوٹ بولنے سے زیادہ ناپسندیدہ ہو۔ اگر کوئی شخص جھوٹ باتوں میں سے کوئی بات کہے تو وہ یہ جان لے کہ اسے توبہ کی ضرورت ہے‘‘۔

(احمد، بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو روایت کیا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا)

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة، ولا يزكيهم، ولا ينظر إليهم، ولهم عذاب أليم: شيخ زان، وملك كذاب، وعائل مستكبر»

’’تین قسم کے لوگوں سے اللہ قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، نہ ان کی طرف نگاہ ڈالے گا اور ان کے لئے شدید عذاب ہے، بوڑھا زانی، جھوٹا حکمران اور غریب متکبر شخص‘‘۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- بھز بن حکیم نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا معاویہ بن حیرہ سے روایت کیا جنہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«ويل للذي يحدث بالحديث ليضحك به القوم فيكذب، ويل له، ويل له»

’’اس شخص کی بربادی ہو جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے، اس شخص کی بربادی ہو، اس شخص کی بربادی ہو‘‘۔

(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا۔ یہ حدیث ابو داؤد، احمد، دارمی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے)

● حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«البيّعان بالخيار ما لم يفترقا، فإن صَدَّقا وبيّنا بورك لهما في بيعهما، وإن كتما وكذبا فعسى أن يربحا ربحاً، ويمحقا بركة بيعهما»

''سودا کرنے والے فریقین کو (سودا نا منظور کرنے کا) اختیار ہے، جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ اگر وہ سودے میں سچ بات کہیں اور ہر چیز کو واضح طور پر بیان کریں تو اس سودے میں ان پر رحمت کی جاتی ہے۔ تاہم اگر وہ کوئی چیز چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ممکن ہے کہ وہ کچھ منافع حاصل کر لیں مگر ان کے سودے سے برکت جاتی رہتی ہے۔ جھوٹی قسم مال بکوا دیتی ہے مگر رزق کو تباہ کر دیتی ہے''۔ (متفق علیہ)

● رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان الزرقی الانصاریؓ نے بیان کیا: ''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے نکلا۔ آپؐ نے لوگوں کو خرید و فروخت کرتے دیکھا۔ آپؐ نے کہا:

«يا معشرالتجار، فاستجابوا لرسول الله ﷺ ، ورفعوا أعناقهم وأبصارهم إليه، فقال: إن التجار يبعثون يوم القيامة فجاراً إلا من اتقى الله وبر وصدق»

''اے تاجر لوگو! انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیا اور اپنی گردنیں اٹھائیں اور آپؐ کی طرف دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: بے شک تاجر قیامت کے دن بطور فاجر اٹھائے جائیں گے مگر وہ جو اللہ سے ڈرے اور نیکی کرے اور سچ بولے''۔

(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا۔ ابنِ ماجہ اور ابنِ حبان نے بھی اسے اپنی صحیح میں بیان کیا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا ہے)

● عبد الرحمن بن شبلؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إن التجار هم الفجار، قالوا: يا رسول الله، أليس قد أحل الله البيع؟ قال: بلى، ولكنهم يحلفون فيأثمون، ويحدثون فيكذبون»

''بے شک تاجر فجار ہیں: انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اللہ نے تجارت کو حلال نہیں کیا؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں، مگر وہ قسم اٹھاتے ہیں اور گناہ میں گر جاتے ہیں اور جھوٹی بات کہتے ہیں''۔

(حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔ ذہبی اور احمد نے اس سے اتفاق کیا اور ہیثمی نے المجمع میں بیان کیا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ منذری نے کہا کہ اس کی اسناد جید ہیں)

- ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثلاثة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة، ولا يزكيهم، ولهم عذاب أليم، قال فقرأها رسول الله ﷺ ثلاث مرات، فقلت: خابوا وخسروا، ومن هم يا رسول الله؟ قال: المسبل، والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب»	’’تین قسم کے لوگوں پر قیامت کے دن اللہ نظر نہیں ڈالے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا‘‘۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔ میں نے کہا: وہ لوگ تباہ اور ناکام ہوئے، اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا آزار لٹکانے والا، احسان جتانے والا، جھوٹی قسم کھا کر مال بیچنے والا‘‘۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثلاثة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة: أشيمط زان، وعائل مستكبر، ورجل جعل الله بضاعته لا يشتري إلا بيمينه ولا يبيع إلا بيمينه»	’’تین طرح کے لوگوں کی طرف قیامت کے دن اللہ نگاہ نہیں ڈالے گا: بوڑھا زانی، متکبر غریب شخص اور وہ شخص جو اللہ کو اپنے لئے مال بنا لے اور وہ ہر خریداری اللہ کی قسم کھا کر کرے اور ہر فروخت اسکی قسم کھا کر کرے‘‘۔

(طبرانی نے اسے الکبیر میں روایت کیا۔ منذری نے کہا کہ اس کے راوی قابل اعتبار ہیں اور ہیثمی نے کہا کہ اس کے راوی صحیح ہیں)

- ابوہریرہؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم: رجل حلف على سلعة لقد أعطي بها أكثر مما أعطي وهو كاذب، ورجل حلف على يمين	’’تین طرح کے لوگوں سے قیامت کے دن اللہ کلام نہیں کرے گا اور نہ ان پر نظر ڈالے گا: وہ شخص جو جھوٹی قسم کھا کر کہے کہ اس مال کی جو قیمت لگائی گئی اسے اس سے زیادہ قیمت مل رہی ہے، وہ شخص جو عصر

كاذبة بعد العصر ليقتطع بها مال رجل مسلم، ورجل منع فضل ماء، فيقول الله اليوم أمنعك فضلي كما منعت فضل ما لم تعمل يداك»

کے بعد جھوٹی قسم اٹھائے تاکہ اس کے ذریعے لوگوں سے مال بٹورے اور وہ شخص جو لوگوں کو اضافی پانی کے استعمال سے روک دے۔ ایسے شخص سے قیامت کے دن اللہ کہے گا آج میں تم سے اپنی رحمت کو روک لوں گا جیسے تم نے اس اضافی پانی کو روک لیا تھا جسے تمہارے ہاتھوں نے تخلیق نہیں کیا تھا"۔

(بخاری اور مسلم نے اسے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا)

- ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو بھیڑ کے ساتھ گزرا۔ میں نے اس سے کہا کیا تم اس بھیڑ کو تین درہم میں فروخت کرنے کو قبول کرتے ہو؟ اس بدو نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں۔ پھر اس نے وہ بھیڑ اِسی قیمت میں بیچ دی۔ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے بیان کی۔ آپؐ نے فرمایا:

«باع آخرته بدنياه»

"اس نے دنیا کے بدلے اپنی آخرت بیچ ڈالی"۔

(ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا)

جھوٹ کے مسئلے کا تعلق دو امور سے ہے:

اول: التوریہ والمعاریض:

یہ ایسا اندازِ بیان ہے جس میں کوئی شخص ایک لفظ کے ظاہری معنی کی بجائے دوسرے معنی کا ارادہ کرے، جو کہ اس لفظ کے ظاہری معنی سے مختلف ہوں یا اس لفظ کے دو معنی نکلتے ہوں، ایک قریبی معنی ہو اور دوسرا معنی بعید ہو۔ ایک شخص معنی بعید کا قصد کرے لیکن سننے والا قریبی معنی سمجھ رہا ہو جو کہ اس لفظ کے بولنے پر فوراً ذہن میں آتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری نے انسؓ سے روایت کیا کہ "ابو طلحہ کا ایک بیٹا بیمار پڑ کر فوت ہو گیا۔ ابو طلحہ اس وقت گھر پر نہ تھے۔ جب اس کی بیوی نے دیکھا کہ وہ مر گیا ہے تو اس نے اسے (نہلا کفنا کر) تیار کر دیا اور گھر میں ایک جگہ پر لٹا دیا۔ جب ابو طلحہ گھر واپس آئے تو انہوں نے پوچھا۔ لڑکا کیسا ہے۔ ام سلیم نے کہا: بچہ خاموش ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ آرام سے ہے۔ ابو طلحہ نے یہ گمان کیا کہ ام سلیم نے سچ کہا ہے"۔

اور جیسا کہ ابنِ عباسؓ سے مروی حدیث میں ہے جسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ جب سورۃ لہب نازل ہوئی تو ابو لہب کی بیوی رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈتی ہوئی آئی جبکہ ابو بکرؓ آپؐ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا وہ ہماری طرف آرہی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کو اذیت دے گی پس آپؐ اٹھ جائیں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔ چنانچہ وہ پہنچی اور اس نے ابو بکرؓ سے کہا: اے ابو بکر! تمہارا ساتھی میرے خلاف شاعری بیان کر رہا ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا: نہیں وہ شعر نہیں کہتا۔ اس نے کہا: میں تمہیں سچا سمجھتی ہوں اور وہ واپس لوٹ گئی۔ ابو بکر نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا اس نے آپ ؐ کو نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: ”نہیں، ایک فرشتہ میرے اور اس کے درمیان پردہ کیے ہوئے تھا“۔

اور جیسا کہ ابنِ عباسؓ سے مروی ایک حدیث ہے جسے احمد اور ترمذی نے اپنی شمائل اور البغوی نے شرح السنة میں بیان کیا اور ابن حجر نے اپنی الاصابة میں اسے صحیح قرار دیا کہ، ”ایک بدو جس کا نام زاہر تھا رسول اللہ ﷺ کے لئے ریگستان سے ہدیے لایا کرتا تھا اور اس کے بدلے میں جب اس نے سفر پر جانا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے سفر کا سامان مہیا کرتے۔ آپؐ نے اس کے متعلق فرمایا: زاہر ہمارے ریگستان کا آدمی ہے اور ہم لوگ اس کے علاقے کے ساتھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اس سے محبت کرتے تھے اور وہ ایک بدصورت شخص تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ آئے جبکہ وہ کچھ مال بیچ رہا تھا۔ آپؐ نے پیچھے سے آکر اسے پکڑ لیا اور وہ آپ ؐ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے کہا: چھوڑو مجھے، یہ کون ہے۔ وہ پیچھے کی طرف مڑا اور اس نے دیکھا کہ یہ نبی ﷺ ہیں تو پھر اس نے اپنی کمر کو آپؐ کے سینے کے نزدیک کر لیا۔ آپؐ نے کہا: اس غلام کو کون خریدے گا۔ اس نے کہا میں فروخت کے قابل نہیں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: لیکن اللہ کی نظر میں تم ناقابل فروخت نہیں۔ یا آپؐ نے فرمایا: لیکن اللہ کی نظر میں تم بیش قیمت ہو“۔

معاریض جائز ہے بخاری نے الادب المفرد میں صحیح اسناد کے ساتھ عمران بن حصین سے روایت کیا اور ہیثمی نے صحیح اسناد کے ساتھ عمر بن الخطابؓ سے روایت کیا کہ: ”معاریض جھوٹ سے بچنے کے لئے ہے“۔ اور یہ روایت مرفوع نہیں ہے۔

دوم: وہ جھوٹ جو جائز ہے:

جنگ کے دوران، اور لوگوں یا میاں بیوی کے درمیان صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ یہ اس حدیث کی بنا پر ہے جسے مسلم نے عقبہ بن معیط کی بیٹی ام کلثوم سے روایت کیا، انہوں نے کہا:

«ولم أسمعه يرخص في شيء مما يقول الناس إلا في ثلاث: تعني الحرب، والإصلاح بين الناس، وحديث الرجل امرأته، وحديث المرأة زوجها»	''میں نے رسول اللہ کو لوگوں کے کلام میں ان تین چیزوں کے علاوہ رخصت دیتے ہوئے نہیں دیکھا: جنگ کے دوران، لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے اور جب ایک مرد اپنی بیوی سے اور بیوی اپنے مرد سے بات کرے''۔

- جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الحرب خدعة»	''جنگ دھوکا دہی ہے''۔ (متفق علیہ)

- اسمہ بنت یزیدؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کو بیان کرتے ہوئے سنا:

«أَيُّهَا النَّاسُ مَا يَحْمِلُكُمْ عَلَى أَنْ تَتَابَعُوا فِي الْكَذِبِ كَمَا يَتَتَابَعُ الْفَرَاشُ فِي النَّارِ كُلُّ الْكَذِبِ يُكْتَبُ عَلَى ابْنِ آدَمَ إِلاَّ ثَلاثَ خِصَالٍ رَجُلٌ كَذَبَ عَلَى امْرَأَتِهِ لِيُرْضِيَهَا أَوْ رَجُلٌ كَذَبَ فِي خَدِيعَةِ حَرْبٍ أَوْ رَجُلٌ كَذَبَ بَيْنَ امْرَأَيْنِ مُسْلِمَيْنِ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمَا»	''اے لوگو تمہیں کیا چیز مجبور کرتی ہے کہ تم جھوٹ پر جھوٹ بولے جاتے ہو جیسا کہ ایک پتنگے کے بعد دوسرا پتنگا آگ میں گرتا ہے۔ آدم کے بیٹے کے خلاف ہر جھوٹ لکھ لیا جاتا ہے، جو وہ بولتا ہے ماسوائے ان تین چیزوں کے: ایک شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے جھوٹ بولے یا کوئی شخص جنگ کی چال کے دوران جھوٹ بولے یا کوئی شخص دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولے''۔ (احمد نے اس حدیث کو روایت کیا)

ابن الحجر نے فتح الباری میں بیان کیا: ''علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شوہر کا بیوی سے جھوٹ بولنا یا بیوی کا شوہر سے جھوٹ بولنا ان معاملات میں ہے جو بیوی یا شوہر پر فرض نہ ہوں اور جس کے ذریعے ایک دوسرے کی چیز پر قابض نہ ہو جائے''۔ النووی نے مسلم کی

شرح میں بیان کیا: جہاں تک شوہر کے بیوی کے ساتھ جھوٹ بولنے اور بیوی کے شوہر کے ساتھ جھوٹ بولنے کا تعلق ہے تو اس سے مراد محبت کا اظہار کرنا اور ایسے وعدے کرنا ہے جنہیں پورا کرنا فرض نہیں۔ اور جو چیز بیوی یا شوہر کو منع ہے اور وہ اس کے متعلق جھوٹ بولے یا ایسی چیز حاصل کرنے کی کوشش کرے جو اس کی نہ ہو تو یہ اس موضوع کے تحت نہیں آتا اور مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے۔ مثلاً بیوی کے نفقہ کو پورا کرنے کے فرض کے متعلق شوہر جھوٹ بولتے ہوئے کہے: مجھے بازار میں کوئی کھانے کی چیز نہیں ملی یا جب شوہر بیوی کو بستر کی طرف بلائے تو بیوی جھوٹ بولتے ہوئے کہے کہ میں حیض سے ہوں اور کسی چیز کو حاصل کرنے کی مثال یہ ہے کہ شوہر بیوی کے مال میں سے لے لے اور اس بات کا انکار کرے کہ اس نے کچھ لیا ہے۔ یا بیوی اپنے نفقہ اور بچوں کی معروف ضروریات کے علاوہ شوہر کے مال میں سے لے لے اور اس بات کا انکار کرے کہ اس نے کچھ لیا ہے۔

(2) وعدہ خلافی کرنا:

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«آية المنافق ثلاث إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا ائتمن خان»	”منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب اسے کسی چیز پر امانت دار بنایا جائے تو وہ خیانت کرے“۔ (متفق علیہ)

یہاں نفاق عمل سے متعلق ہے اور یہ تکذیب سے متعلق نہیں یعنی یہ عقیدہ کا نفاق نہیں۔ جہاں تک عقیدہ میں نفاق کا تعلق ہے تو یہ کفر ہے، اللہ اس سے محفوظ رکھے۔

(3) فحش اور بد گوئی:

- عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«...مهلاً يا عائشة عليك بالرفق، وإياك والعنف والفحش...»	”...اے عائشہ آرام کے ساتھ! نرمی اختیار کرو اور سختی اور بد گوئی سے بچو...“ (بخاری)

● اور مسلم کی روایت میں ہے:

«... مهْ يا عائشة، فإن الله لا يحب الفحش والتفحش ...»	"...اے عائشہ ٹھہر جاؤ! کیونکہ اللہ بد گوئی کو پسند نہیں کرتا..."۔(متفق علیہ)

● عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... إن شر الناس منزلة عند الله من تركه أو ودعه الناس اتقاء فحشه»	"...اللہ کی نظر میں بد ترین لوگ وہ ہیں جنہیں لوگ ان کی بد گوئی کے خوف سے چھوڑ دیں"۔(متفق علیہ)

● عیاض بن حمار المجاشعیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے خطبے میں فرمایا:

«... وأهل النار خمسة ... والشنظير الفاحش ...»	"...پانچ طرح کے لوگ اہل نار میں سے ہیں...اور جو شنظیر ہو اور فحش بکنے والا ہو..."۔(شنظیر سے مراد برے اخلاق والا ہے۔ مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... وإن الله يبغض الفاحش البذيء»	"...بے شک اللہ بے ہودہ گو شخص کو ناپسند کرتا ہے"۔

(احمد نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا، ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور اسے حسن صحیح قرار دیا۔ اور حاکم اور ابنِ حبان نے بھی اپنی صحیح میں یہ حدیث روایت کی ہے)

● ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الحياء من الإيمان، والإيمان في الجنة، والبذاء من الجفاء، والجفاء في النار»	"حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں (لے جاتا) ہے۔ اور بد گوئی غلاظت میں سے ہے اور غلاظت جہنم کی آگ میں (لے جاتی) ہے"۔

(احمد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیااور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہااور ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیااور حاکم نے بھی اسے روایت کیا)

- ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ليس المؤمن بالطعان، ولا اللعان، ولا الفاحش، ولاالبذيّ»	''مومن طعنہ زنی کرنے ولا، لعنت کرنے والا، بیہودہ بات کرنے والا اور بد کلامی کرنے والا نہیں ہوتا''۔(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیااور حسن قرار دیا)

(4)فضول بک بک کرنا:

- مغیرہ بن شعبہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

«إن الله كره لكم ثلاثاً: قيل وقال، وإضاعة المال، وكثرة السؤال»	''اللہ اس بات سے نفرت کرتا ہے کہ تم یہ تین باتیں کرو: فضول کثرت کلام کرنا، مال کو ضائع کرنااور سوال میں کثرت کرنا''۔(متفق علیہ)

- جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن من أحبكم إلي، وأقربكم مني مجلساً يوم القيامة: أحاسنكم أخلاقاً، وإن أبغضكم إلي وأبعدكم مني يوم القيامة: الثرثارون والمتشدقون والمتفيهقون»	''قیامت کے دن وہ لوگ مجھے سب سے عزیزاور میرے سب سے قریب ہوں گے جن کے اخلاق تم میں سب سے بہتر ہیں۔اور قیامت کے دن سب سے ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے دور وہ لوگ ہوں گے جو فضول بکتے ہیں اور بلا احتیاط مسلسل گفتگو کرتے ہیں اور متکبر ہیں''۔(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیااور کہا یہ حدیث حسن ہے)

- ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إن العبد ليتكلم بالكلمة ما يتبين فيها، يزل بها في النار أبعد ما بين المشرق والمغرب»

"بے شک ایک بندہ کوئی الفاظ اپنے منہ سے نکالتا ہے اور اسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، جبکہ ان الفاظ کی وجہ سے وہ جہنم میں اس دوری سے بھی زیادہ دور جا گرتا ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہے"۔(متفق علیہ)

(5)کسی مسلمان یا مسلمانوں کو حقیر سمجھنا:

- ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم»

"...ایک مسلمان کے لئے یہ گناہ ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے"۔(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

(6)کسی مسلمان کا مذاق اڑانا:

- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ آپس میں کسی پر تہمت لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے پکارو۔ ایمان کے بعد بُرا نام رکھنے کا عمل گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں"(الحجرات 11:)

- حسنؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن المستهزئين بالناس، يفتح لأحدهم في الآخرة باب من الجنة، فيقال له: هلم هلم، فيجيء بكربه وغمه، فإذا جاءه أغلق دونه، ثم يفتح له باب آخر، فيقال له: هلم هلم، فيجيء بكربه وغمه، فإذا جاءه أغلق دونه، فما يزال كذلك، حتى إن أحدهم ليفتح له باب من أبواب الجنة فيقال هلم فما يأتيه من الإياس»

"بے شک جو لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں ان میں سے ایک کے لئے جنت میں سے ایک دروازہ کھولا جائے گا۔ اور پھر ان سے کہا جائے گا: آؤ آؤ۔ پس وہ شخص اپنی تمام تر بے چینی اور غم کے ساتھ آئے گا۔ لیکن جب وہ دروازے تک پہنچے گا تو دروازہ اس پر بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس کے لئے ایک اور دروازہ کھولا جائے گا اور پھر اس سے کہا جائے گا: آؤ، آؤ۔ پس وہ اپنی تمام تر بے چینی اور غم کے ساتھ آئے گا۔ لیکن جب وہ دروازے تک پہنچے گا تو دروازہ اس پر بند کر دیا جائے گا۔ ایسا ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اس کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: آؤ تو وہ اس مایوسی میں سے نہیں نکلے گا (کہ وہ جنت میں کبھی داخل ہو سکے گا)"۔

(بیہقی نے اس حدیث کو شعب الایمان میں روایت کیا، جس کی اسناد حسن اور مرسل ہے)

(7) کسی مسلمان سے دشمنی ظاہر کرنا:

- واثلہ بن الاسقعؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا تظهر الشماتة لأخيك، فيرحمه الله ويبتليك»

"اپنے (مسلمان) بھائی کے خلاف دشمنی کا اظہار مت کرو، ورنہ اللہ اس پر رحمت کرے گا اور تمہیں مصیبت میں مبتلا کر دے گا"۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

(8) غداری کرنا:

- عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كان فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: ... وإذا عاهد غدر ...»

''چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی میں پائی جائیں تو وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو اس میں نفاق کی خصلتوں میں سے ایک خصلت موجود ہے، جب تک کہ وہ اسے ترک نہ کردے... اور جب وہ وعدہ کرے تو اس سے پھر جائے..''(متفق علیہ)

- ابنِ مسعود، ابنِ عمر اور انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لكل غادر لواء يوم القيامة يقال: هذه غدرة فلان»

''ہر غدار کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں فلاں کی غداری ہے''۔(متفق علیہ)

- ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لكل غادر لواء عند إسته يوم القيامة، يرفع له بقدر غدره، ألا ولا غادر أعظم غدراً من أمير عامة»

''قیامت کے دن ہر غدار کے کولہے سے ایک جھنڈا باندھا جائے گا، جسے اس کی غداری کے درجے کے مطابق بلند کیا جائے گا۔ اور جان لو کہ کوئی غداری اس سے بڑھ کر نہیں کہ ایک حکمران اپنی عوام سے غداری کرے''۔(اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا)

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے:

«ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة: رجل أعطى بي ثم غدر ...»

''تین طرح کے لوگوں سے میں قیامت کے دن جھگڑوں گا: وہ شخص جو میرا نام لے کر عہد کرے اور پھر غداری کرے...''(بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

● یزید بن شریک بیان کرتے ہیں کہ میں نے علیؓ کو منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو یہ خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ، ''اللہ کی قسم! ہمارے پاس اللہ کی کتاب کے علاوہ کوئی کتاب نہیں جسے ہم پڑھیں، ماسوائے جو اس صفحے میں درج ہے'' جسے انہوں نے کھولا۔ اس میں اونٹ کے دانت اور جانوروں کی ٹانگ کی ہڈیاں تھیں اور ان پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی لکھا تھا:

«ذمة المسلمين واحدة، يسعى بها أدناهم، فمن أخفر مسلماً فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل الله منه يوم القيامة عدلاً ولا صرفا ...»	''مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے جو ان میں سے ادنیٰ شخص بھی دے سکتا ہے۔ پس جس نے بھی مسلمان کی طرف سے دی ہوئی امان کے وعدے کو توڑ ڈالا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن اللہ اس سے یہ قبول نہیں کرے گا نہ اس کے برابر اور نہ اس کی تلافی''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما نقض قوم العهد إلا كان القتل بينهم ...»	''کوئی قوم عہد شکنی نہیں کرتی مگر یہ کہ اس کے نتیجے میں ان کے بیچ خون ریزی ہوتی ہے''۔

(حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا)

● عمرو بن الحمق بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«أيما رجل أمّن رجلاً على دمه، ثم قتله فأنا من القاتل بريء وإن كان المقتول كافراً»	''اگر کسی بھی شخص نے کسی شخص کو امان دی لیکن پھر اسے قتل کر دیا تو میرا اس قاتل سے کوئی واسطہ نہیں، خواہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو''۔ (ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا)

● ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من قتل نفساً معاهدة بغيرحقها لم يرح رائحة الجنة،وإن ريح الجنة ليوجد من مسيرة خمس مئة عام»

''جس نے کسی ایسے شخص کو ناحق قتل کیا جس کے ساتھ امان کا معاہدہ تھا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا، اگرچہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت کے فاصلے سے سونگھی جائے گی''۔

ایک اور روایت میں ہے:

«من قتل معاهداً في عهده ، لم يرح رائحة الجنة، وإن ريحها ليوجد من مسيرة خمسمئة عام»

''جس نے اہلِ معاہدہ کو اس معاہدے کے عرصے کے دوران قتل کر دیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا جبکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی''۔(ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا)

(9) احسان جتلانا:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى﴾

''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو جتلا کر اور (ان کے ذریعے) اذیت دے کر انہیں ضائع مت کرو''۔(البقرہ:264)

- ابوذرؓ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا:

«ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة، ولا ينظر إليهم، ولا يزكيهم، ولهم عذاب أليم، قال فقرأها رسول الله ﷺ ثلاث مرات، قال أبو ذر: خابوا وخسروا، من هم يا رسول الله؟ قال المسبل، والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب»

''تین طرح کے لوگوں سے اللہ قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ ان کی طرف نگاہ ڈالے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔(ابوذر نے بیان کیا کہ) رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ دوہرائے۔ابوذرؓ نے کہا: وہ تباہ ہوگئے اور خسارے میں رہ گئے، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ لوگ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

وہ جو اپنے آزار کو لٹکاتا ہے، جو دوسرے پر کیے ہوئے احسان پر فخر کرتا ہے اور جو جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچتا ہے"۔ (مسلم)

(10) حسد:

حسد کے معانی ہیں کہ ایک شخص یہ تمنا کرے کہ دوسرے شخص کو جو نعمت حاصل ہے وہ اس سے چھن جائے۔ جہاں تک یہ بات ہے کہ ایک شخص یہ خواہش کرے کہ اس کے پاس بھی وہ ہو جو کسی اور شخص کے پاس ہے تو یہ رشک ہے اور یہ جائز ہے۔

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَآ آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾	"کیا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنے فضل میں سے عطا کیا ہے"۔ (النساء: 54)

- اور فرمایا:

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾	"اور حاسدوں کے شر سے جب وہ حسد کریں"۔ (الفلق: 5)

- انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... ولا تحاسدوا ...»	"... اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو ..." (متفق علیہ)

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يجتمع في جوف عبد مؤمن غبار في سبيل الله وفيح جهنم، ولا يجتمع في جوف عبد الإيمان والحسد»	"اللہ کی راہ میں جہاد سے اٹھنے والا غبار اور جہنم کا دھواں (مومن) بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے اور ایمان اور حسد (مومن) بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے"۔ (اس حدیث کو احمد، بیہقی، نسائی اور ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا)

● ضمرۃ بن ثعلبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لايزال الناس بخيرما لم يتحاسدوا»	”لوگ خیر پر قائم رہیں گے جب تک وہ ایک دوسرے سے حسد نہیں کریں گے“۔

(طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا جس کے متعلق منذری اور ہیثمی نے کہا کہ اس کی اسناد کے رجال ثقہ ہیں)

● زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«دب إليكم داء الأمم قبلكم: الحسد والبغضاء، والبغضاء هي الحالقة، أما إني لا أقول تحلق الشعر ولكن تحلق الدين»	”گزشتہ قوموں کی بیماریاں تم میں سرایت کر جائیں گی یعنی حسد اور بغض۔ اور بغض مونڈھنے والا ہے۔ میں نہیں کہہ رہا کہ یہ بال مونڈھ دیتا ہے بلکہ یہ دین کو مونڈھ دیتا ہے“۔

(بیہقی نے شعب الایمان میں اور بزار نے اس حدیث کو روایت کیا۔ ھیثمی اور منذری نے بیان کیا ہے کہ اس کی اسناد جید ہیں)

● عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

«قيل يا رسول الله أي الناس أفضل؟ قال كل مخموم القلب صدوق اللسان. قالوا صدوق اللسان نعرفه فما مخموم القلب؟ قال: هو التقي النقي، لا إثم فيه ولا بغي، ولا غلّ، ولا حسد»	”(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) سوال کیا گیا کہ کون سے لوگ افضل ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہر مخموم القلب اور زبان کا سچا۔ انہوں نے پوچھا: ہم جانتے ہیں کہ زبان کا سچا ہونا کیا ہے لیکن مخموم القلب کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ سے ڈرنے والا صاف ستھرا قلب جس میں کوئی گناہ، ناانصافی، نفرت یا حسد موجو نہ ہو“۔

(ابن ماجہ نے اس حدیث کو روایت کیا اور منذری نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے)

(11) دھوکہ دہی:

● ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«من غشنا فليس منا»

”دھوکہ دینے والا ہم میں سے نہیں“۔(متفق علیہ)

- معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«ما من عبد يسترعيه الله رعية فيموت يوم يموت وهو غاش لرعيته إلا حرم الله عليه الجنة»

”اگر اللہ کسی بندے کو لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کی ذمہ داری دے اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ لوگوں کو دھوکہ دے رہا تھا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی“۔(متفق علیہ)

(12) دغا بازی:

- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«من غشنا فليس منا، والمكر والخداع في النار»

”دھوکہ دینے والا ہم میں سے نہیں۔ مکر اور دغا بازی (جہنم کی) آگ میں ہیں“۔(ابنِ حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا)

- عیاض بن حمار المجاشعیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

«... وأهل النار خمسة: ... ورجل لا يصبح ولا يمسي إلا وهو يخادعك عن أهلك ومالك ...»

”...اہل جہنم پانچ ہیں...اور وہ شخص جو تمہارے کنبے اور تمہارے مال میں تمہیں صبح و شام دغا دیتا ہے...“(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا کہ وہ خرید و فروخت میں دغا دیتا ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«من بايعت فقل لاخلابة»

”تم جس کے ساتھ خرید و فروخت کرو (اس سے) کہو کہ اس سودے میں کوئی دغا بازی نہیں“۔(متفق علیہ)

- ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ:

«نهى عن النجش»	”رسول اللہ ﷺ نے نجش سے منع فرمایا ہے“۔(متفق علیہ)

النووی نے بیان کیا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیزوں کی زیادہ قیمت لگاتا ہے اس وجہ سے نہیں کہ وہ زیادہ قیمت دینے کی خواہش رکھتا ہے بلکہ وہ دوسرے خریداروں کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا کرتا ہے۔ ابن قتیبہ نے بیان کیا: نجش کی اصل ختل ہے جس کے معانی ہیں دھوکہ دینا۔

(13) اللہ کے سوا کسی اور وجہ سے غصہ کرنا:

- ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا:

«أن رجلاً قال للنبي ﷺ أوصني قال: لا تغضب، فردد مراراً قال: لا تغضب»	”اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے نصیحت کریں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: غصہ مت کرو۔ اس شخص نے تین مرتبہ اپنا سوال دہرایا۔ آپؐ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا: غصہ مت کرو“۔(بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ليس الشديد بالصُّرَعَة، إنما الشديد من يملك نفسه عند الغضب»	”طاقتور وہ شخص نہیں جو کسی دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھے“۔(متفق علیہ)

- ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ساتھ نمازِ عصر ادا کی اور اس کے بعد ہمیں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے... ہم نے آپؐ کے یہ الفاظ ذہن نشین کر لئے جو آپ نے اُس دن کہے:

«ألا إن بني آدم خلقوا على طبقات، ألا وإن منهم البطيء الغضب السريع الفيء، ومنهم سريع الغضب سريع الفيء، فتلك بتلك، ألا وإن منهم سريع الغضب بطيء الفيء، ألا	”جان لو کہ بنی آدم کو مختلف قسموں کا بنایا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ ہیں جو دیر سے غصے میں آتے ہیں اور جلدی ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اور کچھ جلدی غصے میں آتے ہیں اور جلدی ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ پس ایک

وخيرهم بطيء الغضب سريع الفيء، وشرهم سريع الغضب بطيء الفيء، ألا وإن الغضب جمرة في قلب ابن آدم، أما رأيتم إلى حمرة عينيه وانتفاخ أوداجه، فمن أحسّ بشيء من ذلك، فليلصق بالأرض»

دوسرے سے برابر ہے۔اور کچھ وہ ہیں جو جلدی غصے میں آتے ہیں اور دیر سے ٹھنڈے ہوتے ہیں، لیکن ان میں سے سب سے بہتر وہ ہیں جو دیر سے غصے میں آتے ہیں اور جلدی ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور ان میں سے بدترین وہ ہیں جو جلدی غصے میں آتے ہیں اور دیر سے ٹھنڈے پڑتے ہیں۔اور جان لو کہ غصہ ابن آدم کے قلب میں دہکتے ہوئے انگارے کی مانند ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں۔پس اگر کسی کو ایسی حالت کا سامنا ہو تو وہ زمین سے چمٹ جائے"۔(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا، اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

● ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما من جرعةأعظم عند الله من جرعة غيظ، كظمها عبد ابتغاء وجه الله»

"اللہ کی نظر میں غصے کے گھونٹ سے بڑھ کر کوئی اور گھونٹ نہیں کہ جس غصے کو اللہ کا بندہ اللہ کی خاطر پی لیتا ہے"۔

(ابنِ ماجہ نے اس حدیث کو روایت کیا۔ہیثمی نے بیان کیا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں اور منذری نے بیان کیا کہ صحیح احادیث کے لیے یہ راوی قابل حجت ہیں)

● ابنِ عباسؓ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد:

﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

"اچھائی کے ذریعے (برائی کو) دور کرو"۔(الفصلت:34)

کے متعلق فرمایا: "اس سے مراد یہ ہے کہ غصے کی حالت میں صبر کیا جائے اور تکلیف پہنچنے پر معاف کر دیا جائے۔اور اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ انہیں محفوظ رکھے گا اور ان کے دشمن زیر دست ہو جائیں گے"۔(بخاری نے اس حدیث کو معلق اسناد کے ساتھ روایت کیا)

(14) مسلمانوں کے متعلق بُرا گمان رکھنا:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾	”اے ایمان والو! بدگمانی میں کثرت سے اجتناب کرو۔ بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں“۔(الحجرات:12)

ابنِ عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ اللہ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے متعلق بدگمانی کرے۔

● ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث»	”بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے“۔(متفق علیہ)

● کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی کرنا جو بظاہر اچھا اور صالح ہو، جائز نہیں۔ بلکہ مندوب یہ ہے کہ اس کے متعلق حسنِ ظن رکھا جائے۔ جہاں تک ایسے مسلمان کا تعلق ہے جو بُرا معلوم ہو تو اس کے متعلق برا گمان رکھنا جائز ہے، کیونکہ بخاری نے عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما أظن فلاناً وفلاناً يعرفان من ديننا شيئاً»	”میں نہیں گمان کرتا کہ فلاں اور فلاں شخص کو ہمارے دین کا کچھ بھی علم ہے“۔

● اور ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

«من ديننا الذي نحن عليه»	”(وہ) اس دین کے متعلق کچھ بھی جانتے جس پر ہم چل رہے ہیں“۔

بخاری نے بیان کیا کہ لیث بن سعد نے کہا کہ یہ دو لوگ منافقین میں سے تھے۔

(15) دوُرخا ہونا:

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... وتجدون شر الناس ذا الوجهين الذي يأتي هؤلاء بوجه وهؤلاء بوجه»	''سب سے برے لوگ دوُرخے لوگ ہیں، جو کچھ لوگوں کو ایک رخ دکھاتے ہیں اور کچھ لوگوں کو دوسرا رخ دکھاتے ہیں''۔ (متفق علیہ)

- محمد بن زید سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے میرے دادا عبداللہ بن عمرؓ سے کہا:

«إنا ندخل على سلاطيننا، فنقول لهم بخلاف ما نتكلم إذا خرجنا من عندهم قال: كنا نعد هذا نفاقاً على عهد رسول الله ﷺ»	''ہم جب سلاطین کے پاس ہوتے ہیں تو اس کے خلاف کہتے ہیں جو ہم ان کے پاس سے اٹھ آنے کے بعد کہتے ہیں۔ تو ابن عمر نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم اسے نفاق تصور کرتے تھے''۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

- عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من كان له وجهان في الدنيا، كان له يوم القيامة لسانان من نار»	''جس کے دنیا میں دو رخ ہوں گے قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی''۔

(ابوداؤد اور ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا)

(16) ظلم:

- ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الظلم ظلمات يوم القيامة»	''قیامت کے دن ظلم تاریکی کی شکل میں ہوگا''۔ (متفق علیہ)

- ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الله يملي للظالم فإذا أخذه لم يفلته»	''اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے، لیکن جب وہ اسے پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا''۔(متفق علیہ)

اور اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾	''تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے''۔(ہود:102)

- ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ کو یمن بھیجا اور کہا:

«اتق دعوة المظلوم فإنه ليس بينها وبين الله حجاب»	''مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں''۔(متفق علیہ)

- ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے:

«يا عبادي إني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرماً فلا تظالموا ...»	''اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو''۔(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«من كانت عنده مظلمة لأخيه من عرض، أو من شيء،فليتحلله منه اليوم، من قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم تكن له	''جس نے بھی اپنے بھائی کی عزت یا کسی اور چیز کی بابت ظلم کیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ابھی اس سے معافی طلب کر لے، اس دن سے قبل جب اس کے پاس نہ دینار ہوں گے اور نہ ہی درہم۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس ظلم کے برابر اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی۔ اور

حسنات أخذ من سيئات صاحبه، فحمل عليه»	اگر اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہو گی تو دوسرے شخص کے گناہ اس کے اوپر ڈال دیے جائیں گے''۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

● ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«المسلم أخو المسلم، لا يظلمه، ولا يخذله، ولا يحقره، التقوى ههنا التقوى ههنا، ويشير إلى صدره، بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وعرضه وماله»	''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا اور نہ ہی اس کی تحقیر کرتا ہے۔ آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، ایک مسلمان کے لئے یہ گناہ ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ ایک مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون، اس کی عزت اور اس کا مال''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثلاثة لا ترد دعوتهم الصائم حتى يفطر، والإمام العادل، ودعوة المظلوم يرفعها الله فوق الغمام ويفتح لها أبواب السماء، ويقول الرب: وعزتي لأنصرنك ولو بعد حين»	''تین لوگوں کی دعا کو اللہ رد نہیں فرماتا: روزہ دار جب تک کہ وہ روزے کی حالت میں ہے، عادل حکمران اور مظلوم کی دعا۔ اللہ اس کی دعا کو بادلوں سے اوپر اٹھاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولتا ہے۔ رب فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت کی قسم، میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ یہ کچھ دیر بعد ہی ہو''۔

(احمد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور موخر الذکر نے اسے حسن قرار دیا۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے)

● عقبہ بن عامر الجھنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثلاثة تستجاب دعوتهم: الوالدوالمسافروالمظلوم»

''تین لوگوں کی التجاء کا جواب دیا جاتا ہے، والد، مسافر اور مظلوم''۔

(طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا۔ منذری نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔ اور ہیثمی نے کہا کہ اس حدیث کے رجال صحیح ہیں سوائے عبداللہ بن یزید الازرق کے لیکن وہ بھی قابل اعتماد ہیں)

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«دعوة المظلوم مستجابة ، وإن كان فاجراً ففجوره على نفسه»

''مظلوم کی دعا کا جواب دیا جاتا ہے خواہ وہ فاجر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ فجور اس کے اپنے ہی خلاف ہے''۔

(احمد اور منذری نے اس حدیث کو روایت کیا اور ہیثمی نے کہا کہ اس کی اسناد حسن ہیں)

(17) قول و فعل میں تضاد:

- اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ باوجود یہ کہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا تم عقل نہیں رکھتے؟''
(البقرہ:44)

اس آیت میں بنی اسرائیل سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ ہم سے پہلی شریعت کے متعلق ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے ہماری توجہ ان الفاظ کی طرف دلائی ہے جو آیت کے آخر میں ہے یعنی ﴿افلاتعقلون﴾ ''کیا تم عقل نہیں رکھتے''، یعنی جو ان کی طرح کا عمل کرے گا وہ گویا عقل نہیں رکھتا۔ پس یہ خطاب ہمارے لیے بھی ہے۔

- اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ تم ایسی بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو''۔ (الصف:2تا4)

- اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«يؤتى بالرجل يوم القيامة، فيلقى في النار، فتندلق أقتاب بطنه، فيدور بها كما يدور الحمار برحاه، فيجتمع إليه أهل النار، فيقولون: أي فلان ما شأنك؟ أليس كنت تأمر بالمعروف وتنهى عن المنكر؟ فيقول: بلى، قد كنت آمركم بالمعروف ولا آتيه وأنهاكم عن المنكر وآتيه»

''فیصلے کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، اس کے نتیجے میں اسکی آنتیں باہر آ جائیں گی اور وہ بل کھاتا ہوا اور اپنی آنتوں کو پکڑتا ہوا اسطرح گھومے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اہلِ دوزخ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے پوچھیں گے، تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم نہیں دیتے تھے؟ وہ کہے گا یہی معاملہ ہے میں دوسروں کو نیکی کرنے کی ترغیب دیتا تھا مگر خود نہیں کرتا تھا۔ اور انہیں برائی کرنے سے منع کرتا تھا مگر خود برائی کرتا تھا''۔ (متفق علیہ)

- جندب بن عبداللہ الازدیؓ صحابیٔ رسول نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مثل الذي يعلم الناس الخير وينسى نفسه، كمثل السراج يضيء للناس ويحرق نفسه»

''اس شخص کی مثال جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے وہ ایک چراغ کی مانند ہے، جو دوسروں کو روشنی دیتا ہے مگر خود ختم ہو جاتا ہے''۔

(طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا۔ منذری نے کہا کہ اس کی اسناد حسن ہیں اور ہیثمی نے کہا کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں)

(18) دوسروں کو دکھانے کیلئے اپنا تزکیہ کرنا:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا تُزَكُّوٓا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾

"پس تم اپنی پاکیزگی خود بیان نہ کرو، وہ سب سے بہتر جانتا ہے کہ تم میں سے کون شخص اللہ سے ڈرتا ہے"۔(النجم:32)

- محمد بن امر بن عطا نے بیان کیا: میں نے اپنی بیٹی کا نام بَرَّہ رکھا تو زینب بن ابو سلمیٰ نے مجھ سے کہا:

«إن رسول الله ﷺ نهى عن هذا الاسم، وسُميت بَرّة، فقال رسول الله ﷺ : لا تزكوا أنفسكم، الله أعلم بأهل البِر منكم، فقالوا بمَ نسميها؟ فقال: سموها زينب»

"میں بھی بَرَّہ کہلاتی تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع فرمایا اور کہا خود کو پاک صاف مت کہو۔ یہ صرف خدا ہی ہے جو تمہارے مابین متقی لوگوں کو جانتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: تو پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ نے فرمایا: اس کا نام زینب رکھو"۔(مسلم سے مروی ہے)

تزکیہ، قابل ملامت اس وقت ہے جب اس کی کوئی جائز وجہ نہ ہو۔ یہ تفاخر ہے جو اپنی ذات پر گھمنڈ کرنے کا نتیجہ ہے۔ جہاں تک اس صورتِ حال کا تعلق ہے کہ جب اپنی پاکیزگی کو بیان کرنے کی شرعی ضرورت موجود ہو یعنی شرع نے اس کی اجازت دی ہو تو تب ایسا کرنا جائز ہے۔ جو درج ذیل صورتوں میں ہو سکتا ہے:

(ا) نبوت کے منصب کا حامل ہونا: جسے اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مرتبے کو بیان کریں کیونکہ دنیا و آخرت میں نبوت کا منصب اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اپنے اس مقام کو لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے۔ جیسا کہ انسؓ کی اس حدیث سے ظاہر ہے جسے بخاری نے روایت کیا:

«جاء ثلاثة رهط إلى بيوت أزواج النبي ﷺ ، يسألون عن عبادة النبي ﷺ ، فلما أخبروا كأنهم تقالوها، فقالوا وأين نحن من النبي ﷺ ، قد غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر، قال أحدهم: أما أنا فإني أصلي الليل أبداً، وقال آخر: وأنا أصوم

"تین اشخاص کے گروہ نے نبی ﷺ کی ازواج سے دریافت کیا کہ وہ تنہائی میں کیا (عبادت) کرتے ہیں؟ آپ کی عبادت سے مطلع ہونے پر انہوں نے محسوس کیا کہ یہ کم ہے۔ لہٰذا انہوں نے کہا، ہم نبی کے مقابلے میں کیا ہیں کیونکہ اللہ نے انکے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ پس ان میں سے ایک نے کہا: میں پوری زندگی روزے

الدهر ولا أفطر، وقال آخر: أنا أعتزل النساء فلا أتزوج أبداً، فجاء رسول الله ﷺ ، فقال أنتم الذين قلتم كذا وكذا، أما والله إني لأخشاكم لله وأتقاكم له، ولكني أصوم وأفطر، وأصلي وأرقد، وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني»

رکھوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں عبادت کروں گا اور کبھی نہیں سوؤں گا۔ اور تیسرے نے کہا: میں کبھی کسی عورت سے شادی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کیا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے یہ کچھ کہا ہے۔ اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں مگر میں عبادت کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ میں روزہ رکھتا ہوں اور روزہ افطار بھی کرتا ہوں اور میری بیویاں بھی ہیں۔ تو جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ میں سے نہیں"۔

- اور جیسا کہ ابوہریرہؓ سے مروی حدیث میں ہے:

«أنا سيد القوم يوم القيامة»

"قیامت کے دن میں انسانیت کا سردار ہوں گا"۔ (متفق علیہ)

- اسی طرح مسلم نے یہ حدیث روایت کی:

«أنا سيد الناس يوم القيامة، أنا سيد الناس يوم القيامة»

"میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا"۔ (متفق علیہ)

- اور ابوسعیدؓ کی یہ حدیث جسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا:

«أنا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر، وبيدي لواء الحمد ولا فخر، وما من نبي يومئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائي، وأنا أول من تنشق عنه الأرض ولا فخر»

"میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میں یہ غرور میں نہیں کہتا اور قیامت کے دن میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں یہ فخر سے نہیں کہتا۔ تمام انبیاء بشمول آدمؑ فیصلہ کے دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ مجھے سب سے پہلے زمین سے اٹھایا جائے گا اور میں یہ فخر سے نہیں کہتا"۔

- اور ابوہریرہؓ کی حدیث جسے مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

«أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافع وأول مشفع»

''قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔سب سے پہلے مجھے قبر سے اٹھایا جائے گا،سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے مجھے شفاعت کی اجازت عطا کی جائے گی''۔

- اور مسلم نے واثلہ بن الاسقعؓ سے روایت کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إن الله اصطفى كنانة من ولد إسماعيل، واصطفى قريشاً من كنانة، واصطفى من قريش بني هاشم، واصطفاني من بني هاشم»

''بے شک اللہ نے اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو مرتبہ عطا کیا۔اور اللہ نے کنانہ میں سے قریش کو مرتبہ عطا کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو مرتبہ عطا کیا اور اس نے بنو ہاشم کے قبیلے میں سے مجھے مرتبہ عطا کیا''۔

(ب) ایک عالم کا اپنے مرتبے کو بیان کرنا: تاکہ لوگ اس سے وہ علم حاصل کر لیں جو اس کے پاس ہے، ایسا کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اسکے پاس وہ علم ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہے اور وہ فخر کی بنا پر ایسا نہیں کہتا اور نہ ہی اُس کا مقصد دوسروں پر برتری حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ ابنِ مسعودؓ سے ایک متفق علیہ حدیث مروی ہے:

«ولقد علم أصحاب رسول الله ﷺ أني أعلمهم بكتاب الله، ولو أعلم أن أحداً أعلم به مني لرحلت إليه»

''اصحابِ رسول جانتے تھے کہ میں ان سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے زیادہ اس (کتاب) کا عالم ہوتا تو میں اس کے پاس سیکھنے کے لیے پہنچ جاتا''۔

بخاری نے **أعلمهم بكتاب الله** کے بعد یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں، ''اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں''نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا کہ صحابہؓ نے ابنِ مسعودؓ کی بات کی تردید نہیں کی۔

- عامر بن واثلہ سے مروی حدیث میں بھی ایسا ہی واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا میں نے علیؓ کو کھڑے ہو کر کہتے ہوئے سنا:

«سلوني قبل أن تفقدوني، ولن تسألوا بعدي مثلي، فقام ابن الكواء، فقال: من الذين بدلوا نعمة الله

''مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ تم مجھے کھو دو۔اور میرے بعد تم مجھ جیسے کسی شخص سے نہ پوچھ سکو گے۔ابن الکواء کھڑا ہوا اور پوچھا: وہ کون ہیں جنھوں نے اللہ کی نعمت کو کفر میں تبدیل کر دیا اور اپنے لوگوں

كفراً، وأحلوا قومهم دار البوار؟ قال منافقو قريش، قال فمن الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا، وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعا؟ قال منهم أهل حروراء.»

کو نقصان کے گھر پہنچا دیا؟ آپ نے فرمایا: وہ قریش کے منافقین ہیں۔ اس نے پوچھا: وہ کون ہیں جن کی کوششیں اس دنیا میں ضائع ہو گئیں۔ اور وہ پھر بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اہلِ حروراء ان لوگوں میں سے ہیں''۔

(حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا ہے۔ علیؓ کا یہ قول صحابہؓ کی سماعت کے ذریعے مروی ہے)

(ج) خود سے برائی کو دور کرنے کیلئے اپنی پاکبازی کو بیان کرنا: ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ ابی عبدالرحمن کی حدیث میں ہے، عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ، جو عظیم تابعین میں سے ہیں، سے بخاری نے روایت کیا:

«أن عثمان حين حوصر، أشرف عليهم، وقال: أنشدكم الله ولا أنشد إلا أصحاب النبي ﷺ ألستم تعلمون أن رسول الله ﷺ قال: من حفر رومة فله الجنة فحفرتها، ألستم تعلمون أنه قال من جهز جيش العسرة فله الجنة فجهزتهم، قال فصدقوه بما قال»

''جب عثمانؓ محاصرہ میں تھے، انہوں نے لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا میں اللہ کے واسطے تم سے پوچھتا ہوں اور میں صرف اصحابِ رسول سے پوچھتا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی رومہ کا چشمہ کھودے گا اسے جنت ملے گی، لہٰذا میں نے اسے کھودا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے بھی غزوۂ عسرت کی فوج کو مسلح کیا اسے جنت ملے گی، لہذا میں نے انہیں مسلح کیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس سے اتفاق کیا جو عثمان نے فرمایا''۔

عثمانؓ کے یہ الفاظ صحابہؓ کی موجودگی میں تھے۔ انہوں نے عثمانؓ کی بات کا یقین کیا اور ان کے الفاظ کو قابلِ اعتراض یا خود تعریفی خیال نہ کیا۔

(د) کسی بھی بہتان اور الزام کی تردید کرنا: جیسا کہ ایک متفق علیہ حدیث میں سعدؓ سے مروی ہے:

«إني لأول العرب رمى بسهم في سبيل الله، وكنا نغزو مع النبي ﷺ وما لنا طعام إلا ورق الشجر، حتى إن أحدنا ليضع كما يضع البعير أو الشاة ما له خلط، ثم أصبحت بنو أسد تعزرني على الإسلام، لقد خبت إذاً وضل عملي. وكانوا وشوا به إلى عمر قالوا لا يحسن الصلاة»

”میں عربوں میں سے اولین شخص ہوں جس نے اسلام کی خاطر تیر چلایا۔ ہم نبی ﷺ کے ساتھ مہم پر گئے اور ہمارے پاس کھانے کیلئے درخت کے پتوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے لوگوں کا فضلہ اونٹوں اور بھیڑوں کی طرح کا ہو جاتا تھا۔ پھر بنو اسد نے اسلام پر میری مدد کرنا شروع کر دی۔ اگر ایسا تھا تو میں اس وقت ہی گمراہ ہو جاتا اور میری کوششیں بھٹک جاتیں" سعد نے یہ اس لیے کہا تھا کیونکہ ان لوگوں نے عمرؓ کے سامنے یہ کہہ کر سعد کو بدنام کرنے کی کوشش کی کہ یہ نماز ٹھیک طرح سے نہیں پڑھاتا“۔

(19) لالچ اور بخیلی:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

”اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رہا، ایسے ہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے ہیں“۔ (التغابن:16)

- اور ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۞ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۞ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۞﴾

”اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا اور (بجائے خدا سے ڈرنے کے) بے پرواہی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی اسلام) کو جھٹلایا تو ہم اسے سختی میں مبتلا کر دیں گے“۔ (الَّیْلِ:8تا10)

- جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«... واتقوا الشح، فإن الشح أهلك من كان قبلكم، حملهم على أن سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم»	''کنجوسی سے ڈرو کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کر دیا اور انہیں اپنا خون بہانے اور حرمات کی خلاف ورزی کرنے کی طرف لے گئی''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اللهم إني أعوذ بك من البخل...»	''اے اللہ! میں بخل سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا:

«شر ما في الرجل شح هالع، وجبن خالع»	''کسی شخص کی بدترین برائی شدید کنجوسی اور بکثرت بزدلی ہے''۔(احمد اور ابن حبان نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«... ولا يجتمع شح وإيمان في قلب عبد أبداً»	''... کنجوسی اور ایمان کبھی بھی کسی غلام کے دل میں اکٹھے نہیں رہ سکتے''۔(احمد، ابن حبان اور حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا)

(20) قطع تعلقی اور دشمنی:

- انسؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لا تقاطعوا، ولا تدابروا، ولا تباغضوا، ولا تحاسدوا، وكونوا عباد الله إخواناً، ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث»	''ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ کرو، ایک دوسرے سے پشت مت پھیرو، ایک دوسرے سے نفرت نہ کرو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک مسلمان کے

لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھے"۔(متفق علیہ)

- ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تعرض الأعمال في كل اثنين وخميس، فيغفر الله عز وجل في ذلك اليوم لكل امرئ لا يشرك بالله شيئاً، إلا امرؤ كانت بينه وبين أخيه شحناء، فيقول: اتركوا هذين حتى يصطلحا»	"ہر پیر اور جمعرات کو اللہ کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔اس دن اللہ عزوجل ہر اس شخص کو معاف کردے گا جس نے اس سے شرک نہیں کیا۔سوائے وہ جس کی اپنے بھائی کے ساتھ رنجش ہو۔اللہ کہے گا: ان دونوں کو چھوڑدو جب تک یہ صلح نہ کرلیں"۔(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابوایوبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام»	"ایک مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑ رکھے، جب ان کا سامنا ہو تو ایک، ایک طرف منہ پھیر لے اور دوسرا، دوسری طرف منہ پھیر لے۔دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے"۔

اگر قطع تعلقی اللہ کی خاطر ہے تو اس کی اجازت ہے، مثال کے طور پر یہ بات صحیح اسناد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں سے قطع تعلقی کرنے کا حکم دیا تھا جو تبوک کے معرکہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔

(21) گالی دینا اور لعنت کرنا:

اچھے لوگوں کو گالی دینے کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔تاہم قابل مذمت اوصاف کے حامل شخص کو لعن طعن کرنے کی اجازت ہے، جیسے کہ جب کوئی کہتا ہے: اللہ ظالم پر لعنت کرے یا غیر مسلموں پر اللہ کی لعنت ہو یا یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو یا فاسقوں پر اللہ کی لعنت ہو یا پھر اللہ ان پر لعنت کرے جو مصوری کرتے ہیں اور اسی طرح کے دوسرے لوگ۔

وہ دلائل جو ایک مسلمان پر لعن طعن کرنے کی ممانعت کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

- زید بن ثابت بن ضحاک الانصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«... ولعن المؤمن كقتله»	''مومن کو گالی دینا ایسے ہے جیسے اس کو قتل کرنا''۔(متفق علیہ)

- ابوداؤد نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا يكون اللعانون شفعاء، ولا شهداء يوم القيامة»	''جو گالی دیتے ہیں وہ قیامت کے دن نہ تو شفاعت کرنے والے ہوں گے اور نہ ہی گواہ''۔(مسلم)

- ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«سباب المسلم فسوق »	''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے''۔(متفق علیہ)

- عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إن من أكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه، قيل: يا رسول الله وكيف يلعن الرجل والديه؟ قال: يسب أبا الرجل فيسب أباه، ويسب أمه فيسب أمه»	''کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے والدین کو گالی دے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کوئی آدمی کیسے اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: کہ وہ کسی اور کے والد کو گالی دے اور وہ جواب میں اس کے والد کو گالی دے یا وہ کسی کی والدہ کو گالی دے اور پھر وہ جواب میں اس کی والدہ کو گالی دے''۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

اور جہاں تک مخصوص لوگوں پر لعنت کرنے کے جواز کا تعلق ہے تو اس کے متعلق قرآن سے دلائل ذیل میں ہیں:

- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ﴾	''بنی اسرائیل میں سے جو کافر تھے داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے ان پر لعنت کی گئی تھی۔ کیونکہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے''۔(المائدہ:78)

- اور ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِينَ﴾	''بے شک کافروں پر اللہ کی لعنت ہے''۔(الاحزاب:64)

- اور ارشاد ہے:

﴿كَمَا لَعَنَّا أَصْحٰبَ السَّبْتِ﴾	''جیسے ہم نے اصحابِ سبت پر لعنت کی تھی''۔(النساء:47)

- اور ارشاد ہے:

﴿لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ﴾	''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو''۔(آل عمران:61)

- اور ارشاد ہے:

﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِينَ﴾	''سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے''۔(ہود:18)

- اور ارشاد ہے:

﴿أُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ﴾	''ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں''۔(البقرہ:159)

اور جہاں تک سنت سے دلائل کا تعلق ہے تو وہ یہ ہیں:

- عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لعن الله اليهود والنصارى، اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد»

"اللہ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت کی جگہیں بنالیا"۔(متفق علیہ)

- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لعن الله اليهود، حرمت عليهم الشحوم فجملوها فباعوها»

"اللہ نے یہودیوں پر لعنت کی۔اللہ نے انہیں مردار کی چربی سے منع کیا لیکن انہوں نے اسے پگھلایا اور بیچ ڈالا"۔(متفق علیہ)

- ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لعن الله السارق، يسرق البيضة فتقطع يده، ويسرق الحبل فتقطع يده»

"چور پر اللہ کی لعنت ہو،وہ ڈھال چراتا ہے اور اپنا ہاتھ کٹوالیتا ہے اور رسی چراتا ہے اور اپنا ہاتھ کٹوالیتا ہے"۔(متفق علیہ)

- ابن عمرؓ سے مروی ہے:

«لعن النبي ﷺ الواصلة، والمستوصلة، والواشمة، والمستوشمة»

"نبی ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت کی جو دوسری عورتوں کے بال اپنے بالوں کے ساتھ جوڑتی ہیں اور جو اپنے بال دوسری عورتوں کے بالوں کے ساتھ جوڑتی ہیں اور وہ جو جسم پر نقش بناتی ہیں اور جو نقش بنواتی ہیں"۔(متفق علیہ)

- ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ:

«لعن رسول الله ﷺ المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال»

"رسول اللہ ﷺ نے ان آدمیوں پر لعنت کی جو عورتوں کی شباہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی شباہت اختیار کرتی ہیں"۔

● ایک اور روایت میں ہے:

«لعن النبي ﷺ المخنثين من الرجال، والمترجلات من النساء، وقال أخرجوهم من بيوتكم»	”نبی ﷺ نے مخنث مردوں پر لعنت کی اور ان عورتوں پر جو مردوں کے طور طریقے اپناتی ہیں، اور آپ ﷺ نے کہا: انہیں اپنے گھروں سے باہر نکال دو“۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

● ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

«لعن رسول الله ﷺ من مثل بالحيوان»	”رسول اللہ ﷺ نے ان پر لعنت کی جو جانوروں کا مثلہ کرتے ہیں“۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

● ابن عمرؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لعن الله من اتخذ شيئاً فيه الروح غرضاً»	”رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعنت کی جو کسی ذی روح کو نشانے بازی کے لیے ہدف کے طور پر مقرر کرتا ہے“۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● جابرؓ نے بیان کیا کہ:

«لعن رسول الله ﷺ آكل الربا، وموكله، وكاتبه، وشاهديه، وقال هم سواء»	”اللہ نے سود لینے والے، دینے والے، سود کے سودے کو ضبطِ تحریر میں لانے والے اور اس پر گواہ بننے والے پر لعنت کی اور آپ نے فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں“۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

(22) چھوٹے گناہوں کو کر گزرنا:

● سہل بن سعدؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إياكم ومحقرات الذنوب، فإنما مثل محقرات الذنوب، كمثل قوم نزلوا بطن واد، فجاء ذا بعود، وجاء ذا بعود، حتى حملوا ما أنضجوا به خبزهم، وإن محقرات الذنوب متى يؤخذ بها صاحبها تهلكه»

''چھوٹے گناہوں سے بچو۔ جن کو اکثر حقیر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ چھوٹے گناہوں کو کرنیوالے لوگوں کے ایک گروہ کی مانند ہیں جنہوں نے وادی میں ڈیرہ لگایا۔ ان میں سے ایک لکڑی کا ٹکڑا لایا۔ اور دوسرا لکڑی کا ایک اور ٹکڑا لایا، حتّٰی کہ انہوں نے اتنا جمع کر لیا کہ وہ اپنا کھانا پکا سکیں۔ اگر ایک شخص کا صغیرہ گناہوں کے متعلق حساب کیا جائے تو وہ اسے تباہ کر دیں گے''۔

(احمد نے اس حدیث کو روایت کیا۔ ہیثمی نے کہا کہ اس کے راوی صحیح ہیں اور منذری نے کہا کہ اس کے راوی صحیح احادیث کے لیے قابل حجت ہیں)

- عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إياك ومحقرات الذنوب، فإن لها من الله طالباً»

''چھوٹے گناہوں سے بچو، کیونکہ کچھ لوگ اللہ سے کہیں گے کہ وہ ان کے متعلق حساب کرے''۔

(نسائی، ابنِ ماجہ اور ابنِ حبان کی صحیح سے مروی ہے۔ ہیثمی نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں اور راوی ثقہ ہیں)

- انسؓ نے کہا:

«إنكم لتعملون أعمالاً هي أدق في أعينكم من الشعر، إن كنا لنعدها على عهد النبي ﷺ من الموبقات»

''تم وہ کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں ایک بال سے بھی کمتر ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم انہیں ایسی چیز گردانتے تھے جو کسی آدمی کو تباہ کر دے''۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

(23) مطالبہ کے باوجود ایک امیر آدمی کا کسی کے حق کو ادا نہ کرنا:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ﴾

''اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دے دے) تو امانت دار کو چاہیے کہ وہ صاحبِ امانت کو امانت ادا کر دے''۔ (البقرہ:283)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مطل الغني ظلم، وإذا أتبع أحدكم على مليء فليتبع»

''ایک امیر آدمی کی طرف سے ادائیگی میں تاخیر ظلم ہے۔اور جب تم میں سے کسی شخص کو ایک امیر آدمی کی طرف مال کی ادائیگی کے لیے بھیجا جائے تو تم اسے اس شخص کی طرف جانے دو''۔(متفق علیہ)

- شرید بن سوید الثقفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ليّ الواجد يحل عرضه وعقوبته»

''امیر آدمی کی جانب سے قرض کی ادائیگی میں تاخیر اس کی عزت کو حلال بناتی ہے اور اسے سزا دینے کو بھی''۔

(ابنِ حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔یہ حدیث احمد، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ سے بھی مروی ہے)

- ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثلاثة يحبهم الله وثلاثة يبغضهم الله»

''تین لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور تین ایسے ہیں جن سے اللہ نفرت کرتا ہے''۔

ابوذر نے اس حدیث کو بیان کیا یہاں تک کہ وہ حدیث کے اس حصے تک پہنچے:

«والثلاثة الذين يبغضهم الله: الشيخ الزاني، والفقير المختال، والغني الظلوم»

''وہ تین جن سے اللہ نفرت کرتا ہے وہ یہ ہیں: بوڑھا زانی، غریب متکبر شخص، اور ظالم امیر آدمی''۔

(ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا ہے)

(24) بری ہمسائیگی:

● ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«والله لا يؤمن، والله لا يؤمن، والله لا يؤمن، قيل: من يا رسول الله؟ قال: الذي لا يأمن جاره بوائقه»	''اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان والا نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان والا نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان والا نہیں۔ ان سے کہا گیا: اے اللہ کے نبی وہ کون شخص ہے۔ انہوں نے فرمایا: وہ شخص جس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہیں''۔ (متفق علیہ)

بخاری نے اس حدیث کو ابی شریح الکعبی کی سند سے بھی روایت کیا ہے

● ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ...»	''جو اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہمسائے کو نقصان نہ پہنچائے''۔ (متفق علیہ)

● ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اللهم إني أعوذ بك من جار السوء في دار المقامة، فإن جار البادية يتحول»	''یا اللہ میں اپنے رہنے کی جگہ کے ساتھ برے ہمسائے کی موجودگی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ بے شک عارضی ہمسایہ ہمیشہ نہیں رہے گا''۔

(ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا۔ حاکم، نسائی اور بخاری نے اپنی الادب المفرد میں بھی یہ حدیث روایت کی ہے)

● ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

«جاء رجل إلى رسول الله ﷺ يشكو جاره، فقال له: اذهب فاصبر، فأتاه	''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے پڑوسی کے متعلق شکایت لے کر آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور صبر کرو۔ وہ آپ ﷺ کے

مرتين أو ثلاثاً فقال: اذهب فاطرح متاعك في الطريق، ففعل، فجعل الناس يمرون ويسألونه فيخبرهم خبر جاره، فجعلوا يلعنونه فعل الله به وفعل، وبعضهم يدعو عليه، فجاء إليه جاره، فقال: ارجع فإنك لن ترى مني شيئاً تكرهه»

پاس دو یا تین مرتبہ آیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤاور اپنے گھر کا سامان نکال کر باہر گلی میں رکھ دو۔ اس آدمی نے ویسا ہی کیا جیسا نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس سے پوچھنے لگے کہ اس کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ اس نے انہیں بتایا کہ اس کا ایک ہمسایہ اسے تکلیف دیتا ہے لہٰذا اس نے نبی ﷺ سے شکایت کی۔ نبی ﷺ نے کہا کہ جاؤ اور اپنے گھر کا سامان نکال کر باہر گلی میں رکھ دو۔ لوگوں نے اس ہمسایہ پر لعنت کی اور اللہ سے اس کی ذلت کی دعا کی۔ اس ہمسائے کو اس معاملہ سے مطلع کیا گیا۔ وہ اس شخص کے پاس آیا اور اس سے کہا: اپنے گھر واپس چلے جاؤ۔ اللہ کی قسم! آئندہ تم میرے سے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھو گے جسے تم ناپسند کرتے ہو''۔

(ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بخاری نے الادب المفرد میں نیز ابوداؤد اور حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

«قال رجل: يا رسول الله إن فلانة يذكر من كثرة صلاتها وصدقتها وصيامها، غير أنها تؤذي جيرانها بلسانها، قال: هي في النار ... الحديث»

''ایک آدمی نے کہا: "اے اللہ کے رسول! فلاں عورت اپنی نماز، صدقہ اور روزوں کی بنا پر مشہور ہے لیکن وہ اپنے ہمسایوں کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے"، آپؐ نے فرمایا: ''وہ جہنم کی آگ میں ہے''۔

(احمد اور بزار نے اس حدیث کو روایت کیا۔ ھیثمی نے کہا کہ راوی ثقہ ہیں۔ ابنِ حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسناد صحیح ہیں۔ ابنِ ابی شیبہ نے بھی اسے ایک اسناد سے بیان کیا ہے جس کے متعلق منذری نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے)

- سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أربع من السعادة ... وأربع من الشقاء: الجار السوء، والمرأة السوء، والمركب السوء،والمسكن الضيق»

”چار چیزیں خوشی لاتی ہیں...اور چار چیزیں سختی کا باعث ہیں: برا ہمسایہ، بری بیوی، بری سواری اور رہنے کی تنگ جگہ“۔

(ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا اور احمد نے بھی اسے صحیح اسناد سے بیان کیا ہے)

(25)خیانت:

- اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِينَ﴾

”اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا“۔(الانفال:58)

- اور ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَخُونُوا اللهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمٰنٰتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

”اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول سے خیانت مت کرو اور اپنی امانتوں میں خیانت مت کرو اور تم تو جانتے ہو“۔(الانفال:27)

- عیاض بن حمار المجاشعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

«... وأهل النار خمسة: ... والخائن الذي لا يخفى له طمع وإن دق إلا خانه ...»

”اہلِ دوزخ پانچ طرح کے ہیں:...وہ لالچی لوگ جن کی لالچ حقیر اشیاء میں بھی چھپی نہ رہتی...“(مسلم سے مروی ہے)

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إذا ضيّعت الأمانة فانتظر الساعة، قال:كيف إضاعتها؟ قال: إذا أسند الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة»

”جب امانت کھو جائے تو آخری وقت کا انتظار کرو“،ان سے پوچھا گیا: "یہ کیسے کھو جائے گی؟" انہوں نے فرمایا:”جب اختیار ان کو سونپا جائے گا جو اس کے لائق نہیں تو پھر آخری وقت کا انتظار کرو“۔ (بخاری)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا ائتمن خان»	”منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب وہ بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اسے توڑ دیتا ہے اور جب اسے امین بنایا جاتا ہے تو وہ خیانت کرتا ہے“۔(متفق علیہ)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

«اللهم إني أعوذ بك من الجوع، فإنه بئس الضجيع وأعوذ بك من الخيانة فإنها بئست البطانة»	”اے اللہ! میں بھوک سے آپکی پناہ مانگتا ہوں، بیشک یہ بدترین ساتھی ہے، اور میں خیانت سے آپکی پناہ مانگتا ہوں، بے شک یہ بری مصاحب ہے“۔

(بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ اور حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ مؤخرالذکر نے اسے صحیح قرار دیا اور النووی نے ریاض الصالحین میں بیان کیا کہ اس کی اسناد صحیح ہے)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أنا ثالث الشريكين ما لم يخن أحدهما صاحبه، فإذا خان خرجت من بينهما»	”اللہ فرماتا ہے کہ میں دو حصہ داروں کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک ایک اپنے دوسرے ساتھی کو دھوکا نہیں دیتا، پس جب ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو دھوکا دیتا ہے تو میں ان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہوں“۔

(ابوداؤد اور حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا جس سے ذہبی نے اتفاق کیا ہے)

(26) غیبت اور بہتان:

غیبت کا مطلب ہے کہ اپنے بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا جسے وہ پسند نہ کرتا ہو۔ اور اگر یہ بات سچ نہ ہو تو یہ تہمت ہے۔

دونوں درج ذیل دلائل کی بناء پر حرام ہیں:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾

''اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تمہیں اس سے گھن آئے گی۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''۔(الحجرات:12)

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ﴾

''بے وقار، عیب جو، چغل خور''(القلم:11)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أتدرون ما الغيبة؟ قالوا: الله ورسوله أعلم قال: ذكرك أخاك بما يكره، قيل: أفرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: إن كان فيه ما تقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه ما تقول فقد بهتّه»

''کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ سب سے بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اپنے بھائی سے متعلق اسکی غیر موجودگی میں ایسی بات کا تذکرہ ہے جس سے وہ نفرت کرے۔ یہ کہا گیا: اگر جو میں کہوں وہ سچ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا: ''جو تم نے اس کے متعلق کہا اگر وہ سچ ہے تو تم نے اسکی غیبت کی اور اگر یہ سچ نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا''۔(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كل المسلم على المسلم حرام دمه وعرضه وماله»

''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کی عزت اور مال حرام ہے''۔(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا:

«إن دماءكم وأموالكم وأعراضكم حرام عليكم، كحرمة يومكم هذا، في شهركم هذا، في بلدكم هذا، ألا هل بلغت»	''جان لو! تمہارا خون اور تمہارا مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے کیلئے ایسے ہی حرمت رکھتے ہیں جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر۔ کیا میں نے پیغام پہنچادیا ہے؟''(متفق علیہ)

● عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے کہا:

«تدرون أربى الربا عند الله؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: فإن أربى الربا عند الله استحلال عرض امرئ مسلم، ثم قرأ رسول الله ﷺ: وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَاناً وَإِثْماً مُّبِيناً»	''کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کی نظر میں سود کی بدترین شکل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اسکا رسول سب سے بہتر جانتے ہیں۔ نبی ﷺ نے جواب دیا: سود کی بدترین صورت ایک مسلمان کی عزت کو اپنے اوپر حلال کرلینا ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی: ''وہ جو مومن مرد اور مومن عورتوں کو بلا جواز نقصان پہنچاتے ہیں۔ انہوں نے خود پر ایک بہتان اور واضح گناہ کا اطلاق کرلیا''۔

(ابو یعلی نے اس حدیث کو روایت کیا۔ منذری اور ہیثمی نے کہا کہ اس کے راوی صحیح ہیں)

غیبت سننا بھی حرام ہے:

● اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾	''اور وہ جو لغو (غلیظ، جھوٹی، برائی کی بات، اور وہ سب جو اللہ نے منع فرمایا ہے) سے دور رہتے ہیں''۔ (المومنون: 3)

● اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِۦ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِينَ﴾

''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلادے تو یاد آنے پر پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں''۔(الانعام:68)

- مسلمان کو اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کا تحفظ کرنا چاہیے، اگر وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ یہ ابوہریرہؓ سے مروی اس حدیث کی بنا پر ہے جسے مسلم نے بیان کیا ہے:

«المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ...»

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس سے کنارہ کش ہوتا ہے''۔

- اور جو اس قابل ہو کہ وہ اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کا تحفظ کر سکتا ہے مگر وہ ایسا نہ کرے تو یہ اس سے کنارہ کش ہو جانے کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ جابرؓ سے مروی اس حدیث کی بناء پر ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے بارے میں ھیثمی نے بیان کیا کہ اس کی اسناد حسن ہے:

«ما من مسلم يخذل امرءاً مسلماً في موضع تنتهك فيه حرمته، وينتقص فيه من عرضه، إلا خذله الله في موطن، يحب فيه نصرته وما من امرئ ينصر مسلماً في موضع ينتقص فيه من عرضه، وينتهك فيه من حرمته، إلا نصره الله في موطن يحب فيه نصرته»

''جب کوئی مسلمان ایسے موقع پر کسی دوسرے مسلمان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے جب اس کی حرمت کو پامال کیا جارہا ہو اور اس کی عزت پر انگشت نمائی کی جارہی ہو تو اللہ ایسے موقع پر اس مسلمان سے کنارہ کش ہو جائے گا جہاں اسے اللہ کی مدد کی خواہش تھی اور جب کوئی مسلمان کسی ایسے موقع پر دوسرے مسلمان کی مدد کرے گا جہاں اس کی عزت پر الزام لگایا جارہا ہو اور اس کی حرمت کو پامال کیا جارہا ہو تو اللہ ایسے موقع پر اس شخص کی مدد کرے گا جب اسے اللہ کی مدد کی خواہش ہو''

● اسی طرح کی احادیث ابودردا، اسماءبنت یزید، انس، عمران بن حصین اور ابوہریرہ سے مروی ہیں۔ان تمام کا تذکرہ پہلے ہی "اللہ خاطر محبت اور اللہ کی خاطر نفرت کرنا" کے باب ہو چکا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے معاذؓ کے عمل کی توثیق کی، جب انہوں نے اپنے بھائی کعب بن مالکؓ کی عزت کی حفاظت کی۔کعب بن مالکؓ سے مروی طویل حدیث جوان کی توبہ کے متعلق ہے کہ:

«ما فعل كعب بن مالك؟ فقال رجل من بني سلمة: يا رسول الله حبسه برداه والنظر في عطفيه فقال له معاذ بن جبل : بئس ما قلت، والله يا رسول الله ما علمنا عليه إلا خيراً، فسكت رسول الله ﷺ»

''جو کعب بن مالک نے کیا،اس کے متعلق بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! سعد کو اس کے کپڑوں اور اپنی ذات کی خواہش نے روک لیا۔اس پر معاذ بن جبل نے کہا: تم نے کتنا برا کہا۔اے اللہ کے رسول! ہم سعد سے خیر کے سوا کسی چیز کا ظہور نہیں دیکھا، آپؐ نے خاموش رہے''۔(متفق علیہ)

علمانے چھ معاملات میں غیبت کو جائز قرار دیا ہے: ظلم کے خلاف شکایت کے لیے، منکر کو روکنے میں مدد کے حصول کے لیے، کسی معاملے کے متعلق حکم شرعی معلوم کرنے کے لیے، مسلمانوں کو شر سے خبر دار کرنے کے لیے جو کہ نصیحت کرنا ہے، کسی ایسے شخص کے متعلق یا اس کی بدعت کو بیان کرنے کے لیے جو کہ کھلم کھلا یہ عمل کرتا ہو، اور کسی شخص کو متعارف کرانے کے لیے۔النووی نے الاذکار میں کہا ہے: "ایسے اکثر معاملات میں غیبت کے جائز ہونے پر اتفاق پایا جاتا ہے" اور کہا: ''ان کے دلائل صحیح اور مشہور احادیث سے ظاہر اور واضح ہیں''۔

النووی نے اس بات کو ریاض الصالحین میں بھی بیان کیا اور بعض دلائل کا بھی ذکر کیا ہے۔**الصنْعانی** نے **سُبل السلام** میں اس کے دلائل بیان کیے ہیں اور القرافی نے ذخیرہ میں بیان کیا ہے: ''کچھ علماء نے پانچ چیزوں کو غیبت کی حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور وہ یہ ہیں: نصیحت کرنا، جرح و تعدیل کرنا، وہ لوگ جو سرے عام گناہ کا ارتکاب کریں، وہ لوگ جو بدعات کریں اور گمراہ کن کتابیں تصنیف کریں، جب کہنے والا اور سننے والا پہلے ہی اس بات سے آگاہ ہوں''۔

(27) چغل خوری:

● اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ﴾

''بے وقار، عیب گو، چغل خور''۔(القلم:11)

● حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يدخل الجنة نمام»	”چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا“۔(متفق علیہ)

● ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا، آپؐ نے ارشاد فرمایا:

«إنهما يعذبان، وما يعذبان في كبير! بلى إنه كبير، أما أحدهما فكان يمشي بالنميمة، وأما الآخر فكان لا يستتر من بوله»	”بے شک ان دونوں (قبر والوں) کو عذاب دیا جارہا ہے اور انہیں کسی بڑے عمل پر عذاب نہیں دیا جارہا۔ بلکہ بے شک یہ (گناہ کے لحاظ سے) ایک بڑی چیز ہی ہے۔ ان میں سے ایک چغلیاں کرتا تھا اور دوسرا اپنے آپ کو اپنے پیشاب سے پاک نہ رکھتا تھا“۔(متفق علیہ)

(28) قطع رحمی کرنا:

● اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوٓا أَرْحَامَكُمْ ۞ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰٓ أَبْصَارَهُمْ﴾	”تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور رشتوں کو توڑ ڈالو۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے“۔(محمد:22-23)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوٓءُ الدَّارِ﴾	”اور جو اللہ کے ساتھ عہدِ واثق کر کے اسے توڑ ڈالتے ہیں اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں، ایسوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا ٹھکانہ ہے“۔(الرعد:25)

● ابو محمد جبیر بن معطمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يدخل الجنة قاطع»

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔(متفق علیہ)

- ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الله خلق الخلق حتى إذا فرغ منهم، قامت الرحم فقالت: هذا مقام العائذ بك من القطيعة، قال نعم أما ترضين أن أصل من وصلك، وأقطع من قطعك؟ قالت: بلى، قال: فذلك لك»

''جب اللہ نے اپنی مخلوق کو تخلیق کیا یہاں تک کہ اسے پورا کر دیا تو رحم کھڑا ہوا اور کہا: میں قطع رحمی کرنے والے سے تیری پناہ طلب کرتا ہو۔اللہ نے ارشاد فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ جو تجھ سے تعلق توڑے، میں اسے توڑوں۔اس نے کہا: ہاں (میں راضی ہوں) تو اللہ نے ارشاد فرمایا: تجھے یہ عطا کیا گیا''۔(متفق علیہ)

- بخاری نے اپنی صحیح میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی:

«ليس الواصل بالمكافئ، ولكن الواصل الذي إذا قَطعت رحمه وصلها»

''واصل (رشتوں کو جوڑنے والا) وہ نہیں جو رشتے داروں کی طرف سے اچھا سلوک کرنے پر ان سے اچھا سلوک کرتا ہے بلکہ واصل وہ ہے کہ جب رشتے دار اس سے قطع رحمی کریں تو وہ ان سے رشتہ جوڑے''۔

- عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعه الله»

''رحم عرش سے معلّق ہے اور کہتا ہے: ''جو مجھے جوڑتا ہے اللہ اس سے تعلق جوڑے اور جو مجھے توڑتا ہے اللہ اس سے تعلق توڑے''۔(متفق علیہ)

(29)ریاکاری اور تسمیع:

ریاکاری یہ ہے کہ ایک شخص اللہ کے قرب (کے لیے کیے جانے والے عمل) کے دوران لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ دل کا عمل ہے اور یہ زبان یا ہاتھ یا پاؤں کا عمل نہیں اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ کسی قول یا فعل کے پسِ پردہ کارفرما ارادہ ہے۔ ایک شخص کا کوئی قول یا فعل یعنی قربت حاصل کرنے کے لیے کیا جانے والا عمل بذاتِ خود ریا نہیں ہوتا بلکہ یہ توریاد کھانے کا ذریعہ ہے جبکہ ریاکاری وہ قصد ہے جس کے تحت وہ عمل کیا گیا اور دراصل اس عمل سے اللہ کا قرب مقصود نہ تھا بلکہ مقصد لوگوں کی رضا حاصل کرنا تھا۔ جب کسی عمل کے مقصد میں اللہ کے قرب کے ساتھ لوگوں کا قرب حاصل کرنا شامل ہو جائے تو یہ عمل حرام بن جاتا ہے اور اس کی بدترین شکل یہ ہے کہ جب کوئی عمل اللہ کی بجائے خالصتاً لوگوں کی خاطر کیا جائے۔

ریاکاری لوگوں کا قرب حاصل کرنے تک محدود ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر ایک عمل ریاکاری نہیں بنتا جیسا کہ لوگوں کے سامنے خرید و فروخت کرنا یا کوئی مباح لباس پہن کر آرائش کرنا اور اسی طرح کے دیگر اعمال ریاکاری کے ضمرے میں نہیں آتے۔ جہاں تک ریاکاری کی تعریف کو لوگوں کی خوشنودی تک محدود کرنے کا تعلق ہے تو یہ اس وجہ سے ہے کہ دیگر مقاصد کو اس سے خارج کر دیا جائے جیسا کہ حج کے دوران نفع حاصل کرنے کا قصد کرنا۔

ایک آدمی عبادت کے ذریعے بھی اللہ کا قرب حاصل کرتا اور دیگر بہت سے اعمال کے ذریعے بھی۔ لہٰذا اگر کوئی اپنے سجدے کو اسلئے لمبا کرے کہ لوگ اسے دیکھ سکیں تو یہ دکھاوا ہے۔ وہ جو جہاد میں شامل ہو تا کہ لوگ اس کی بہادری کو دیکھیں، دکھاوا ہے۔ وہ جو مقالہ لکھتا ہے تاکہ اسے عالم کہا جائے، دکھاوا ہے۔ وہ جو اسلام کے متعلق لیکچر دیتا ہے تاکہ لوگ واہ واہ کریں، دکھاوا ہے۔ وہ جو خطبہ دیتا ہے اسلئے کہ اسے خطیب کہا جائے، دکھاوا ہے۔ وہ جو پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے تاکہ لوگ اسے زاہد کہیں، دکھاوا کرتا ہے۔ وہ جو اپنی داڑھی بڑھاتا ہے اور کپڑے کاٹتا ہے تاکہ لوگ کہیں کہ یہ سنت پر چلنے والا ہے، دکھاوا کرتا ہے۔ وہ جو ہمیشہ اس لیے دال کھاتا ہے تاکہ لوگ اسے دنیا سے بے رغبت سمجھیں، دکھاوا ہے۔ وہ جو ہزاروں کو اس لیے کھانے کی دعوت دیتا ہے تاکہ لوگ اسے سخی کہیں، دکھاوا ہے۔ وہ جو سر جھکا کر اس لیے چلتا ہے تاکہ لوگ کہیں کہ یہ خدا سے ڈرنے والا ہے، دکھاوا ہے۔ وہ جو اونچی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کرے تاکہ اسکا پڑوسی اسے سنے، دکھاوا ہے۔ وہ جو اپنے ساتھ قرآن کی چھوٹی کاپی رکھتا ہے اور اس بات کی خواہش کرتا ہے کہ لوگ اسے دیکھیں، دکھاوا ہے۔

ہم ایک ایسے دور میں رہ رہے ہیں جہاں دکھاوا کرنا کوئی شرم کی بات نہیں۔ بلکہ ایک بڑی اکثریت اس کی حقیقت اور احکام سے ناواقف ہے۔ اس کا ثبوت کہ ہم ایسے دور میں رہتے ہیں جہاں ریا میں کوئی شرم نہیں، یہ ہے کہ **"قلانس البرود"** کا ظہور ہو چکا ہے، جس کے بارے میں نبی الصادق ﷺ نے ہمیں خبر دی تھی۔ الذبیدی اور الصفی نے الکنز میں، الحکیم الترمذی نے النوادر میں اور ابو نعیم نے الحلیہ میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث روایت کی ہے، جس کی اسناد کے بارے میں حاکم نے یہ بیان کیا ہے: میں اس میں کسی علت (خامی) کے بارے میں نہیں جانتا؛ انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يكون في آخر الزمان ديدان القراء، فمن أدرك ذلك الزمان فليتعوذ بالله من الشيطان الرجيم ومنهم، وهم الأنتنون، ثم يظهر قلانس البرود فلا يستحيا يومئذ من الرياء، والمتمسك يومئذ بدينه كالقابض على جمرة، والمتمسك بدينه أجره كأجر خمسين، قالوا: أمنا أو منهم؟ قال بل منكم»

"آخری دور میں ایسے لوگ ہوں گے جو (قرآن کی) قرات کے کیڑے ہوں گے۔ پس جو اس زمانے کو دیکھے تو وہ اللہ سے شیطانِ رجیم سے بچنے اور ان لوگوں سے محفوظ رہنے کی پناہ طلب کرے، اور یہ لوگ سب سے زیادہ کراہت آمیز ہوں گے۔ پھر قلانس البرود کا ظہور ہو گا اور اس دور میں ریاکاری سے عار محسوس نہیں کی جائے گی۔ اس زمانے میں جو اپنے دین پر کاربند ہو گا وہ ایسے ہو گا کہ گویا اس نے دہکتے ہوئے انگارے کو مٹھی میں پکڑ رکھا ہو۔ اور جو اس وقت اپنے دین پر کاربند ہو گا اس کے لئے پچاس لوگوں کے برابر اجر ہو گا۔ صحابہؓ نے سوال کیا: ہم میں سے پچاس لوگوں کے برابر یا ان میں سے پچاس لوگوں کے برابر۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے پچاس لوگوں کے برابر"۔

قلانس، 'قلنسوہ' کی جمع ہے اور برود 'برد' کی جمع ہے اور یہ ان رجالِ دین کی طرف اشارہ ہے جو کہ دستار و امامہ اور جبّوں کی بنا پر نمایاں ہوں گے، اس بات سے قطع نظر کہ کوئی شخص قلنسوہ اور برد پہنتا ہے۔ چونکہ لوگ اسے دین کی علامت سمجھتے ہیں لہٰذا یہاں اسے ریاکاری سے عار محسوس نہ کرنے کی نشانی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

جہاں تک تسمیع کا تعلق ہے: تو یہ لوگوں کے سامنے اللہ کے ساتھ اپنے تقرب کو بیان کرنا ہے تاکہ ان کی رضا حاصل کی جائے۔ ریاکاری اور تسمیع میں فرق یہ ہے کہ ریاکاری عمل کے ساتھ ہوتی ہے جبکہ تسمیع عمل کے بعد کی جاتی ہے۔ ریا سے اللہ کے سوا کوئی واقف نہیں ہوتا اور لوگ اسے ثابت نہیں کر سکتے، حتیٰ کہ عمل کرنے والا شخص بھی اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ وہ ریاکاری کر رہا ہے ماسوائے کہ وہ اللہ سے مخلص ہو۔ النووی نے المجموع میں شافعی کا یہ قول بیان کیا: **(لا يعرف الرياء الا مخلص)**، "مخلص

شخص کے سوار یاکاری کو کوئی محسوس نہیں کر پاتا"،اور اخلاص اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نفس کے خلاف مجاہدہ کیا جائے اور تکلیفوں کا سامنا کیا جائے اور کوئی شخص اس بات پر قدرت نہیں رکھتا ماسوائے جو دنیا سے بے رغبت ہو گیا ہو۔

تسمیع اللہ کے تقرب کے حصول کے لیے تنہائی میں کیے جانے والے کسی عمل کے متعلق بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ تہجد پڑھنا اور پھر صبح اپنی باتوں میں لوگوں سے اس کا ذکر کرنا یا یہ کسی ایسے عمل کے متعلق بھی ہو سکتی ہے جسے ایک شخص کسی جگہ پر لوگوں کے سامنے سرانجام دے اور پھر وہ کسی دوسری جگہ لوگوں سے اپنے اس عمل کا ذکر کرے اور اس کا مقصد لوگوں کی رضا حاصل کرنا ہو۔

پہلی صدی میں، اس دور کے لوگوں کے تسمیع سے بچنے کے متعلق جو باتیں نقل کی گئیں، ان میں اس سے بہتر کچھ نہیں جسے ابو یوسف نے آثار میں ابو حنیفہ سے اور انہوں نے علی بن الاقمر سے روایت کیا کہ عمر بن الخطابؓ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ عمرؓ لوگوں کے کھانے کا انتظام کر رہے تھے۔ آپ نے اس شخص سے کہا: اے اللہ کے بندے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس شخص نے جواب دیا: وہ مصروف ہے۔ آپ دوسری مرتبہ گزرے تو پوچھنے پر اس شخص نے یہی جواب یا۔ یہاں تک کہ آپ تیسری مرتبہ اس کے پاس سے گزرے تو اس نے یہی جواب دیا۔ تو آپ نے پوچھا: وہ کس چیز میں مصروف ہے؟ تب اس شخص نے جواب دیا: وہ ہاتھ جنگ موتہ کے دن کٹ گیا تھا۔ عمرؓ گھبرا اٹھے۔ آپ نے پوچھا: تو پھر تمہارے کپڑے کون دھوتا ہے اور تمہارے بالوں میں کنگھی کون کرتا ہے اور تمہاری خدمت کون کرتا ہے؟ آپ نے اس طرح کے مختلف کام گنوائے۔ پھر آپ نے اسے ایک باندی اور خوراک سے لدا اونٹ اور نفقہ دینے کا حکم دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ لوگ کہتے تھے کہ اپنی رعیت کا خیال رکھنے پر اللہ عمرؓ کو جزا دے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

- اور جو بخاری نے ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت کیا کہ:

«خرجنا مع النبي ﷺ في غزاة ونحن ستة نفر، بيننا بعير نعتقبه، فنقبت أقدامنا، ونقبت قدماي، وسقطت أظفاري، وكنا نلف على أرجلنا، وحدث أبو موسى بهذا ثم كره ذاك قال ما كنت أصنع بأن أذكره، كأنه كره أن يكون شيء من عمله أفشاه»

"ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے، ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔ ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے۔ میرے پاؤں بھی زخمی تھے اور میرے ناخن بھی جھڑ گئے۔ اور ہم نے اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ لیے۔ ابو موسیٰ نے یہ بات بیان کی لیکن پھر انہوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ وہ کہنے لگے: بہتر تھا کہ میں نے تمہیں یہ بات بیان نہ کی ہوتی۔ کیونکہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کے اعمال کے متعلق لوگوں کو پتہ چلے"۔

ریاکاری اور تسمیع بلا اختلاف حرام ہیں اور اس کے دلائل کثیر ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ﴾	''اور جو ریاکاری کرتے ہیں''۔(الماعون:6)

- اور فرمایا:

﴿كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ أَحَدًا﴾	''چنانچہ جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے''۔(الکہف:110)

- بخاری اور مسلم نے جندب سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا:

«من سمّع سمّع الله به، ومن يراء يراء الله به»	''اور جو لوگوں کو اپنے اعمال کے متعلق سناتا ہے اللہ لوگوں کو اس کے کاموں کے متعلق سنائے گا اور جو کوئی کام لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتا ہے تو اللہ اس کے کام لوگوں کو دکھادے گا''۔(یہ الفاظ بخاری کی حدیث کے ہیں)

- مسلم نے ابنِ عباسؓ سے رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ روایت کیے:

«من سمّع سمع الله به ومن راء يراءى الله به»	''اور جو لوگوں کو اپنے اعمال کے متعلق سناتا ہے اللہ لوگوں کو اس کے کاموں کے متعلق سنادے گا اور جو کوئی کام لوگوں کو دکھانے کے لیے کرتا ہے تو اللہ اس کے کام لوگوں کو دکھادے گا''۔

- ابو ہریرہؓ کی حدیث جسے مسلم اور نسائی نے روایت کیا، آپؐ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن أول الناس يقضى يوم القيامة عليه رجل استشهد فأتي به، فعرفه نعمته فعرفها، قال فما عملت فيها؟ قال قاتلت فيك حتى استشهدت. قال: كذبت ولكنك قاتلت لأن يقال هو جريء فقد قيل، ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار. ورجل تعلم العلم وعلمه وقرأ القرآن، فأتي به فعرفه نعمته فعرفها، قال: فما عملت فيها؟ قال: تعلمت العلم وعلمته، وقرأت فيك القرآن، قال: كذبت ولكنك تعلمت ليقال عالم، وقرأت القرآن ليقال هو قارئ فقد قيل، ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار. ورجل وسع الله عليه وأعطاه من أصناف المال كله فأتي به فعرفه نعمه فعرفها، قال: فما عملت فيها؟ قال: ما تركت من سبيل تحب أن ينفق فيها إلا أنفقت فيها لك، قال: كذبت ولكنك فعلت ليقال هو جواد، فقد قيل، ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار»

’’قیامت کے دن پہلا شخص جس کا فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہو گا۔ اسے لایا جائے گا اور اللہ اسے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا: تم نے ان کے بدلے میں کیا عمل کیا؟ وہ شخص کہے گا کہ میں تیرے رستے میں لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا۔ تو اس لئے لڑا تا کہ لوگ کہیں یہ بہادر شخص ہے۔ سو تمہیں بہادر کہا جا چکا۔ پھر اللہ حکم دے گا کہ اسے اس کے چہرے کے بل گھسیٹو اور (جہنم کی) آگ میں پھینک دو۔ پھر وہ شخص ہو گا جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن کی تلاوت کی۔ پس اسے لایا جائے گا اور اللہ اسے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور وہ اللہ کی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ اللہ پوچھے گا: تم نے ان کے بدلے کیا عمل کیا؟ وہ شخص کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس کی تعلیم دی اور قرآن کی تلاوت کی۔ اللہ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا۔ بلکہ تم نے علم اس لئے حاصل کیا تا کہ تمہیں عالم کہا جائے اور تم نے قرآن کی قرآت اس وجہ سے کی تا کہ تمہیں قاری کہا جائے پس ایسا کہا جا چکا۔ پھر اللہ حکم دے گا کہ اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم کی آگ میں پھینک دو۔ پھر وہ شخص ہو گا جسے اللہ نے وسعت دی اور ہر طرح کا مال عطا کیا، پس اسے پیش کیا جائے گا۔ اللہ اسے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ اللہ فرمائے گا: تم نے ان نعمتوں کے بدلے کیا عمل کیا۔ وہ شخص کہے گا: میں نے ہر اس راہ میں مال خرچ کیا کہ جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہے۔ اللہ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا۔ بلکہ تم نے مال اس لئے خرچ کیا تا کہ لوگ کہیں کہ یہ شخص سخی ہے اور یہ کہا جا چکا۔ پھر اللہ حکم دے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دو‘‘۔

- بیہقی، طبرانی اور احمد نے ابو ہند الداری سے یہ حدیث روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«من قام مقام رياء وسمعة رايا الله به يوم القيامة وسمّع»	''جس نے ریاکاری اور تسمیع کا طرزِ عمل اختیار کیا اللہ قیامت کے دن اسے لوگوں کو دکھادے گا اور لوگوں کو اس کے متعلق سنادے گا''۔

- عبداللہ بن عمروؓ سے طبرانی اور بیہقی نے یہ حدیث روایت کی: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«من سمّع الناس بعمله سمّع الله به سامع خلقه وصغّره وحقره»	''جو شخص کوئی عمل لوگوں کو سنائے گا اللہ لوگوں کو اس کے متعلق سنائے گا اور اسے لوگوں کے سامنے پست کرے گا اور حقیر بنائے گا''۔

(منذری نے بیان کیا کہ اس حدیث کے متعلق طبرانی کی اسناد میں سے ایک سند صحیح ہے)

- طبرانی نے عوف بن مالک الاشجعیؓ سے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«من قام مقام رياء رايا الله به، ومن قام مقام سمعة سمّع الله به»	''جو ریاکاری کرے گا اللہ اس کے متعلق لوگوں کو دکھادے گا اور جو تسمیع کرے گا اللہ لوگوں کو اس کے متعلق سنادے گا''۔

- طبرانی نے معاذ بن جبلؓ سے یہ حدیث حسن اسناد کے ساتھ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما من عبد يقوم في الدنيا مقام سمعة ورياء إلا سمع الله به على رؤوس الخلائق يوم القيامة»	''دنیا میں کوئی بندہ ایسا نہیں جو تسمیع اور ریاکاری کرتا ہے ماسوائے کہ اللہ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے اس کے متعلق سنائے گا''۔

- اور ابن ماجہ اور بیہقی نے حسن اسناد کے ساتھ ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا، ابو سعید الخدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور اس وقت ہم مسیح الدجال کا تذکرہ کررہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

«ألا أخبركم بما هو أخوف عليكم من المسيح الدجال؟ فقلنا بلى يا رسول الله، فقال: الشرك الخفي أن يقوم	''کیا میں تمہیں اس چیز سے خبردار نہ کردوں کہ جس کے بارے میں مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ خوف ہے؟ ہم نے کہا: اے اللہ

الرجل فيصلي فيزين صلاته لما يرى من نظر رجل»

کے رسول! کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: خفیہ شرک، کہ جب ایک شخص نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور پھر اپنی نماز کو اس وجہ سے مزین کرتا ہے کہ دوسرا شخص اسے دیکھ رہا ہے"۔

● ابن ماجہ، بیہقی اور حاکم نے یہ حدیث بیان کی، جسے زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں کوئی علت (خامی) نہیں، کہ عمرؓ مسجد کی طرف گئے اور آپ نے دیکھا کہ معاذ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر رو رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے رُلایا؟ معاذ نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی:

«اليسير من الرياء شرك، ومن عادى أولياء الله فقد بارز الله بالمحاربة، إن الله يحب الأبرار الأنقياء الأخفياء الذين إن غابوا لم يفتقدوا، وإن حضروا لم يعرفوا، قلوبهم مصابيح الهدى يخرجون من كل غبراء مظلمة»

"معمولی سی ریاکاری بھی شرک ہے۔ اور جس نے اللہ کے دوستوں کے ساتھ دشمنی کی تو اس نے اللہ کو للکارا۔ بے شک اللہ صالح، خالص اور مخفی لوگوں کو پسند کرتا ہے جو جب موجود نہیں ہوتے تو ان کی غیر موجودگی کو محسوس نہیں کیا جاتا اور جب وہ موجود ہوتے ہیں تو انہیں لوگ جانتے نہیں ہوتے۔ ان کے قلب ہدایت کے چراغ ہوتے ہیں اور وہ ہر اندھیری سرزمین سے نمودار ہوں گے"۔

● جب ریاکاری کسی ایسے عمل میں داخل ہو جاتی ہے جو اللہ کے تقرب کے لئے کیا جائے تو وہ اس عمل کو باطل کر دیتی ہے گویا کہ وہ عمل کیا ہی نہیں گیا۔ علاوہ ازیں ایسا کرنا گناہ ہے اور اس کی دلیل ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ہے جسے مسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«قال الله تبارك وتعالى: أنا أغنى الشركاء عن الشرك، من عمل عملاً أشرك معي فيه غيري تركته وشِركه»

"اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مجھے دوسرے شریکوں کی حاجت نہیں۔ جس نے کوئی عمل کیا اور اپنے اس عمل میں کسی اور کو میرے ساتھ شریک کیا تو میں اسے اور اس کے شریک کو چھوڑ دوں گا"۔

اگر عمل میں شرک اس عمل کو باطل کر دیتا ہے تو وہ عمل جو خالصتاً ریاکاری کے طور پر کیا جائے اس کا باطل ہونا بدرجہ اولیٰ ہے۔

● احمد نے ابی بن کعبؓ سے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«بشر هذه الأمة بالسنا والرفعة والنصر والتمكين، فمن عمل منهم عمل الآخرة للدنيا لم يكن له في الآخرة نصيب»

''اس امت کو شان و شوکت، رفعت و عظمت، فتح اور زمین پر قدم جمانے کی بشارت دے دو۔ تو اِن میں سے جو آخرت کے عمل کو دنیا کی خاطر کرے گا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو گا''۔

- اور بیہقی اور بزار نے ایسی اسناد کے ساتھ ضحاک بن قیس سے روایت کیا، جس میں کوئی خامی نہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إن الله تبارك وتعالى يقول أنا خير شريك فمن أشرك معي شريكاً فهو لشريكي. يا أيها الناس أخلصوا أعمالكم لله، فإن الله تبارك وتعالى لا يقبل من الأعمال إلا ما خلص له، ولا تقولوا هذا لله وللرحم فإنها للرحم وليس لله منها شيء، ولا تقولوا هذا لله ولوجوهكم فإنها لوجوهكم وليس لله فيها شيء»

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں سب سے بہتر شریک ہوں۔ جس نے میرے ساتھ کسی کو شریک کیا تو اسے اس شریک کے لئے ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ اے لوگو! اپنے اعمال خالصتاً اللہ کی خاطر کرو۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی عمل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ عمل خالصتاً اس کے لئے کیا گیا ہو۔ اور یہ مت کہو کہ یہ عمل اللہ کے لئے اور اہلِ رحم کی خاطر ہے کیونکہ دراصل وہ اہلِ رحم کے لئے ہے اور اللہ کے لئے اس میں سے کچھ نہیں۔ اور یہ مت کہو کہ یہ عمل اللہ کے لئے اور تمہارے سرداروں کے لئے ہے کیونکہ یہ تمہارے سرداروں کے لئے ہے اور اس میں سے اللہ کے لئے کچھ نہیں''۔

- اور ترمذی، ابنِ ماجہ، ابنِ حبان، بیہقی اور احمد نے حسن اسناد کے ساتھ ابو سعید بن ابو فضالہ سے روایت کیا جو کہ صحابہؓ میں سے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

«إذا جمع الله الأولين والآخرين يوم القيامة ليوم لا ريب فيه، نادى مناد من كان أشرك في عمله أحداً فليطلب ثوابه من عنده، فإن الله أغنى الشركاء عن الشرك»

''جب اللہ اولین و آخرین سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا کہ جس دن کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں، تو ایک منادی کرنے والا منادی کرے گا: جس نے اپنے عمل میں کسی اور کو اللہ کے ساتھ شریک کیا تو وہ اپنے شریک سے ہی اس کا ثواب لے لے کیونکہ اللہ کو دوسرے شریکوں کی حاجت نہیں''۔

اپنے اچھے اعمال کو چھپانے کی حتی المقدور کوشش کرنا سنت ہے جیسا کہ صدقہ دینا، نفل ادا کرنا، سنن الرواتب، دعاواستغفار کرنا، قرآن کی تلاوت کرنا۔اس کے دلائل کثیر ہیں، لیکن یہاں ہم انسؓ سے مروی اس حدیث پر اکتفا کرتے ہیں جسے احمد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... نعم الريح قالت يا رب فهل من خلقك شيء أشد من الريح؟ قال: نعم ابن آدم يتصدق بيمينه يخفيها عن شماله».

"...ہوا کتنی خوب ہے۔ لیکن جب ہوا نے سوال کیا اے رب! کیا تو نے کوئی ایسی چیز تخلیق کی ہے جو ہوا سے زیادہ طاقتور ہے۔ اللہ نے فرمایا: ہاں آدم کا بیٹا جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ دے اور اسے اپنے بائیں ہاتھ سے بھی مخفی رکھے"۔

نسائی، مزي، علی بن سعد اور دیگر لوگوں نے زبیر بن عوامؓ سے یہ روایت کیا ہے: "تم میں سے جو اس بات کی استطاعت رکھتا ہے کہ وہ نیک عمل کو مخفی رکھے تو وہ ایسا ہی کرے" اور ایک اور روایت میں خبیئة کا لفظ وارد ہوا ہے۔ الضیاء نے المختارہ میں بیان کیا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔ اسی طرح لشکر میں موجود نقب لگانے والے شخص کا واقعہ مشہور ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتلایا ہے کہ ہم کس طرح اپنے آپ کو شرکِ خفی سے بچا سکتے ہیں۔ احمد، طبرانی اور ابو یعلی نے حسن اسناد کے ساتھ ابو موسیٰ الاشعری سے روایت کیا، ابو موسیٰؓ نے اپنے خطبہ میں بیان کیا: "اے لوگو اس شرک سے بچو جو چیونٹی کے رینگنے سے زیادہ مخفی ہے۔ عبدالرحمن بن حزن اور قیس بن المضارب کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا: "اللہ کی قسم! آپ اپنے الفاظ واپس لیں وگرنہ ہم عمرؓ کے پاس جائیں گے خواہ وہ ہمیں اجازت دیں یا نہ دیں۔ ابو موسیٰؓ نے کہا: میں اپنی بات کی وضاحت کرتا ہوں۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يا أيها الناس اتقوا هذا الشرك فإنه أخفى من دبيب النمل، فقال له من شاء الله أن يقول: وكيف نتقيه وهو أخفى من دبيب النمل يا رسول الله؟ قال: قولوا اللهم إنا نعوذ بك من أن نشرك بك شيئاً نعلمه، ونستغفرك لما لا نعلمه»

"اے لوگو! شرک سے بچو جو چیونٹی کے رینگنے سے زیادہ مخفی ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ جسے اللہ چاہتا تھا کہ وہ سوال کرے: اے اللہ کے رسول ﷺ تو پھر ہم اس سے کس طرح اپنے آپ کو بچائیں جبکہ یہ چیونٹی کے رینگنے سے زیادہ مخفی ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: تم یہ کہا کرو: اے اللہ! میں آپ کی پناہ کا طلب گار ہوں کہ میں آپ کے

ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کروں جسے میں جانتا ہوں اور میں مغفرت طلب کرتا ہو اس چیز کے متعلق جسے میں نہیں جانتا''۔

اگرچہ ریاکاری اور تسمیع دونوں حرام ہیں لیکن عمل کو باطل کرنے کے لحاظ سے تسمیع ریاکاری کی مانند نہیں۔ تسمیع ایک ایسے عمل کی بھی ہو سکی ہے جس میں ریاکاری بھی شامل ہو، لیکن یہ عمل تسمیع سے قبل ہی باطل ہو گیا اور تسمیع نے محض گناہ میں اضافہ کیا اور یہ اس عمل کے باطل ہونے پر اثر انداز نہیں ہوئی۔ اگر کوئی شخص ایک عمل خالصتاً اللہ کی خاطر کرے تو یہ عمل درست اور حسن ہو گا البتہ اگر وہ شخص اس عمل کے کرنے کے بعد تسمیع کرتا ہے تو وہ گناہ گار ہو گا۔ یہ ایسے گناہ کی مانند ایک گناہ ہے جس کے لئے ایک شخص مغفرت طلب کر سکتا ہے اور توبہ کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ اس شخص کے مرنے سے قبل ہی اسے معاف فرما دے یا قیامت کے دن اس گناہ کی پردہ پوشی کرے یا پھر اس عمل کو میزان پر رکھ دیا جائے جو اس شخص کے نیک اعمال میں کمی کر دے۔ تاہم تسمیع اس عمل کو باطل نہیں کرتی جو اللہ کی خاطر اخلاص کے ساتھ کیا جائے۔ تسمیع سے متعلق وارد ہونے والے دلائل صرف اس کے حرام ہونے کو بیان کرتے ہیں اور ریاکاری کی طرح اس عمل کے باطل ہونے کی طرف اشارہ نہیں کرتے۔ ریاکاری شرک ہے۔ اللہ اس عمل کو اس کے لئے چھوڑ دیتا ہے جسے اللہ کے ساتھ شریک بنایا گیا اور اللہ ریاکاری کرنے والے سے فرمائے گا کہ جاؤ اور اس شخص سے عمل کا صلہ لے لو جسے تم نے اس عمل میں میرے ساتھ شریک کیا۔ گویا وہ عمل جو دکھاوے کے طور پر کیا گیا وہ ایسے ہے جیسے کہ ہوا ہی نہیں۔ جبکہ وہ عمل جو اللہ کے ساتھ اخلاص سے کیا گیا اور بعد میں اس کی تسمیع کی گئی تو یہ عمل موجود ہے اور اس شخص کو اس عمل کا اجر ملے گا مگر تسمیع کا گناہ ملے گا۔ وہ الفاظ جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں یعنی، "اللہ اس کے متعلق سنا دے گا"، "اللہ تمام مخلوق کو اس کے متعلق سنائے گا"، "اللہ اسے تمام مخلوق کے سامنے سنائے گا'' یہ اس سزا کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو تسمیع کی وجہ سے دی جائے گی۔ اور یہ اس بات کو ثابت نہیں کرتے کہ وہ عمل باطل ہے جیسا کہ ریاکاری کے متعلق بیان کیا گیا۔

عمل کے باطل ہونے کے اعتبار سے تسمیع کو ریاکاری پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ عمل جس میں ریاکاری کی ملاوٹ کی گئی وہ ایسے تصور کیا جائے گا کہ گویا یہ وقوع پذیر ہی نہیں ہوا پس وہ باطل ٹھہرے گا تاہم وہ عمل جو خالصتاً اللہ کی خاطر کیا جائے اور پھر اس عمل کی تسمیع کی جائے تو اس کے متعلق یہ تصور کیا جائے گا کہ یہ عمل درست ہوا۔ پس درست طریقے سے کیے جانے والے عمل کے ذریعے قرب حاصل کرنے کی کوشش کو ایسے عمل کے لئے پیمانہ قرار نہیں دیا جا سکتا جو کہ سرے سے ہی غلط طور پر کیا گیا ہو۔

(30) تکبر اور خودستائشی:

- مسلم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر. قال رجل: إن الرجل يحب أن يكون ثوبه حسناً ونعله حسنة. قال: إن الله جميل يحب الجمال، الكبر بطر الحق وغمط الناس»

''جس شخص کے قلب میں رائی برابر بھی تکبر ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص جو اچھے لباس اور جوتوں کے پہننے کو پسند کرتا ہے تو کیا وہ بھی تکبر کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کو رد کرنا اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنا ہے''۔

'بطر الحق' سے مراد اس شخص کو رد کرنا ہے جو حق بات کہہ رہا ہو۔ 'غمط الناس' سے مراد ہے لوگوں کی تحقیر کرنا اور ان کا مذاق اڑانا۔

تکبر کا محل قلب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ﴾

''ان کے سینوں میں تکبر کے سوا کچھ نہیں''۔ (المومن:56)

اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے گزشتہ ارشاد میں ہے کہ ''جس کے قلب میں رائی برابر بھی تکبر ہے''۔

جہاں تک خودستائشی کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ جب ایک شخص اپنے آپ کو تعریف کی نگاہ سے اس طرح دیکھے کہ گویا وہ ایک مقام رکھتا ہے جبکہ وہ دراصل اس مقام کے لائق نہ ہو۔ تکبر اور خودستائشی میں فرق یہ ہے کہ خودستائشی کی نسبت دوسرے لوگوں سے نہیں۔ پس ایک خودنما شخص لوگوں کے درمیان بھی اپنے آپ پر فخر کرتا ہے اور تنہائی میں بھی۔ تاہم متکبر شخص دوسرے لوگوں کے سامنے تکبر کرتا ہے اور ان سے تفاخر کرتا ہے اور ان کی حق بات کو رد کرتا ہے۔

تکبر اور خودستائشی دونوں ہی حرام ہیں اور ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

بخاری نے باب الکبر میں روایت کیا کہ مجاہد نے بیان کیا کہ ﴿ثَانِيَ عِطْفِهِ﴾ (الحج:9) سے مراد ہے کہ وہ اپنی ذات میں تکبر کرتے ہوئے اپنی گردن کو موڑتا ہے۔

● بخاری اور مسلم نے الحارثہ بن وھب الخزامی سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ألا أخبركم بأهل الجنة، كل ضعيف متضاعف لو أقسم على الله لأبره. ألا أخبركم بأهل النار، كل عتل جواظ مستكبر»	''کیا میں تمہیں جنت کے مکینوں کے متعلق نہ بتادوں: ہر کمزور شخص جو اپنی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے مگر جب وہ اللہ کے نام پر قسم اٹھاتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔ کیا میں تمہیں جہنم کے مکینوں کے متعلق باخبر نہ کردوں: ہر جھگڑالو، بدلحاظ، بیہودہ اور متکبر شخص''۔

● مسلم نے اپنی صحیح اور بخاری نے الادب المفرد میں ابوہریرہؓ اور ابوسعید الخدریؓ، دونوں سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«العز إزاره والكبرياء رداؤه فمن ينازعني عذبته»	''عزت میرا ازار ہے اور تکبر میری چادر ہے، جو مجھ سے ان کے متعلق تنازعہ کرے گا میں اسے عذاب دوں گا''۔

● ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ اور ابنِ حبان نے اپنی صحیح اور حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث روایت کی جسے موخر الذکر نے ثوبانؓ کی اسناد سے صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من مات وهو بريء من الكبر والغلول والدَّيْن دخل الجنة»	''جو اس حال میں مرا کہ وہ تکبر، دھوکہ دہی اور قرض سے بَری ہے تو وہ جنت میں داخل ہوا''۔

● بخاری نے الادب المفرد میں اور ترمذی نے یہ حدیث روایت کی جسے مؤخر الذکر نے حسن صحیح قرار دیا اور اس حدیث کو احمد اور الحمیدی نے اپنی مسانید میں اور ابن مبارک نے الزھد میں عمرو بن شعیب سے روایت کیا جنہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اس کے دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يحشر المتكبرون يوم القيامة أمثال الذر في صور الرجال يغشاهم الذل من كل مكان ...»	''متکبر لوگ قیامت کے دن چھوٹے کیڑوں کی مانند انسانوں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے اور انہیں ہر سمت سے ذلت ڈھانپ لے گی...''

● بخاری نے الادب المفرد میں اور حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا اور احمد نے اس حدیث کو اپنی مسند میں بیان کیا جس کے متعلق ہیثمی نے کہا کہ اس حدیث کے راوی صحیح ہیں جو ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من تعظم في نفسه، أو اختال في مشيته، لقي الله عز وجل وهو عليه غضبان»	''جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اکڑ کر چلتا ہے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہو گا''۔

● بزار نے جید اسناد کے ساتھ انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لو لم تذنبوا لخشيت عليكم ما هو أكبر منه: العجب»	''اگر تم گناہ نہ کرو تو میں تمہیں اس سے زیادہ بڑی چیز سے ڈراتا ہوں اور وہ خود ستائشی ہے''۔

● ابن حبان نے روضۃ العقلاء میں اور احمد اور بزار نے عمر بن الخطابؓ کا یہ قول روایت کیا اور منذری نے کہا کہ اس کے راوی قابل حجت ہیں: ''وہ شخص جو اللہ کے سامنے اپنے آپ کو پست کرتا ہے اللہ اس کی حکمت و دانش کو بڑھاتا ہے، اور فرماتا ہے اٹھو اللہ تم کو اٹھائے، وہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نظر میں وہ عظیم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ایک شخص تکبر کرتا ہے اور حد سے بڑھتا ہے تو اللہ اسے زمین پر دے مارتا ہے اور کہتا ہے: دور ہو جاؤ اللہ تمہیں دور کرے۔ وہ اپنے آپ کو عظیم سمجھتا ہے مگر وہ لوگوں کی نظر میں حقیر ہوتا ہے''۔

● ماوردی نے الادب الدنیا والدین میں احنف بن قیس کا یہ قول روایت کیا: ''مجھے تعجب ہے کہ وہ جسے پیشاب کے رستے سے دو مرتبہ گزرنا پڑتا ہے وہ کیسے متکبر ہو سکتا ہے''۔

● النووی نے المجموع میں روایت کیا کہ الشافعی کا قول ہے: "جو شخص اپنے مقام سے زیادہ کی خواہش کرتا ہے اللہ اسے اس کی اصل وقعت پر لے آتا ہے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ قدر و قیمت والے لوگ وہ ہیں جن کی قدر سے لوگ واقف نہیں اور لوگوں میں زیادہ فضیلت والے وہ ہیں جن کی فضیلت سے لوگ آگاہ نہیں ہیں''۔

○○○

باب نمبر15

بحث و تمحیص کے آداب

(1) تعلیم وتدریس کے آداب:

معلم کو چاہیے کہ وہ درس وتدریس کے دوران وقفہ دے تاکہ لوگوں کو اکتاہٹ نہ ہو:

- ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ایک شخص نے کہا:

«يا أبا عبد الرحمن إنا نحب حديثك ونشتهيه، ولوددنا أنك حدثتنا كل يوم، فقال: ما يمنعني أن أحدثكم إلا كراهية أن أملكم، إن رسول الله ﷺ كان يتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علينا»	”اے ابو عبدالرحمن! ہمیں آپ کی گفتگو پسند ہے اور ہم اس کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہر روز ہمیں بیان کریں۔ آپ نے کہا: اس سے مجھے کوئی امر مانع نہیں، ماسوائے کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم اکتا جاؤ۔ بے شک رسول اللہ ﷺ اکتاہٹ کے خیال سے ہمیں وعظ و نصیحت کرتے ہوئے اس بات کا دھیان رکھتے تھے“۔ (متفق علیہ)

- ابنِ عباسؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا:

«حدث الناس كل جمعة مرة، فإن أكثرت فمرتين، فإن أكثرت فثلاثاً، ولا تملّ الناس من هذا القرآن، ولا تأت القوم وهم في حديث فتقطع عليهم حديثهم فتملّهم، ولكن أنصت فإذا أمروك فحدثهم وهم يشتهونه، وإياك والسجع في الدعاء، فإني عهدت رسول الله ﷺ وأصحابه لا يفعلونه»	”لوگوں کو ہر جمعے کے دن ایک مرتبہ نصیحت کرو۔ اگر تم اس سے زیادہ چاہو تو پھر (ہفتے میں) دو یا تین مرتبہ۔ اور لوگوں کو اس قرآن سے اکتاہٹ میں مت ڈالو۔ اور لوگوں کے پاس مت جاؤ کہ جب وہ آپس میں باتیں کر رہے ہوں اور تم انہیں پند و نصیحت کرو اور انہیں اکتاہٹ میں مبتلا کر دو۔ بلکہ تم خاموش رہو اور اگر وہ تم سے کہیں اور وہ اس بات کی خواہش رکھتے ہوں تو تم انہیں وعظ و نصیحت کرو۔ اور دعا میں ترنم سے پرہیز کرو کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کے دور میں تھا اور وہ ایسے نہیں کیا کرتے تھے“۔ (بخاری)

درس وتدریس کے لئے مسجد میں مناسب وقت اور جگہ کا انتخاب کیا جائے تاکہ نماز ادا کرنے والوں کی نماز میں خلل نہ آئے۔ اگر مسجد بڑی ہو تو ایک شخص ایسی جگہ کا انتخاب کرے جو نماز ادا کرنے والوں سے دور ہو اور اگر مسجد چھوٹی ہو تو ایسے وقت کا انتخاب کیا جائے جب نماز ادا کرنا مکروہ ہو مثلاً فجر یا عصر کی نماز کے بعد۔

- ابو سعید سے روایت ہے:

«اعتكف رسول الله ﷺ في المسجد، فسمعهم يجهرون بالقراءة، فكشف الستر وقال: ألا إن كلكم مناج ربه فلا يؤذين بعضكم بعضاً، ولا يرفع بعضكم على بعض في القراءة، أو قال في الصلاة»	”رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں اعتکاف کیا۔ آپؐ نے لوگوں کو باآوازِ بلند قرأت کرتے ہوئے سنا۔ آپؐ نے پردہ ہٹایا اور کہا: تم میں سے ہر کوئی اپنے رب سے بات کر رہا ہے پس تم ایک دوسرے کو تکلیف نہ دو۔ اور قرأت میں آواز کو ایک دوسرے سے بلند مت کرو یا آپؐ نے فرمایا نماز میں (آواز کو ایک دوسرے سے بلند مت کرو)“۔

- بیاضی سے روایت ہے:

«أن رسول الله ﷺ خرج على الناس، وهم يصلون، وقد علت أصواتهم بالقراءة فقال: إنالمصلي يناجي ربه فلينظر بما يناجيه به، ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن»	”رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف گئے جب وہ نماز ادا کر رہے تھے۔ اور وہ قرأت کے دوران اپنی آوازیں بلند کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص نماز پڑھتا ہے وہ اپنے رب سے کلام کرتا ہے۔ پس وہ اس چیز پر دھیان کرے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اور تم لوگ قرآن کی تلاوت کے دوران ایک دوسرے پر اپنی آوازیں بلند مت کرو“۔

یہ دونوں احادیث ابن عبد البر نے التمہید میں روایت کیں۔ انہوں نے کہا کہ بیاضی اور ابو سعید کی حدیث صحیح ہے۔ بیاضی کی حدیث کو احمد نے بھی روایت کیا اور العراقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد جید ہے اور ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ جہاں تک ابو سعید کی حدیث کا تعلق ہے تو اسے ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ اس کی اسناد بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہیں اگرچہ انہوں نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔ یہ دونوں احادیث اس بات کی نہی کے لئے کافی ہیں کہ ایک شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے قرآت کے دوران اپنی آواز بلند کرے جبکہ اس کے نزدیک کوئی دوسرا شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی نماز میں خلل

واقع ہو۔ اگر معاملہ یہ ہے تو پھر معلم کے لئے نمازیوں کے نزدیک تعلیم وتدریس کی ممانعت بدرجہ اولیٰ ہے۔ پس اگر مسجد بڑی ہے جیسا کہ شہر کے وسط میں موجود بڑی مساجد، جہاں لوگ نماز ادا کرنے کے لئے جاتے ہیں، خواہ وہ باجماعت نماز کا وقت ہو یا نہ ہو۔ تو یہاں پر ایک شخص کسی جگہ کا انتخاب کرے اور کچھ جگہ ان لوگوں کے لئے چھوڑ دے جو نماز ادا کرنا چاہتے ہوں۔ اور اگر مسجد چھوٹی ہو تو پھر وہ ایسے وقت کا انتخاب کرے۔ جب نماز ادا کرنا مکروہ ہو جیسا کہ فجر یا عصر کی نماز کے بعد کا وقت۔

ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ کی رحمت، اس کی مدد ونصرت کی امید دلائے اور لوگوں کو ناامید نہ کرے:

- ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے کہ:

«بعثني رسول الله ﷺ ومعاذاً إلى اليمن فقال: ادعوا الناس وبشرا ولا تنفرا ...»

”معاذ اور رسول اللہ ﷺ یمن کی طرف آئے۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کو دعوت دو اور انہیں بشارت دو اور انہیں متنفر مت کرو“۔ (متفق علیہ)

- جندبؓ سے روایت ہے کہ:

«حدث أن رجلاً قال: والله لا يغفر الله لفلان، وأن الله تعالى قال: من ذا الذي يتألى علي أن لا أغفر لفلان، فإني غفرت لفلان وأحبطت عملك أو كما قال» مسلم، وعن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: «إذا قال الرجل هلك الناس فهو أهلكهم»

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ فلاں شخص کو معاف نہیں کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ کون ہے جو مجھے پابند کرتا ہے کہ میں فلاں شخص کو معاف نہیں کرونگا۔ میں نے اس شخص کو معاف کر دیا اور تمہارے اعمال برباد کر دیئے“۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إذا قال الرجل هلك الناس فهو أهلكهم»

”اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے“۔

اس چیز کے ذریعے لوگوں کو امید دلائی جائے جو مخاطب لوگوں کو امید بخشے اور ان لوگوں پر اس کا اثر ہو۔ اس مقصد کو پورا کرنے میں کوئی چیز کتاب وسنت سے زیادہ موثر نہیں۔ اور اگر کوئی شخص شرعی نصوص کا حقیقت کے ساتھ تعلق قائم کرے تو اس کا اثر ایک شخص پر راسخ ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان الفاظ میں خطاب کیا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ ﴾	''تم بہترین امت ہو''۔ (آل عمران: 110)

- اور فرمایا:

﴿وَكَانَ حَقّاً عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾	''اور ہم نے مومنین کی مدد کو اپنے اوپر ٹھہرالیا ہے''۔ (روم: 47)

- اور فرمایا:

﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾	''بے شک ہم رسولوں اور ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں مدد کریں گے''۔ (المومن: 51)

- اور فرمایا:

﴿ وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ﴾	''اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اللہ انہیں زمین پر ان حکمرانوں کی بجائے حکمرانی عطا فرمائیگا''۔ (النور: 55)

- اور ارشاد فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْآ إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ﴾	''اور یاد کرو اس وقت کو جب زمین پر تمہاری تعداد قلیل تھی اور تم ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لیں، تو اللہ نے تمہیں محفوظ ٹھکانا عطا کیا اور اپنی مدد سے تمہیں مضبوط بنایا''۔ (الانفال: 26)

● اور فرمایا:

﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾	''اور نصرت اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں''۔(آل عمران:126)

● اور فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴾	''اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا''۔(آل عمران:9)

● اور فرمایا:

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا﴾	''اور اللہ سے زیادہ کس کے الفاظ سچے ہو سکتے ہیں''۔(النساء:122)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ ۝﴾	''بہت سے ہوں گے اولین میں سے اور بہت سے ہوں گے آخرین میں سے''۔(الواقعہ:39-40)

● اور ارشاد فرمایا:

﴿ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ ۝﴾	''بہت سے ہوں گے اولین میں سے اور کم ہوں گے آخرین میں سے''۔(الواقعہ:13-14)

● اور جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جو اس امت کے بعد کے لوگوں میں خیر کی موجودگی کو ثابت کرتی ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أمتي كالمطر لا يدرى الخير في أوله أو آخره»	''میری امت کی مثال بارش کی سی ہے معلوم نہیں کہ خیر اس کے شروع میں ہے یا آخر میں''۔

● اور فرمایا:

«واهاً لإخواني» | ''کیا خوب میرے وہ بھائی ہیں...''

- اور فرمایا:

«طوبى للغرباء» | ''ان اجنبیوں پر رحمت ہو''

- اور فرمایا:

«إن لله عباداً ليسوا بأنبياء ولا شهداء ...» | ''اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو انبیاء یا شہداء میں سے نہیں...''

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے دوبارہ قیام، روم کی فتح، یہودیوں کے ساتھ جنگ اور ان کے قتل اور خلافت کے ارضِ مقدس میں داخل ہو جانے کی بشارتیں دی ہیں۔

یہاں مسلمانوں کی تاریخ کے کچھ واقعات کی منظر کشی کرنا بہتر ہو گا جیسا کہ مسلمانوں نے بدر، خندق، قادسیہ، نہاوند، یرموک، اجنادین اور تستر کی جنگوں اور دیگر کئی جنگوں میں فتح حاصل کی، جن کا یہاں پر احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ اور ہمیں ان لڑائیوں کو موضوع بنانا چاہیے جن میں تعداد اور ساز و سامان میں دشمن سے کمزور ہونے کے باوجود مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس ایک شخص کو بھی کامیابی عطا کر دیتا جسے رسول اللہ ﷺ اکیلے کسی مہم پر روانہ کرتے۔ اور ہم دوبارہ جہاد پر توجہ مرکوز کریں اور اس کے تصور کو مسلمانوں کے ذہن میں واضح کریں اور امن، مذاکرات، محض مذمت کرنے، مسترد کرنے، نیز طاغوت کو تسلیم کرنے اور ذلت پر راضی ہو جانے کے ان دبیز پردوں کو چاک کریں جو مسلمانوں کے ذہنوں پر پڑے ہوئے ہیں۔

لیکن اس سے قبل کہ ہم یہ کریں، ہمیں ضرور بالضرور اسلامی عقیدہ کو قوانین کی بنیاد کے طور پر اپنے دلوں میں راسخ کر لینا چاہیے کیونکہ یہ اسلامی عقیدہ ہی تھا جس نے زمانۂ جاہلیت کے عربوں کو، کہ جن کی تمام تر توجہ قبائلی مخاصمت، مفادات اور گھٹیا امور کی طرف تھی، ایک مضبوط امت بنا دیا جو اس دین اور آخرت کی وجہ سے قوی تھی، بہترین امت جسے لوگوں کے لئے کھڑا کیا گیا، جو دنیا کو بھلائی کی طرف لے گئی اور وہ اللہ کے اذن سے دنیا کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئی، جو العزیز الحمید کا رستہ ہے۔

گفتگو کے لئے لوگوں کی حقیقت کے مطابق کہ جس میں وہ زندگی بسر کر رہے ہیں ایسے موضوعات کا انتخاب کرنا تاکہ گفتگو میں زندگی اور حرکت محسوس ہو۔ اگر ایک شخص یہ دیکھے کہ لوگوں کو کسی مخصوص عقیدہ کی وضاحت کی ضرورت ہے تو وہ اسے بیان کرے اور اگر وہ یہ دیکھے کہ لوگ کسی مخصوص صورتِ حال یا سیاسی حالات سے دھوکہ کھا رہے ہیں تو وہ ان کی وضاحت کرے۔ اور اگر وہ یہ دیکھے کہ لوگ غلط افکار یا حکم کی طرف متوجہ ہیں تو وہ صحیح فکر اور درست حکم ان کے سامنے بیان کرے جیسا کہ شیخ تقی الدین النبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا: ''ہمیں چاہیے کہ ہم ٹیڑھی لکیر کے سامنے سیدھی لکیر کھینچ دیں۔ یہ بات دھوکہ دہی سے کم نہیں کہ تعلیم وتدریس کا موضوع خلع ہو جبکہ امریکہ بغداد پر قبضہ کر رہا ہو یا موضوع عورت کے گاڑی چلانے کے حکم سے متعلق ہو جبکہ الاقصیٰ پر یہودی قابض ہوں یا گفتگو عورت کے پارلیمنٹ کے ممبر شپ کے جائز یا ناجائز ہونے کے متعلق ہو جبکہ امریکہ کی افواج اس ملک کے ساحلوں کی طرف بڑھ رہی ہوں یا تعزیت میں شرکت کے حکم پر گفت وشنید کی جائے جبکہ امتِ مسلمہ کی تیل کی دولت پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہو یا بالوں کے متعلق احکامات بیان کئے جائیں جبکہ مسجد الحرام کی حرمت کو پامال کیا جا رہا ہو، وغیرہ، وغیرہ''

اس جاہل شخص سے سختی سے بات کرنی چاہیے جو احکامِ شرعیہ کی تحقیر کرے اور ایک اہلِ علم شخص کے متعلق عذر تلاش کرنا چاہیے جس کی رائے معلم کی رائے کے مخالف ہو۔ پہلی صورت کی مثال یہ حدیث ہے جسے حاکم نے عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا:

«نهى رسول الله ﷺ عن الخذف»	''رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں پھینکنے سے منع فرمایا''۔

اس سے مراد کسی مجلس میں کنکریاں یا پتھر پھینکنا ہے کہ ایک شخص اسے دو انگلیوں کے درمیان پکڑے اور قوت سے اسے چھوڑے یا پھر غلیل کے ذریعے اسے مارے۔ روایت کیا گیا کہ عبداللہ بن مغفلؓ نے ایک شخص کو کنکریاں مارتے ہوئے دیکھا تو آپ نے کہا: ''میں نے تمہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بیان کیا تھا پھر بھی تم کنکریں مار رہے ہو، اللہ کی قسم میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا''

دوسری صورت کی مثال وہ روایت ہے جسے احمد نے عبداللہ بن یسار سے روایت کیا اور ھیثمی نے اس کے متعلق کہا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں: "عمرو بن حارث نے علیؓ سے سوال کیا: آپ جنازے کے ساتھ چلنے کے متعلق کیا کہتے ہیں، کیا ہمیں جنازے کے پیچھے چلنا چاہیے یا اس کے آگے چلنا چاہیے؟ علیؓ نے جواب دیا: جنازے کے پیچھے چلنا جنازے کے آگے چلنے سے افضل ہے۔ عمرو نے کہا: میں نے ابو بکرؓ اور عمرؓ کو دیکھا، وہ جنازے کے آگے چل رہے تھے۔ علیؓ نے کہا: یہ اس وجہ سے ہو گا کہ وہ ناپسند کرتے ہیں کہ لوگوں کو تکلیف ہو (یعنی تاکہ لوگ یہ گمان نہ کرلیں کہ جنازے کے آگے چلنا کسی صورت میں جائز نہیں)''۔

وہ شخص جو نرمی سے سوال کرے اس کی بات پر توجہ دینی چاہیے۔ ابو نعیم نے الحلیہ میں اور ابن حبان نے روضۃ العقلاء میں بیان کیا:... ہمیں معاذ بن سعد الاعور نے بیان کیا: میں عطا بن ابی رباح کے پاس بیٹھا تھا اور میں نے ایک شخص کو ایک حدیث بیان کی۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے اس کی مخالفت کی۔ اس پر عطا غصے میں آگئے اور کہا: یہ کس قسم کا طور طریقہ ہے۔ میں کسی شخص سے کوئی حدیث سنتا ہوں جبکہ میں اس حدیث کو اس سے بہتر جانتا ہوں لیکن میں یوں ظاہر کرتا ہوں کہ گویا میں اس حدیث کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔

اس شخص سے گفتگو نہ کی جائے جو خاموشی سے توجہ نہ دے۔ بخاری نے جریرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا:

«استنصت الناس ...»	''لوگوں سے کہو کہ وہ خاموش ہو جائیں''۔

اور الخطیب نے الفقیہ والمتفقہ میں بیان کیا کہ ابو عمرو بن العلاء نے کہا: ''یہ اچھے آداب میں سے نہیں کہ تم اسے جواب دو جس نے سوال نہ کیا ہو، یا اس سے سوال کرو جو تمہیں جواب نہیں دے گا یا اس سے بیان کرو جو تمہاری بات نہیں سنے گا''۔

قواعد سے ایسی فروعات اخذ کرنا جو احکام شریعہ کو تحلیل کر دیں، سے اجتناب کرنا چاہیے جیسا کہ حاجت مخصوص کا قائدہ جسے مخصوص ضرورت کا درجہ دے دیا جائے یا معاملات میں لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنے کے قائدے کو حدود و قیود کے بغیر استعمال کیا جائے، مثلاً گھر خریدنے کے لئے سود پر قرضہ لینا، کسی عیسائی کی دوکان پر ملازمت کے دوران سور کا گوشت بیچنا، کافر فوج میں بھرتی ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے نکلنا، ایک مسلمان عورت کا بغیر حجاب کے گھر سے باہر نکلنا جبکہ وہ اس ملک سے کسی دوسرے ملک ہجرت کر سکتی ہو جہاں اس فتنے کا سامنا نہ ہو اور ایک جج کے عہدے کو قبول کرنا جس کا کام اللہ کے نازل کردہ احکامات کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا ہو، اور اسی نوعیت کے دیگر معاملات۔

اس بات سے اجتناب کیا جائے کہ ایک شخص یوں ظاہر کرے کہ وہ علم رکھتا ہے جبکہ اسے اس بات کا علم نہ ہو۔ عمرؓ نے فرمایا:

«نهينا عن التكلف»	''ہمیں (علم میں) دکھاوے سے منع کیا گیا ہے''۔

(بخاری نے اسے روایت کیا)

- مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے، تو آپ نے کہا:

«يا أيها الناس من علم شيئاً فليقل به، ومن لم يعلم فليقل الله أعلم، فإن من العلم أن يقول لما لا يعلم الله أعلم، قال الله تعالى لنبيه :﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۞ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۞﴾»

''اے لوگو! اگر کوئی شخص کسی بات کا علم رکھتا ہے تو وہ اسے بیان کرے لیکن اگر وہ نہیں جانتا تو وہ کہے: اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ کسی بات کے علم نہ ہونے پر 'اللہ ہی بہتر جانتا ہے' کہنا، اہل علم ہونے کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے ارشاد فرمایا: (اے نبی) کہہ دیجئے میں اس (قرآن کا) تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ ہی میں متکلفون میں سے ہوں، اور یہ تو صرف تمام جہاں والوں کے لیے نصیحت ہے''۔ (متفق علیہ)

- بیوقوف لوگوں کے ساتھ بحث و مباحثے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا تعلموا العلم لتباهوا به العلماء، ولا تماروا به السفهاء، ولا تخيروا به المجالس، فمن فعل ذلك فالنار النار»

''علماء سے مقابلہ کرنے یا بے وقوف لوگوں سے منہ ماری کرنے کے لئے علم حاصل مت کرو اور نہ ہی اس مقصد کے لئے کہ اعلیٰ مسند حاصل کی جائے۔ پس جو ایسا کرے گا اس کا ٹھکانہ آگ ہے، آگ ہے''۔

(ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں بیان کیا، حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس سے اتفاق کیا۔ اس حدیث کو ابن ماجہ، ھیثمی نے اور ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں بھی روایت کیا)

تعلیم و تدریس میں ریا، تسمیع، تکبر اور تفاخر سے بھی اجتناب کرنا چاہیے، جیسا کہ ان کے متعلق پیچھے بیان کیا گیا ہے۔

ضروری ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے عقلی حیثیت کے مطابق بات کی جائے۔ علیؓ کا قول ہے:

«حدثوا الناس بما يعرفون، أتحبون أن يُكذب الله ورسوله؟»

''لوگوں کو وہ بات بیان کرو جس سے وہ واقف ہوں، کیا تم چاہتے ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کر دیں''۔
(بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابن حجر نے فتح الباری میں بیان کیا کہ 'تعرفون'، ''جس سے وہ واقف ہوں'' سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کا ادراک کر سکتے ہوں۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے:

«ما أنت محدثاً –وفي رواية بمحدث- قوماً حديثاً لا تبلغه عقولهم، إلا كان لبعضهم فتنة»	''تم کسی قوم سے ایسی بات کرو جس تک ان کی عقلیں نہ پہنچ سکتی ہوں تو یہ ان میں سے بعض کے لئے فتنے کا باعث بن جائے گا''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

- ابنِ عباسؓ کا قول ہے:

«كونوا ربانيين حلماء فقهاء، ويقال الرباني الذي يربي الناس بصغار العلم قبل كباره»	''حلیم اور فقیہہ عالمِ دین بنو، دین کا عالم وہ ہے جو لوگوں کو مشکل باتوں سے قبل آسان باتیں سکھائے''۔ (بخاری)

(2) آدابِ خطبہ:

- جمعہ میں خطبے کو خصوصی طور پر مختصر رکھنا چاہیے، کیونکہ مسلم نے عمارؓ سے یہ حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن طول صلاة الرجل، وقصر خطبته، مئنة من فقهه؛ فأطيلوا الصلاة، وأقصروا الخطبة، وإن من البيان سحراً»	''ایک شخص کا نماز طویل کرنا اور خطبے کو مختصر کرنا اس کے فقیہہ ہونے کی نشانی ہے۔ پس تم نماز کو لمبا کرو اور خطبے کو مختصر کرو۔ اور بے شک بعض بیانات میں جادوئی اثر ہوتا ہے''۔

- جابر بن سمرہؓ سے مروی حدیث میں ہے:

«كنت أصلي مع رسول الله ﷺ، فكانت صلاته قصداً، وخطبته قصدا»	''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور آپؐ کی نماز اور خطبہ دونوں درمیانی طوالت کے ہوتے تھے''۔ (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

● حکم بن حزن الکلفی سے روایت ہے:

«شهدت مع رسول الله ﷺ الجمعة، فقام متوكئاً على عصا، أو قوس، فحمد الله وأثنى عليه كلمات خفيفات طيبات مباركات»

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کی جب آپؐ عصا کے سہارے کھڑے تھے۔ آپؐ نے اللہ کے تعریف کی اور مختصر مگر بہترین اور مبارک الفاظ میں اللہ کی ثناء بیان کی''۔

(ابنِ خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو روایت کیا۔ نیز احمد اور ابو داؤد نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ ابنِ حجر نے بیان کیا کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔)

● عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ بیان کرتے ہیں:

«كان رسول الله ﷺ يكثر الذكر، ويقل اللغو، ويطيل الصلاة، ويقصر الخطبة، ولا يستنكف أن يمشي مع العبد والأرملة، حتى يخلو لهم من حاجتهم»

''رسول اللہ ﷺ ذکر میں کثرت کرتے تھے اور بے مقصد بات میں قلت کرتے تھے اور نماز کو طویل کرتے تھے اور خطبے کو مختصر کرتے تھے۔ آپ حاجت کو پورا کرنے کے لئے کسی غلام یا بیوہ کے ساتھ چلنے سے کتراتے نہ تھے''۔

(حاکم نے بیان کیا کہ یہ حدیث شیخین کی اسناد پر صحیح ہے۔ ابنِ حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور العراقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور الطبرانی نے اسے ابو امامہ سے ابن ابی اوفیٰ کی حدیث کے مماثل اسناد سے روایت کیا۔ اور ہیثمی نے اس کی اسناد کو حسن قرار دیا)

نماز اور خطبے میں میانہ روی سے مراد یہ ہے کہ نماز خطبے سے طویل ہو جیسا کہ دیگر احادیث میں بیان کیا گیا۔ ابن ابی اوفیٰ والی روایت میں بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو طویل کرتے تھے اور خطبے کو مختصر کرتے تھے۔ عمار کی حدیث میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم نماز کو طویل کریں اور خطبے کو مختصر کریں۔ جمعہ کے دن آپؐ کا خطبہ آپؐ کی نماز سے چھوٹا ہوتا تھا۔ اگر ہم آپؐ کی نماز کی طوالت کا اندازہ لگا لیں تو ہمیں خطبے کی طوالت کا اندازہ ہو جائے گا کیونکہ یہ بہر حال نماز سے مختصر ہوتا تھا۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ جمعہ کی نماز میں سورۃ جمعہ اور سورۃ المنافقون کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور نعمان بن بشیرؓ نے بیان کیا کہ آپؐ ﴿**سبح اسم ربک الاعلیٰ**﴾ اور ﴿**هل أتٰك حديث الغاشية**﴾ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ سورۃ جمعہ اور سورۃ المنافقون کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ان تینوں احادیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جمعہ کی طویل ترین نماز کا

دورانیہ وہ ہوگا جب آپ سورۃ جمعہ اور سورۃ المنافقون کی تلاوت فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں اس میں وہ وقت شامل کیا جائے جو رسول اللہ ﷺ کو دو مرتبہ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے، دو رکوع، چار سجدوں اور تشہد کے لئے بیٹھنے اور درودِ ابراہیمی پڑھنے میں لگتا تھا۔ یہ آپ ؐ کی جمعہ کی طویل ترین نماز ہے۔ جہاں تک مختصر ترین نماز کا تعلق ہے تو یہ اس وقت ہوتی جب آپ ؐ ﴿**سبح اسم ربک الاعلیٰ**﴾ اور ﴿**هل أتٰك حديث الغاشية**﴾ کی تلاوت فرماتے اور نماز کے باقی اعمال بجالاتے۔ اور چونکہ آپ ؐ کی نماز آپ ؐ کے خطبہ سے طویل ہوتی تھی لہٰذا یوں خطیب خطبے کی طوالت میں آپ ؐ کی سنت کو جان سکتا ہے۔

منبر پر خطبہ دیتے ہوئے خطاب کا انداز اختیار کرنا چاہیے نہ کہ تعلیم وتدریس یا لیکچر یا مقالہ پڑھنے یا قصہ گوئی یا شاعرانہ انداز اختیار کیا جائے۔ خطبے اور باقی اسالیب کے درمیان فرق کو جاننے کے لئے ایک شخص لغت کی کتابوں کی طرف رجوع کر سکتا ہے جن میں ان اسالیب کے فرق کو بیان کیا گیا ہو۔

ایک شخص کو گرائمر و تلفظ کی اغلاط سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ خطیب کا ایسی غلطیاں کرنا قبیح ہے اور اگر یہ قرآن کی آیات کی تلاوت میں ہو تو یہ اور بھی بُرا ہے۔

(3) بحث ومباحثہ کے آداب:

الجدل کے معنی ہیں باہم بحث ومباحثہ کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿**قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيَ إِلَى اللهِ وَاللهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا**﴾	”تحقیق اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے خاوند کے متعلق بحث ومباحثہ کررہی تھی اور اللہ کے سامنے شکایت کررہی تھی۔ اللہ تم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سن رہا تھا“۔(المجادلہ: 1)

یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے 'الجدل' کو 'تحاور' کہا ہے۔ جس کی تعریف یہ ہے: کسی معاملہ پر اختلاف میں فریقین کا اپنے دلائل پیش کرنا یا وہ چیز پیش کرنا جسے کوئی فریق دلیل گمان کرتا ہو، جس کا مقصد اپنی رائے یا مذہب کی مضبوطی کا اظہار کرنا یا مخالف فریق کی دلیل کو رد کرنا اور اسے اپنی رائے کو قبول کرنے پر قائل کرنا ہے کہ میری رائے درست اور حق ہے۔

اس قسم کے بحث ومباحثے کا شریعت نے تقاضا کیا ہے تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کیا جائے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

”اے نبی لوگوں کو حکمت اور نیک نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے رستے کی طرف بلاؤ اور احسن طریقے سے ان کے ساتھ بحث ومباحثہ کرو“۔ (النحل: 125)

- اور فرمایا:

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾

”(اے محمد) کہہ دیجئے کہ اپنا ثبوت پیش کرو اگر تم سچے ہو“۔ (البقرہ: 111)

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے مشرکینِ مکہ، نجران کے عیسائیوں اور مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا۔ اسلامی دعوت کا علمبردار شخص خیر کی طرف دعوت دیتا ہے، نیکی کا حکم دیتا ہے، برائی سے منع کرتا ہے اور غلط افکار کے خلاف جدوجہد کرتا ہے۔ اور جب ان واجب اعمال کو سرانجام دینے کے لئے بحث ومباحثے کا اسلوب اختیار کرنا ضروری ہو تو ایسی صورت میں بحث ومباحثہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یہ اس قائدے کی بنا پر ہے، "مالایتم الواجب الابه فهو واجب"، ”جس چیز کے بغیر واجب کو پورا نہ کیا جا سکتا ہو وہ چیز بھی واجب ہو جاتی ہے“۔

کچھ قسم کے مباحثوں کو شریعت نے منع فرمایا ہے اور انہیں کفر قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ اور اس کی آیات میں مباحثہ کرنا، ارشاد ہوا:

﴿وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ﴾

”جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور اللہ تو بڑی قوت والا ہے“۔ (الرعد: 13)

- اور فرمایا:

﴿مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا﴾	''اور اللہ کی آیات کے متعلق وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں''۔ (المومن:4)

● اور فرمایا:

﴿الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ أَتٰهُمْ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ اٰمَنُوا﴾	''اور جو لوگ اللہ کی آیات کے متعلق بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں، اللہ اور مومنوں کو یہ عمل سخت ناپسند ہے''۔(المومن:35)

● اور فرمایا:

﴿وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِيٓ اٰيٰتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِيْص ﴾	''اور جو لوگ ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں، وہ جان لیں کہ ان کے لئے چھٹکارا نہیں''۔(الشوریٰ:35)

جو کفر کرتا ہے وہ وہ شخص ہے جو حق کے اقرار کی بجائے اس کا انکار کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی آیات کا منکران آیات کو جھٹلانے کے لئے بحث کرتا ہے اور جو اللہ کی آیات کا اقرار کرتا ہے وہ اس لئے بحث کرتا ہے کہ حق کو ثابت کیا جائے اور باطل کو دور کر دیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ﴾	''انہوں نے باطل کے ذریعے جھگڑا کیا تاکہ حق کو زائل کر دیں''۔ (المومن:5)

● اور فرمایا:

﴿مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾	''انہوں نے جو مثال تم سے بیان کی وہ محض جھگڑا کرنے کے لئے تھی، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو''۔(الزخرف:58)

● قرآن کے متعلق بحث ومباحثہ کرنا تاکہ یہ ثابت کیا جائے کہ یہ اللہ کا معجزہ نہیں، کفر ہے۔ احمد نے ابو ہریرہؓ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مرفوعاً روایت کیا:

«جدال في القرآن كفر»	”قرآن میں بحث ومباحثہ کرنا کفر ہے“۔

(ابن مفلح نے بیان کیا کہ اس کی اسناد جید ہے اور احمد شاکر نے اسے صحیح قرار دیا)

بعض صورتوں میں بحث ومباحثہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد اس کے متعلق بحث ومباحثہ کرنا:

- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴾	”وہ تم سے حق کے بارے میں بحث کر رہے تھے، اس امر کے بعد کہ حق ظاہر ہو چکا تھا۔ گویا کہ وہ موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہیں اور وہ اسے دیکھ رہے ہیں“۔(الانفال:6)

بحث ومباحثہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی دلیل یا شبہ دلیل کے ساتھ مباحثہ کرے۔ کسی دلیل کے بغیر مباحثہ کرنا محض جھگڑا و فساد ہے۔ شبہ دلیل یہ ہے کہ ” جسے کوئی گروہ درست گمان کرتا ہو جبکہ وہ حق نہ ہو“ یہ تعریف ابن عقیل کی ہے۔ اور ابنِ حزم نے جھگڑے کی یہ تعریف کی ہے: "باطل دلیل کے ذریعے، باطل معاملے کو پیش کرنا تا کہ باطل کو ثابت کیا جائے اور یہ مغالطہ ہے" اور ابنِ عقیل نے کہا: "جو اہلِ علم کے طریقے کی پیروی کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ دلیل یا شبہ دلیل کی بنیاد پر بات کرے۔ اور جہاں تک جھگڑے کا تعلق ہے تو یہ محض جھگڑنے والوں کا آپس میں الجھنا ہے" پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ جھگڑا و فساد یہ ہے کہ بغیر دلیل یا شبہ دلیل کے بحث کی جائے۔

علماء المسلمین نے بحث ومباحثہ کے آداب اور اصولوں کے متعلق جو نصیحت کی ہے یہاں ہم اسے کچھ اضافوں کے ساتھ بیان کر رہے ہیں:

- بحث ومباحثہ کرنے والے کو اللہ کے خوف کو مقدم رکھنا چاہیے اور اس مباحثے کا مقصد اللہ کا قرب اور اس کی رضامندی کا حصول اور اس کے احکامات پر عمل ہونا چاہیے۔
- اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرے اور فریقِ مخالف پر غلبہ پائے، نہ کہ اسے دبا لینے اور اسے مٹا دینے کی کوشش کرے۔ شافعی نے کہا: ”میں نے کسی شخص سے مباحثہ نہیں کیا مگر یہ کہ میری خواہش تھی کہ اس کی مدد ہو

اور صحیح رستے کی طرف اس کی راہنمائی ہو اور اللہ اسے محفوظ ومامون فرمائے۔ اور میں نے کسی شخص سے بات چیت کرتے ہوئے اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ آیا حق بات اس کی زبان پر ظاہر ہو یا میری زبان پر"۔ اور ابن عقیل کا قول ہے: "ہر وہ مباحث جس کا مقصد حق کی نصرت و مدد نہ ہو وہ مباحث کرنے والے کے لئے وبال ہے"۔

- وہ مقام و مرتبے، مال و دولت کے حصول، اپنے دلائل کے زبردست ہونے یا ریاکاری کے لئے بحث و مباحثہ نہ کرے۔
- وہ اللہ، اس کے دین اور فریقِ مخالف کے ساتھ مخلص ہو کیونکہ دین اخلاص ہے۔
- اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ پر صلوٰۃ و سلام سے اپنی گفتگو کا آغاز کرے۔
- اسے یہ خواہش کرنی چاہیے کہ اللہ وہ چیز حاصل کرنے میں اس کی مدد کرے جس سے اللہ راضی ہوتا ہو۔
- اس کے بحث و مباحثے کا انداز اچھا ہونا چاہیے اور اس کی ہیئت بھی اچھی ہونی چاہیے۔ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الهدي الصالح، والسمت الصالح، والاقتصاد، جزء من خمسة وعشرين جزءاً من النبوة»	"صالح ہدایت، نفیس انداز و حلیہ اور تحمل و اعتدال، نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک ہے"۔

(احمد اور ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کیا۔ ابنِ حجر نے فتح الباری میں بیان کیا کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے)

- ابنِ مسعودؓ سے موقوفاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اعلموا أن حسن الهدي، في آخر الزمان، خير من بعض العمل»	"جان لو کہ آخری زمانے میں اچھے انداز سے ہدایت کرنا کچھ اعمال سے بہتر ہوگا"۔ (ابنِ حجر نے فتح الباری میں بیان کیا کہ اس کی اسناد صحیح ہے)

- بات کو مختصر رکھنا کلام کو جامع، بلیغ اور آسان فہم بناتا ہے۔ کلام کو طول دینے سے بوریت پیدا ہوتی ہے علاوہ ازیں ایسا کرنا غلطیوں کے امکان کو بھی بڑھا دیتا ہے۔

- اس بنیاد پر فریقین کا متفق ہونا ضروری ہے جسے معیار بنایا جائے۔ ایک کافر کے ساتھ یہ بنیاد عقلی ہو گی اور ایک مسلمان کے ساتھ بحث کرتے ہوئے یہ بنیاد عقلی یا شرعی ہو گی۔ عقلی معاملات میں عقل کو مرجع بنانا چاہیے جبکہ احکام کے لئے شرعی نصوص کو بنیاد بنایا جانا چاہیے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾	''اور اگر تم کسی معاملے میں تنازعہ کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو''۔(النساء:59)

یعنی کتاب وسنت کی طرف۔

- کفار کے ساتھ شریعت کی فروعات میں بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ وہ تو شریعت کی بنیاد پر یقین ہی نہیں رکھتا۔ پس ایک شخص کو چاہیے کہ وہ کسی کافر کے ساتھ چار عورتوں سے شادی، عورت کی گواہی، جزیہ، وراثت، شراب کی حرمت اور اسی طرح کے دیگر احکامات کے متعلق بحث ومباحثہ نہ کرے۔ بلکہ اس کے ساتھ بحث کو دین کی بنیاد تک محدود کیا جائے جس کے دلائل عقلی ہیں۔ کیونکہ کافر کے ساتھ بحث ومباحثے کا مقصد یہ ہے کہ اسے باطل سے حق کی طرف اور گمراہی سے ہدایت کی طرف لایا جائے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہم اسے کفر سے ایمان کی طرف نہ لائیں۔ اسی طرح کسی عیسائی کے ساتھ بدھ ازم یا یہودیت کے باطل ہونے کے متعلق بحث ومباحثہ نہیں کرنا چاہیے۔ ایسی گفتگو کو بحث ومباحثہ نہیں کہہ سکتے۔ ایک عیسائی بدھ نہیں ہے اور نہ ہی وہ یہودی ہے کہ اسے ان عقائد سے صحیح عقیدے کی طرف لانا مقصود ہو۔ بلکہ ایک شخص سے اس کے اپنے غلط عقیدے پر گفتگو کی جائے تاکہ وہ اسے چھوڑ کر اسلام کی طرف آجائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے: "ہم ان چیزوں میں بحث ومباحثہ کریں گے جس پر ہم متفق ہیں اور جس پر ہم اتفاق نہیں کرتے اسے ہم ایک طرف کرتے ہیں۔" کیونکہ بحث ومباحثہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ گفتگو کا موضوع وہ چیز نہ ہو کہ جس میں اختلاف ہے۔ اگر کوئی عیسائی یا سرمایہ دار ایک مسلمان سے اس بات پر اتفاق کرتا ہے کہ بدھ ازم، کمیونزم یا سوشلزم عقل سے بعید ہے اور وہ اس امر کے متعلق گفت وشنید کرے تو اسے بحث ومباحثہ نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہ ایک مسلمان سے اس فرض کو ساقط نہیں کرتا کہ کافر کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا جائے اور اسے اسلام کی طرف لایا جائے۔ اسی طرح ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کفار کے ساتھ ان معاملات پر گفتگو کرتے ہیں جن پر ہم آپس میں ہم خیال ہیں اور ان معاملات کو قیامت کے دن کے لیے چھوڑتے ہیں جن پر ہم متفق نہیں اور اللہ ان معاملات میں جو چاہے گا فیصلہ کرے گا اور ہمارے درمیان ان معاملات

پر تصفیہ کر دے گا۔ ہم ایسا نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان معاملات میں بحث و مباحثہ کریں جن پر اختلاف پایا جاتا ہے اور اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہم اس فرض پر پورا نہیں اتریں گے۔ بے شک دنیا اور آخرت میں فیصلہ کرنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے لیکن ہمیں اللہ کے عمل اور اپنے اوپر عائد فرائض کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ بے شک یہ حجت نا معقول ہے اور اس بات کی کوئی دلیل یا شبہ دلیل موجود نہیں۔

- ایک شخص کو اپنی آواز اتنی ہی بلند کرنی چاہیے جو دوسرے شخص کے سننے کو کافی ہو اور اسے گلا پھاڑ پھاڑ کر بولنے اور دوسرے فریق کے منہ پر چلانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ روایت کیا گیا کہ ایک شخص، جس کا نام عبد الصمد تھا، نے خلیفہ مامون سے کلام کیا اور اونچا اونچا بولنے لگا۔ مامون نے کہا: اے عبد الصمد اونچا اونچا مت بولو کیونکہ درست وہ ہے جو حق بات ہے نہ کہ وہ بات جو بلند آواز میں کی جائے۔ اور خطاب کرنا اس کے لئے اچھا ہے جو علم رکھنے والا ہو یا علم حاصل کرنے والا ہو۔
- ایک شخص کو بحث و مباحثہ کے دوران دوسرے فریق کی تحقیر کرنے اور اسے کم تر ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔
- اسے چاہیے کہ وہ تحمل مزاج اور دوسرے فریق کی باتوں کو در گزر کرنے والا ہو ماسوائے جب وہ بد تمیزی پر اتر آئے۔ ایسی صورت میں اسے چاہیے کہ وہ مزید بحث و مباحثہ ختم کر دے۔
- اسے غضبناک ہونے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ابنِ سیرین کا قول ہے کہ "غصہ جاہلیت کا دوسرا نام ہے۔" یعنی جب اس کا اظہار بحث و مباحثے کے دوران کیا جائے۔ جہاں تک ابنِ عباسؓ سے مروی طبرانی کی اس روایت کا تعلق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«تعتري الحدة خيار أمتي»	''میری امت کے بہترین لوگ وہ ہوں گے جو غصے میں مبتلا ہوں گے''۔

تو اس حدیث کی اسناد میں موجود سلام بن مسلم الطویل متروک ہے۔ اور جہاں تک طبرانی کی اس روایت کا تعلق ہے کہ علی بن ابی طالبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **«خيار أمتي أحداؤهم الذين إذا غضبوا رجعوا »** "میں امت کے بہترین لوگ ان میں سے غصے والے لوگ ہیں کہ جب وہ غضب ناک ہوں تو وہ واپس اپنی سکون کی حالت کی طرف لوٹ جائیں''۔ اس حدیث کی سند میں موجود راوی نعیم بن سالم بن قنبر کذّاب ہے۔

- جب وہ اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے شخص سے مباحثہ کر رہا ہو تو اسے ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں: 'تم غلط کہہ رہے ہو' یا 'جو تم نے کہا وہ غلط ہے'۔ بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے: آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے یا اگر کوئی اس کے متعلق یہ اعتراض کرے وغیرہ یا وہ اس سے اس انداز سے اختلاف کرے کہ گویا وہ صحیح بات جاننے کا خواہاں ہے مثلاً وہ یہ کہے: 'کیا ایسا نہیں کہ جو آپ نے بیان کیا ویسے کہنا درست نہیں'۔
- اسے اپنے مخالف فریق کی بات پر غور کرنا اور سمجھنا چاہیے تاکہ وہ درست جواب دے سکے۔ اسے بولنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے اور دوسرے فریق کو اپنی بات مکمل کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ ابن وھب نے بیان کیا کہ میں نے مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا: "کسی بات کو سمجھے بغیر اس کا جواب دینا فضول ہے اور اپنے مخالف کی قطع کلامی کرنا اچھے آداب میں سے نہیں۔" لیکن اگر وہ شخص شیخی بگھار رہا ہو، لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کر رہا ہو تو پہلی بات یہ ہے کہ اگر ایک شخص اس کی اس عادت سے واقف ہو تو اسے ایسے شخص سے بحث و مباحثہ کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ لیکن اگر بحث و مباحثے کے دوران وہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرے تو اسے نصیحت کی جائے اور اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو پھر اسے بحث و مباحثے کو ختم کر دینا چاہیے۔
- ایک شخص کا رخ فریقِ مخالف کی طرف ہونا چاہیے نہ کہ وہ ان لوگوں کی طرف دیکھ رہا ہو جو کہ اس کے مخالف پر ناراضگی کا اظہار کر رہے ہوں اور اگر فریقِ مخالف ایسا کرے تو وہ اسے نصیحت کرے ورنہ بحث و مباحثے کو ختم کر دے۔
- ایک شخص کو ضدی اور خود ستائشی میں مبتلا شخص سے مباحثہ نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا شخص کسی دوسرے کی کسی بات کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔
- ایک شخص کو خوف کے مقام پر بحث و مباحثہ نہیں کرنا چاہیے مثلاً سیٹلائٹ چینل یا عوامی اجتماعات میں، جب تک کہ وہ اپنے دین پر مطمئن نہ ہو اور وہ اللہ کی خاطر کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کرتا ہو اور وہ اپنی بات کے نتائج کا سامنے کرنے کے لئے تیار ہو خواہ یہ نتیجہ جیل کی کوٹھری ہو یا پھانسی کا پھندا۔ اور نہ ہی اسے کسی حاکم یا ملک کے سربراہ سے مباحثہ کرنا چاہیے، اس حال میں کہ وہ اس سے خوفزدہ ہو اور جب تک کہ وہ ذہنی طور پر حمزہؓ کی طرح بننے کے لئے تیار نہ ہو۔ بصورت دیگر خاموش رہنا اس کے لئے بہتر ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ دین اور اہلِ علم کو بدنام کرتا ہے۔ یہاں ایک شخص کو پہلے دَور کے لوگوں میں سے امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے طرزِ عمل کو اور موجودہ دور میں ان لوگوں کے طرزِ عمل کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے جنہوں نے کرنل قذافی کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا جب اس نے سنت کا انکار کیا تھا۔
- ایک شخص کو ایسے شخص سے مباحثہ نہیں کرنا چاہیے کہ جس سے وہ نفرت کرتا ہو، خواہ یہ نفرت اُس کے دل میں ہو یا اس کے مخالف کے دل میں۔

- اسے قصداً فریقِ مخالف سے بلند جگہ پر نہیں بیٹھنا چاہیے۔
- اسے کسی بات کو طول نہیں دینا چاہیے خاص طور پر جب اس کا مخالف اُس بات سے آگاہ ہو۔ وہ اختصار سے کام لے اور اس بات کا بھی خیال رکھے کہ یہ اختصار اس نکتے پر اثر انداز نہ ہو کہ جس کے متعلق بحث ہو رہی ہے۔
- اسے کسی ایسے شخص سے بحث و مباحثہ نہیں کرنا چاہیے جو علم اور اہلِ علم کو حقیر سمجھتا ہو یا وہ ایسے بیوقوف لوگوں کی موجودگی میں مباحثہ کرے جو بحث و مباحثے کو اور مباحثہ کرنے والوں کو غیر اہم سمجھتے ہوں۔ امام مالک کا قول ہے: ''علم کی تذلیل اور اہانت یہ ہے کہ ایک شخص کسی ایسے شخص سے علم کے ساتھ گفتگو کرے جو اس کی بات ماننے والا نہ ہو''۔
- اگر اس کے مخالف کی زبان پر حق بات ظاہر ہو تو اسے حق کو قبول کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حق کی طرف لوٹ آنا باطل پر چلتے رہنے سے بہتر ہے۔ اور تاکہ وہ ان لوگوں میں سے بن جائے جو بات کو سنتے ہیں اور اس میں سے بہترین پر عمل کرتے ہیں۔
- وہ سوال کا ایسا جواب نہ دے جو کہ سوال سے مطابقت نہ رکھتا ہو اور وہ حقائق کو توڑ مڑور کر پیش نہ کرے مثلاً:

سوال: کیا سعودی عرب ایک اسلامی ریاست ہے؟

جواب: اس کی عدالتیں اسلامی ہیں۔

یہ جان بوجھ کر حقیقت کو توڑنا مروڑنا ہے۔ لازم تھا کہ وہ اس کا جواب ہاں یا ناں میں دیتا یا پھر کہتا کہ میں نہیں جانتا۔ یہ تینوں جواب سوال سے مطابقت رکھتے ہیں۔

- اسے چاہیے کہ وہ واضح حقائق کو مت جھٹلائے ورنہ وہ ان میں سے ہو گا جو مفروضوں پر چلتے ہیں، جیسا کہ اگر کوئی شخص اس بات کا انکار کرے کہ کفار مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں یا وہ اس بات کا انکار کرے کہ مسلمان ممالک کی موجودہ حکومتیں کفریہ حکومتیں ہیں یعنی وہ اسلام کے ذریعے حکمرانی نہیں کرتیں۔
- وہ ایسا عمومی بیان نہ دے کہ بعد میں تفصیل بیان کرتے ہوئے وہ خود ہی اپنی بات کی نفی کر رہا ہو۔ مثال کے طور پر ابتداً وہ کہے کہ امریکہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے لیکن بعد میں وہ یہ بات کہے کہ امریکہ فلسطین کے مسلمانوں کو فلسطینی ریاست کے قیام اور اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں مدد کر رہا ہے کیونکہ امریکہ آزادی اور انصاف کو پسند کرتا ہے یا وہ یہ کہے کہ امریکہ عراق کو ظلم اور آمریت سے نجات دلانے کے لئے آیا ہے۔

- ایک شخص کو اس بات سے اجتناب نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اپنی دلیل کا اطلاق ہر اس چیز پر کرے جو اس کے تحت آتی ہو۔ مثال کے طور پر اگر وہ اس بنا پر مغرب میں سود پر مکان کی خریداری کو جائز قرار دے کہ مخصوص حاجتیں مخصوص ضروریات کے ضمن میں شامل ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ دیگر حاجات مثلاً خوراک، کپڑے اور نکاح کو پورا کرنے کے لئے سود کو ناجائز قرار دے۔ پس اگر اس نے ضرورت کو بنیاد بنا کر ان تمام اشیاء کو جائز قرار دیا تو اس نے کئی حرام چیزوں کو حلال بنا دیا اور اگر اس نے اپنی دلیل اور قاعدہ کا اطلاق تمام ضرورتوں پر نہیں کیا تو گویا اس نے اپنے قاعدے کی ہی نفی کر دی۔

○○○

باب نمبر 16

ان اجنبیوں پر اللہ کی رحمت ہو جو اس چیز کی اصلاح کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا ہو گا

- مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«بدأ الإسلام غريباً وسيعود غريباً فطوبى للغرباء»	”اسلام اجنبی کی طرح شروع ہوا اور یہ دوبارہ اجنبی ہو جائے گا پس ان اجنبیوں پر رحمت ہو“۔

● اجنبی وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے لوگوں اور علاقوں سے دور ہوں۔ دارمی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، بزار، ابو یعلی اور احمد نے صحیح اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً كما بدأ فطوبى للغرباء، قيل ومن الغرباء؟ قال النزاع من القبائل»

''اسلام کی ابتداء اجنبی کی مانند تھی اور یہ پھر اجنبی ہو جائے گا جیسا کہ یہ شروع میں تھا، پس ان اجنبیوں پر رحمت ہو۔ پوچھا گیا: یہ اجنبی کون ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا: وہ جو (اسلام کی خاطر) اپنے قبیلوں سے علیحدہ ہونگے''۔ (اس روایت کے الفاظ مسند احمد کے ہیں)

اللسان میں بیان کیا گیا: نزاع القبائل اجنبی ہیں جو مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں اور وہ ایک قبیلے سے نہ ہوں... جیسا کہ کہا جاتا ہے: **(هو الذي نزع عن أهله وعشيرته، أي بعُد وغاب)** ''وہ جو اپنے گھر والوں اور کنبے والوں سے جدا ہے یعنی ان سے دور اور غائب ہے''۔

ان اجنبیوں کی کچھ صفات واحوال یہ ہیں:

(1) وہ لوگوں کی خرابی کے بعد ان کی اصلاح کریں گے:

● عمرو بن عرف بن زید بن ملحہ المزنی سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن الدين ليأرز إلى الحجاز كما تأرز الحية إلى جُحرها، وليعقلن الدين من الحجاز معقل الأروية من رأس الجبل. إن الدين بدأ غريباً ويرجع غريباً، فطوبى للغرباء الذين يصلحون ما أفسد الناس من بعدي من سنتي»

''یہ دین حجاز کی طرف اسی طرح لوٹ جائے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل کی طرف واپس لوٹتا ہے۔ اور دین حجاز میں اسی طرح پناہ حاصل کر لے گا جیسا کہ پہاڑ کی بکریاں پہاڑ کی چوٹیوں پر پناہ تلاش کرتی ہیں۔ بے شک دین ایک اجنبی کی طرح شروع ہوا اور یہ پھر اجنبی ہو جائے گا پس ان اجنبیوں پر رحمت ہو جو میرے بعد میری سنت کی اصلاح کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا ہو گا''۔

● ابو عیسیٰ نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ اجنبی لوگ صحابہ کرام نہیں کیونکہ یہ اجنبی اس کے بعد آئیں گے جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بگاڑ دیا ہو گا۔ صحابہ نے رسول اللہ کی سنت کو نہیں بگاڑا اور نہ ہی ان کے دور میں سنت میں بگاڑ آیا تھا۔ اس کی دلیل سہل بن سعدی کی حدیث ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«بدأ الإسلام غريباً وسيعود غريباً كما بدأ فطوبى للغرباء قالوا يا رسول الله ومن الغرباء؟ قال الذين يصلحون عندفساد الناس»	''اسلام کی ابتداء اجنبی تھی اور یہ دوبارہ اجنبی ہو جائے گا جیسا کہ یہ اپنی شروعات میں تھا۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول، یہ اجنبی کون ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا: جو اس وقت لوگوں کی اصلاح کریں گے جب ان میں خرابی پھیل جائے گی''۔

یہ طبرانی کی روایت ہے جسے انہوں نے الکبری میں بیان کیا۔ اور الاوسط الصغیر میں یہ الفاظ مذکور ہیں: **(يصلحون اذا ضد الناس)** ''وہ لوگوں کو درست کریں گے جب ان میں بگاڑ آ جائے گا''، اس حدیث کو الطبرانی نے اپنے تینوں مجموعوں میں روایت کیا اور اس کے راوی محدثین کے نزدیک قابل اعتماد سمجھے جاتے ہیں ماسوائے بکر بن سلیم کے، اگرچہ وہ بھی ثقہ ہیں۔

(2) وہ تعداد میں قلیل ہونگے:

● احمد اور طبرانی نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ میں ایک دن طلوعِ آفتاب کے وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، جب آپؐ نے ارشاد فرمایا:

«يأتي قوم يوم القيامة نورهم كنور الشمس، قال أبو بكر: نحن هم يا رسول الله؟ قال: لا ولكم خير كثير ولكنهم الفقراء المهاجرون الذين يحشرون من أقطار الأرض، ثم قال: طوبى للغرباء، طوبى للغرباء، قيل ومن الغرباء؟ قال: ناس صالحون قليل في ناس سوء كثير من يعصيهم أكثر ممن يطيعهم»	''قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے جن کی روشنی سورج کی روشنی کی مانند ہو گی، ابو بکر نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ ہم لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں تمہیں بھی اجر عظیم دیا جائے گا لیکن یہ غریب مہاجرین ہوں گے جو کہ زمین کے ہر حصے سے اٹھائے جائیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اجنبیوں پر رحمت ہو، اجنبیوں پر رحمت ہو، اجنبیوں پر رحمت ہو، آپؐ سے پوچھا گیا: یہ اجنبی کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: صالح لوگ جو

برُے لوگوں کی کثیر تعداد کے درمیان ہوں گے،اور ان کی اطاعت کرنے والے ان کی نافرمانی کرنے والوں سے زیادہ ہوں گے"۔

ہیثمی نے بیان کیا کہ الکبیر میں یہ حدیث مختلف اسناد سے بیان کی گئی ہے لیکن صرف ایک اسناد کے راوی علم حدیث کے مطابق ثقہ ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان اجنبیوں کا امتیاز صحابہؓ کے امتیاز سے بڑھ کر نہیں یعنی یہ اجنبی صحابہؓ سے بہتر نہیں۔ کچھ صحابہؓ کو صحابیت کے شرف کے ساتھ امتیازی وصف حاصل تھا لیکن ان اوصاف کی وجہ سے وہ ابو بکرؓ سے افضل نہ تھے۔ اویس القرنی کو امتیازی وصف حاصل تھا لیکن یہ امتیازی وصف انہیں صحابہؓ سے افضل نہیں بناتا اور وہ ایک تابعی تھے۔ پس ان اجنبیوں پر بھی اسی کا اطلاق ہوتا ہے۔

(3)ان کے درمیان خونی رشتہ نہ ہوگا:

- حاکم نے مستدرک میں ابنِ عمرؓ سے مروی یہ حدیث بیان کی اور کہا کہ یہ روایت صحیح ہے اگرچہ بخاری اور مسلم نے اسے روایت نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن لله عباداً ليسوا بأنبياء ولا شهداء يغبطهم الشهداء والنبيون يوم القيامة لقربهم من الله تعالى ومجلسهم منه، فجثا أعرابي على ركبتيه فقال يا رسول الله صفهم لنا وحلّهم لنا قال: قوم من أفناء الناس من نزاع القبائل، تصادقوا في الله وتحابوا فيه، يضع الله عز وجل لهم يوم القيامة منابر من نور، يخاف الناس ولا يخافون، هم أولياء الله عز وجل الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون»

"اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو نہ تو نبی ہوں گے اور نہ ہی شہدا لیکن قیامت کے دن شہدا اور انبیاء اللہ کے ساتھ ان کے قرب اور درجات پر رشک کریں گے۔ (یہ سن کر) ایک اعرابی دوزانوں ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں ان کی صفات اور حلیے کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: وہ مختلف لوگوں میں سے ہوں گے اور قبیلوں سے جدا ہوں گے۔ وہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دوستی کریں گے اور اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ اللہ قیامت کے دن ان کے لئے نور کے منبر بنائے گا۔ لوگوں کو اس دن

خوف ہو گا لیکن وہ بے خوف ہوں گے۔ وہ اللہ کے دوست ہوں گے جنہیں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے"۔

لسان العرب میں بیان کیا گیا کہ لفظ افناء کے معنی ہیں: مختلف الانواع کے ملے جلے لوگ۔ یہ وصف ابو مالک الاشعریؓ کی حدیث میں بیان کیا گیا جسے احمد نے روایت کیا کہ "یہ مختلف انواع کے لوگ ہوں گے جو مختلف قبیلوں سے نکلیں گے" اسی طرح طبرانی نے الکبیر میں یہ الفاظ روایت کئے **(من بلدان شتى)** "وہ مختلف علاقوں سے ہوں گے"۔

(4) وہ لوگ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں گے:

یعنی جو چیز انہیں باہم مربوط کرے گی وہ صرف شریعت محمدی ﷺ یعنی اسلام کی آئیڈیالوجی ہو گی۔ وہ کسی اور رشتے کی وجہ سے ایک دوسرے سے منسلک نہ ہوں گے مثلاً رشتے داری، نسل، مفاد، دنیاوی فائدہ۔ ابو داؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ عمر بن الخطابؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن من عباد الله لأناساً ما هم بأنبياء ولا شهداء يغبطهم الأنبياء والشهداء يوم القيامة بمكانهم من الله تعالى، قالوا يا رسول الله تخبرنا من هم قال هم قوم تحابوا بروْح الله على غير أرحام بينهم ولا أموال يتعاطونها، فوالله إن وجوههم لنور وإنهم على نور، لا يخافون إذا خاف الناس، ولا يحزنون إذا حزن الناس، وقرأ هذه الآية: أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (62)»

"اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ جو انبیاء اور شہدا تو نہیں لیکن قیامت کے دن اللہ کی طرف سے انہیں جو مقام دیا جائے گا اس پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں ان کے متعلق بتائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: وہ ایسا گروہ ہے جو اللہ کی روح کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرے گا۔ اور ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ ہو گی۔ اور نہ ہی ان میں سے ایک نے دوسرے کو کوئی مال عطا کیا ہو گا۔ اللہ کی قسم! قیامت کے دن ان کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ نور (کے منبروں) پر ہوں گے۔ وہ اس وقت خوف زدہ نہ ہوں گے جب لوگ خوف زدہ ہوں گے۔ انہیں اس وقت کوئی غم نہ ہو گا جب لوگ غم زدہ ہوں گے۔ پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: "جان لو اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگیں ہوں گے"۔

● اور حاکم نے ابنِ عمرؓ سے مروی اسے حدیث میں یہ الفاظ روایت کئے ہیں:

«تصادقوا في الله وتحابوا فيه»	"وہ اللہ کی خاطر دوستی کریں گے اور اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں گے"۔

● اور احمد نے ابومالک الاشعریؓ کی حدیث میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں:

«لم تصل بينهم أرحام متقاربة تحابوا في الله وتصافوا»	"ان کے درمیان باہم رشتے داری نہ ہوگی۔ وہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ مخلص ہوں گے"۔

● طبرانی نے ابومالک کی حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت کی:

«لم يكن بينهم أرحام يتواصلون بها لله، لا دنيا يتباذلون بها، يتحابون بروح الله عز وجل»	"ان کے درمیان رشتے داری نہیں ہوگی کہ جسے اللہ کی خاطر پورا کرنے کے لئے وہ ایک دوسرے سے تعلق رکھیں گے، اور نہ کوئی دنیاوی معاملہ ہوگا جس کے لئے وہ ایک دوسرے پر خرچ کریں گے، وہ اللہ کی رحمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں گے"۔

● طبرانی نے عمرو بن عبسہ سے حدیث روایت کی جس کے متعلق ہیثمی نے کہا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں اور منذری نے کہا یہ حدیث مقارب لا بأس بہٖ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... هم جُمّاع من نوازع القبائل يجتمعون على ذكر الله تعالى فينتقون أطايب الكلام كما ينتقي آكل الثمر أطايبه»	"... وہ مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں گے اور اللہ کے ذکر پر جمع ہوں گے اور وہ بہترین الفاظ استعمال کریں گے جیسا کہ کھانے والا بہترین پھل کا انتخاب کرتا ہے"۔

اللہ کے ذکر پر جمع ہونا، اللہ کے ذکر کے لئے جمع ہونے سے مختلف ہے۔ اول الذکر کے معانی یہ ہیں کہ ان کا باہم تعلق اللہ کے ذکر کی بناپر ہو گا خواہ وہ اکٹھے ہوں یا ایک دوسرے سے جدا ہوں جبکہ اللہ کے ذکر کے لئے جمع ہونا اجتماع کے ختم ہونے پر ختم ہو جاتا ہے۔ اور طبرانی نے

ابو داؤد سے یہ حدیث روایت کی جسے ہیثمی اور منذری نے صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”... وہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں گے، وہ مختلف قبیلوں اور مختلف علاقوں سے ہوں گے۔ اور وہ اللہ کے ذکر پر جمع ہوں گے“، یعنی ان کے درمیان رشتہ اللہ کے ذکر کا ہوگا جو کہ اللہ کی روح کا رابطہ ہے جیسا کہ گذشتہ احادیث میں بیان کیا گیا۔

(5) وہ شہید نہیں مگر اس کے باوجود اعلیٰ مقام حاصل کریں گے:

کیونکہ شہداء ان کے رتبے پر رشک کریں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ انبیاء اور شہدا سے افضل ہوں گے بلکہ یہ ان کا امتیاز ہوگا جو انہیں دوسروں سے ممتاز کرے گا۔ طبرانی نے الکبیر میں ابو موسیٰ الاشعریؓ سے یہ حدیث روایت کی جس کی اسناد کو ہیثمی نے حسن قرار دیا، ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَسْـَٔلُوا عَنْ أَشْيَآءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾

”اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں“۔ (المائدہ: 101)

- لیکن ہم نے آپؐ سے اس وقت سوال کیا جب آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا:

«إن لله عباداً ليسوا بأنبياء ولا شهداء، يغبطهم النبيون والشهداء بقربهم ومقعدهم من الله عز وجل يوم القيامة»

”اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو انبیاء اور شہداء میں سے نہیں لیکن انبیاء اور شہدا بھی قیامت کے دن ان کی اللہ کے ساتھ قربت اور مسندوں کی وجہ سے ان پر رشک کریں گے“۔

- ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر ایک بدو نے اپنے گھٹنے موڑے اور اپنے بازو پھیلائے اور کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں بتائیں کہ یہ کون ہیں؟ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ کھل اٹھا۔ آپؐ نے فرمایا:

«عباد من عباد الله، من بلدان شتى، وقبائل من شعوب أرحام القبائل، لم يكن بينهم أرحام يتواصلون بها لله، لا دنيا يتباذلون بها، يتحابون بروح الله عز وجلّ، يجعل الله وجوههم

”وہ اللہ کے بندوں میں سے ہیں جو مختلف علاقوں اور قبیلوں میں سے ہوں گے۔ ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ ہوگی کہ جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے تعلق رکھیں اور نہ ہی دنیاوی امور کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر خرچ کریں گے۔ وہ اللہ کی روح کی وجہ سے ایک

نوراً، يجعل لهم منابر قدام الرحمن تعالى، يفزع الناس ولا يفزعون، ويخاف الناس ولا يخافون»

دوسرے سے محبت کریں گے۔اللہ ان کے چہروں کو منور کرے گا۔ ان کیلئے رحمن کے قدموں میں منبر ہوں گے۔لوگ سہمے ہوئے ہوں گے جبکہ وہ سہمے ہوئے نہ ہوں گے اور لوگ خوف زدہ ہوں گے جبکہ انہیں کوئی خوف نہ ہوگا‘‘۔

یہ تمام احادیث اس بات کی نفی کرتی ہیں کہ وہ انبیاء اور شہداء میں سے ہوں گے بلکہ ان کی ان صفات کی بناء پر انہیں یہ مرتبہ حاصل ہوگا۔

یہ ان کی کچھ صفات تھیں۔جہاں تک اللہ کے نزدیک ان کے مرتبے کا تعلق ہے تو یہ مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہے اور اسے دوہرانے کی ضرورت نہیں۔جو شخص ان پر غور کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ الرحمن کے قدموں میں موجود منبروں پر جگہ حاصل کرنے کے لئے جلدی کرے،امید ہے کہ اللہ اس کی اجنبیت کی وجہ سے اس پر رحم کرے گا اور اس کی خواہش کو پورا کردے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

ooo